جموّں وکشمیر میں اُردو صحافت

ابن مہجور کیلئے!
خلوص کے ساتھ
صوفی محی الدین
22.8.76.

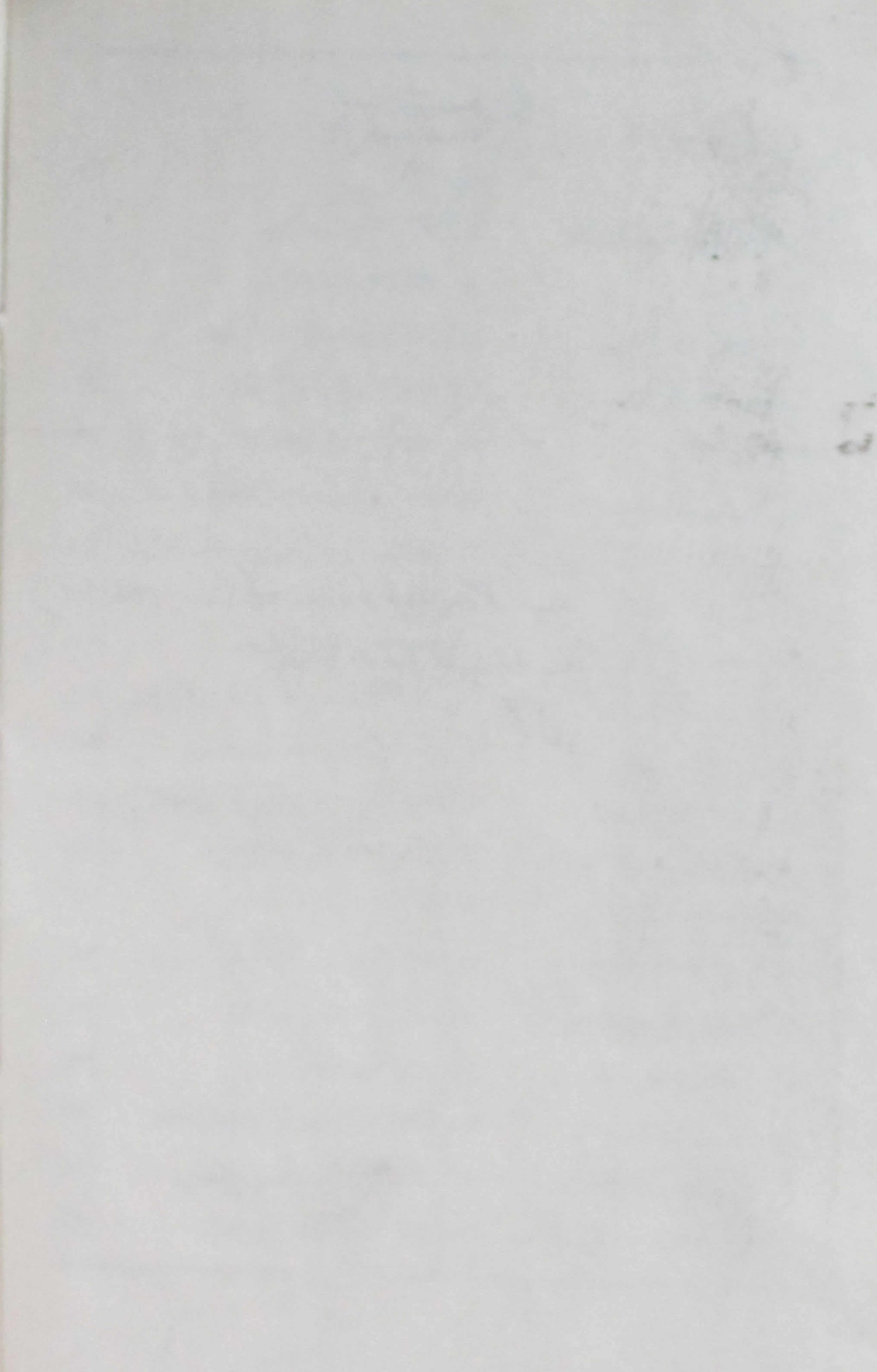
از : صوفی غلام محی الدّین
معاون : صوفی غلام محمّد

اوّل اکتوبر ۱۹۷۳ء

فہرست

نمبر شمار	صفحہ	نمبر شمار	صفحہ
(۱) کشمیر کیلئے شاعروں کے تحفے	۵	(۲۱) صحافیوں کی انجمن	۷۸
(۲) کشمیر	۱۱	(۲۲) پہلی پریس کانفرنس	۸۲
(۳) اخبار کے ذریعہ پر تعزیریں	۱۷	(۲۳) ریاستی صحافت کا دوسرا دور	۸۹
(۴) نئے صحافتی رجحانات	۳۳	(۲۴) دستی پریس کا استعمال	۹۱
(۵) پریس ایکٹ	۴۷	(۲۵) پریس ایکٹ کی دفعہ ۵ (الف) میں ترمیم	۹۳
(۶) کشمیر اور بیرونی اخبار	۴۸	(۲۶) جرنلسٹس ایسوسی ایشن کا ہنگامی اجلاس	۹۵
(۷) پریس کی آزادی کیلئے جدوجہد پہلے اخبار کا اجرا	۵۳	(۲۷) پریس ایکٹ میں ترمیم کا معاملہ اسمبلی میں	۱۰۴
(۸) کشمیر کی آواز	۵۶	(۲۸) ضمانت طلبی اور اخبار بند کرنے کا نیا سلسلہ	۱۰۵
(۹) ریاست کے پہلے اخبار کا اجرا	۵۸	(۲۹) شہری آزادیاں سلب	۱۰۷
(۱۰) اخبار جاری کرنے کی اجازت مگر پابندیاں	۶۱	(۳۰) مارتنڈ، سویرا اور نیا کشمیر پر پابندیاں	۱۰۸
(۱۱) پریس ایکٹ میں ترمیم	۶۲	(۳۱) کشمیر میل سے ضمانت طلب	۱۰۹
(۱۲) ایکٹ میں ترمیم کے بعد	۶۳	(۳۲) اشتہارات کی تقسیم کے نئے قاعدے	۱۱۰
(۱۳) رجسٹرڈ ایل نمبر دینے سے انکار	۶۵	(۳۳) صحافت کا تیسرا دور	۱۱۴
(۱۴) حقیقت بیانی پر سزا	۶۹	(۳۴) محکمہ اطلاعات کا رول	۱۱۷
(۱۵) اخباروں سے ضمانتیں طلب	۷۰	(۳۵) صحافت کے فروغ کیلئے تجویزیں	۱۱۸
(۱۶) آزاد خیال اخباروں کی حوصلہ شکنی	۷۱	(۳۶) صحافت کا چوتھا دور	۱۲۱
(۱۷) ایڈیٹروں پر مقدمے	۷۳	(۳۷) جمود و انحطاط	۱۲۳
(۱۸) اخباروں کی درجہ بندی	۷۵	(۳۸) نرم روی — نئے اخباروں کا اجرا	۱۲۴
(۱۹) پبلسٹی ڈیپارٹمنٹ کا رول	۷۶	(۳۹) گیارہ اخبارات پر پابندیاں	۱۲۶
(۲۰) ریاستی صحافت اور بلیک میلنگ	۷۷	(۴۰) سرینگر ٹائمز پر پابندی	۱۲۹

کوہ و دریا و غروبِ آفتاب
من خُدا را دیدیم آنجا بے حجاب
(اقبال)



فیضی نے کشمیر کی سیر کی تو اُن سے نہ رہا گیا۔ کشمیر کی وسعتوں میں جھانک کر کہا ؎

بہ حیر تم چہ آثارِ قدرت ازلی است

بہر نظارہ بتازہ نظر صنع قدیر

چکبست کشمیری الاصل تھے۔ کشمیر آئے تو بہتے ہوئے نالوں کو گلے لگایا اور کہا ؎

ذرّہ ذرّہ ہے میرے کشمیر کا مہمان نواز

راہ میں پتھر کے ٹکڑوں نے دیا پانی مجھے

حفیظ جالندھری نے کشمیر کے حُسن کا احاطہ کرنے کی کوشش کی اور کشمیر کے تمام پہلوؤں کو ضبطِ تحریر میں لایا۔ اتنا کرنے کے بعد بھی انہوں نے اپنی ناکامی کا اعلان کرتے ہوئے کہا ؎

کھینچنا تصویر کا لانا ہے جُوئے شیر کا

کشمیر کو سینکڑوں شاعروں اور انشا پردازوں نے بہترین الفاظ میں اپنا خراج پیش کیا ہے۔ اس خوب صورت سرزمین نے نہ صرف یہ کہ اپنی خوب صورتی سے بلکہ اپنے مکینوں کی حُسن کاری سے دُنیا کے دِماغ کو مہکایا۔ یہاں کا کاریگر اپنی صناعی سے دُنیا کے دِماغ کو تر و تازہ کرتا رہا۔ لیکن وہ خود غربت و افلاس کے اندھیاروں میں بھٹکتا رہا۔ دُنیا کشمیر کے کاریگر کو خراجِ تحسین پیش کرتی رہی، لیکن یہ کاریگر زندگی کو روتا رہا۔ کشمیر کے فن کار کا رونا دیکھ کر ہی علامہ اقبال نے خُدا سے احتجاج کرتے ہوئے یہ کہا ؎

آہ یہ قوم نجیب و چرب دست و تر دماغ

ہے کہاں روزِ مکافات اے خُدائے سخت گیر

کشمیر کے کاریگر، کشمیر کے صنّاع اور کشمیر کے فن کار کو روزِ مکافات دِلانے کے لئے ہی یہاں ایک تحریک اُٹھی جو آگے بڑھی اور طاغوتی طاقتوں سے ٹکرائی۔ یہ تحریک، جس کا مقصد اس حسین وادی کے روشن دماغ انسانوں کو اُن کا چھینا ہوا مقام واپس دِلانا تھا، آج بھی جاری ہے۔ کشمیر کا دِماغ، جو چار سَو سال کی غلامی کی وجہ سے سوچنے کی صلاحیتیں کھو چُکا تھا، آج پھر ماضی کے جھروکوں میں جھانک کر روشنی حاصل کر رہا ہے۔ آج کشمیر کے انسان کا دِماغ آزادی سے کام کرنے کا جتن کر رہا ہے۔ کشمیر کا حُسن اور کشمیریوں کی فن کارانہ صلاحیتیں آج اُسے اپنی طرف مُتوجّہ کر رہی ہیں۔ وہ زندگی کے ہر شعبے میں آگے بڑھنے کی کوشش کر رہا ہے۔ وہ اپنے شان دار تمدّن کو پھر سے زندہ کر رہا ہے۔ کشمیر جاگ گیا ہے۔ کشمیر کو جگانے اور کشمیریوں کی سوئی قسمت کو بیدار کرنے میں یہاں کے اخبار اپنا بھرپُور حصّہ ادا کر رہے ہیں۔ یہ اخبار جو خود زمانے کے ستائے ہوئے ہیں، چار سَو سال سے ستائی ہوئی قوم کی اُمنگوں اور آرزوؤں کے ترجمان بن کر اپنا کِردار ادا کر رہے ہیں۔

کشمیر

ایک حسین وادی

طوفانوں کی ایک سرزمین

حال کو چلانے کے لئے ماضی کی تلاش

کشمیر

"کشمیر" ایک حسین تصوّر ہے۔ ماضی میں کشمیر کا نام زبان پر آتے ہی بلند قامت صنوبر، کوہسار اور آبشار آنکھوں کے سامنے ناچنے لگتے تھے۔ آج یہ تصوّر بدل گیا ہے۔ باہر کی دُنیا آج ایک طلسماتی وادی کے طور کشمیر سے متعارف نہیں۔ آج دُنیا کے لوگ کشمیر کو ایک ایسی سرزمین تصوّر کرتے ہیں جہاں اکثر طوفانی ہوائیں لہرا کر اُٹھتی ہیں اور ساری دُنیا میں ہل چل مچا دیتی ہیں۔ آج دُنیا کا تقریباً ہر شخص یہ جاننے کی کوشش کر رہا ہے کہ کشمیر کس قسم کی سرزمین ہے اور اس میں رہنے والے لوگ کیسے ہیں! کشمیر کے بارے میں زیادہ سے زیادہ معلومات حاصل کرنے کی چاہ بڑھ گئی ہے۔ دُنیا بھر کے دانش ور، مُفکر اور سیاست دان، کشمیر کے ماضی اور حال کو ٹٹولنا چاہتے ہیں۔ کشمیر کے حال کو سمجھنے کے لئے وہ اس کے ماضی سے رُوشناس ہونا چاہتے ہیں، اس غرض سے وہ کشمیر کی تاریخ اور کشمیر کے قدیم تمدّن کا مطالعہ کرتے ہیں۔

کشمیر کو یہ فخر حاصل ہے کہ دُنیا کی سب سے پہلی تاریخ اس سرزمین پر ہی لکھی گئی۔ کشمیر نے ہی اس معاملہ میں دُنیا کی رہنمائی کی ہے۔ کشمیر میں لگ

بھگ ہر فن کی تاریخیں لکھی گئی ہیں۔ ان تاریخوں کے ذریعہ کشمیر کی تہذیبی زندگی کے ارتقاء اور انحطاط کی مکمل تصویر سامنے آتی ہے۔ کشمیر اب تک جس چیز سے محروم تھا، وہ صحافت سے متعلق تاریخ ہے۔ شاید ہی کسی کو معلوم ہو کہ کشمیر میں صحافت کا آغاز کب اور کن حالات میں ہوا۔ اس فن کی ترقی اور نشو و نما کے لیے کن لوگوں نے کام کیا؛ اس کی ترقی میں کیا رکاوٹیں آگئیں اور یہ کن مراحل سے گزر کر موجودہ شکل میں ہمارے پاس پہنچا!

ہر فن کی ترقی اُس وقت ممکن ہوتی ہے جب یہ معلوم ہو کہ اُس نے کن حالات اور کن اسباب سے جنم لیا ہے۔ اس کی ابتدائی شکل کیا تھی اور یہ ارتقا کی کن منزلوں سے گزرا۔ جس چیز کا آغاز معلوم نہ ہو، اس کو بہتر انجام تک پہنچانے کی سعی لاحاصل ہوتی ہے!

کشمیر میں آج کل صحافت کے فن کو ترقی دینے اور اس کے ذریعہ کشمیر کے تمدن کو زندہ کرنے کی کوششیں جاری ہیں۔ صحافت کی ترقی اُس وقت تک ناممکن ہے جب تک کہ ..... صحافی ریاست میں صحافت کے آغاز سے واقف نہ ہوں۔ کشمیر اور جموں میں سینکڑوں اخبار نویس ہیں۔ شاید ہی کسی کو معلوم ہو کہ وہ جس پیشے سے وابستہ ہیں، اس کا آغاز کب ہُوا؟

تقریباً پچاس سال پہلے ریاست میں اخبار نویسی کا آغاز ہوا۔ پچاس سال کا زمانہ کوئی بڑا زمانہ نہیں۔ ہمارے یہاں ایسے اخبار نویس اب بھی موجود ہیں جو صحافت کے ان پچاس برسوں کی تاریخ سے اچھی طرح واقف ہیں۔ پچاس سال کی صحافتی تاریخ ہمارے سامنے بکھری پڑی ہے۔ ان بکھرے

ٹکڑوں کو یکجا کرنے اس کو ایک کتابی شکل دینے کی اب تک کسی کو جرأت نہ ہوئی۔ کسی نے اس اہم ضرورت کا احساس نہیں کیا۔

ریاست کی کلچرل اکاڈمی اس بات کے لئے مبارکباد کی مستحق ہے کہ اُس نے ریاست کی اس اہم ضرورت کا احساس کیا اور ہم پر یہ اہم تاریخی فریضہ پورا کرنے کی ذمّہ واری ڈال دی۔ اگرچہ اس کتاب کو شائع کرنیکی ذمہ داری اکیڈیمی نے پوری نہیں کی جس وقت میں نے "جموّں و کشمیر میں اُردو صحافت" سے متعلق ایک کتاب لکھنے کی ذمّہ واری اپنے اوپر ڈال دی، میں خود بھی ریاست کی اُردو صحافت سے تقریباً ناواقف تھا۔ اس بارے میں میری معلومات بہت تھوڑی اور سطحی قسم کی تھیں۔ اپنی مصروفیات اور کام کی نوعیّت دیکھ کر مجھے یقین نہیں تھا کہ یہ غیر معمولی ذمّہ واری مجھ سے پوری ہوسکے گی۔ میں کئی روز تک سوچتا رہا کہ اس اہم فریضہ کو میں کیونکر پورا کروں گا۔ یکایک مجھ میں ایک اشتیاق پیدا ہوا۔ صحافت کی ترقی کا جذبہ دِل میں موجزن اور شوق دامن گیر تھا۔ خیال جہ میری مُشکل آسان ہوگئی اور میں اس اہم کام میں جُت گیا۔

اُردو صحافت کی یہ کتاب لکھنے کے لئے مجھے پُرانے اخباروں کی تلاش کرنا تھی۔ پُرانے اخبار مِلنے مشکل تھے۔ پچاس سال قبل کے اخبار دیکھنے کے لئے مجھے کشمیر کی مختلف لائبریریوں میں جاکر اخبارات کا مطالعہ کرنا پڑا۔ میں نے سری پرتاپ لائبریری، اسمبلی لائبریری، آرکائیوز اور متعدد کالجوں کی لائبریریوں میں جاکر پُرانی اخباری فائلوں کا جو نایاب تھیں، مطالعہ کیا۔ اس کے علاوہ میں نے محکمۂ اطلاعات کی لائبریری اور ریفرنس سیکشن میں جاکر اخباری فائلوں

کو دیکھا۔ ان تمام لائبریریوں کے علاوہ میں نے بہت سارے علم دوست حضرات کی ذاتی لائبریریوں سے بھی پرانے اخبار حاصل کرکے ان کا مطالعہ کیا۔ ریاست کے صحافیوں سے بھی میں نے اخبار حاصل کئے۔ اخباروں کا مطالعہ کئے بغیر اس امر کا اندازہ کرنا مشکل تھا کہ مختلف ادوار میں اخباروں کے کیا رنگ ڈھنگ رہے ہیں۔ اخباروں کی طرزِ تحریر، ان کی پالیسی اور ان کی خوبیوں اور خامیوں کے متعلق صحیح طور کوئی رائے قائم کرنا اسی وقت ممکن تھا جب تمام اہم اخباروں کو دیکھنے اور مطالعہ کرنے کا موقع ملتا۔ میں نے لگ بھگ پانچ سو اخباری فائلوں کا مطالعہ کیا۔ ہر فائل کا ایک ایک ورق میں نے اُلٹ دیا اور ہر اخبار کا باریک بینی سے جائزہ لیا۔ میں نے اخباری فائلوں کے تقریباً ایک لاکھ ورق اُلٹ دیئے۔ یہ ورق اُلٹ کر جو مواد مجھ کو مِل گیا، اس کو میں نے ایک کتابی صورت میں پیش کیا۔ میں نے ریاست کی صحافت سے متعلق تمام اہم اور ضروری واقعات کو، ان کے وقوع کی تاریخوں کی ترتیب سے ایک شکل دی۔

اخباری فائلوں کے علاوہ میں نے کئی تاریخی کتابوں کا مطالعہ بھی کیا۔ ان کتابوں سے بھی مجھے اپنی ضرورت کا بہت سارا مواد مِل گیا۔ ان کتابوں میں ڈاکٹر صوفی غلام محی الدین کی کشمیر سے متعلق انگریزی تاریخ "کشیر" (KASHIR)، لالہ ملک راج صراف کی کتاب ——

(FIFTY YEARS AS A JOURNALIST)

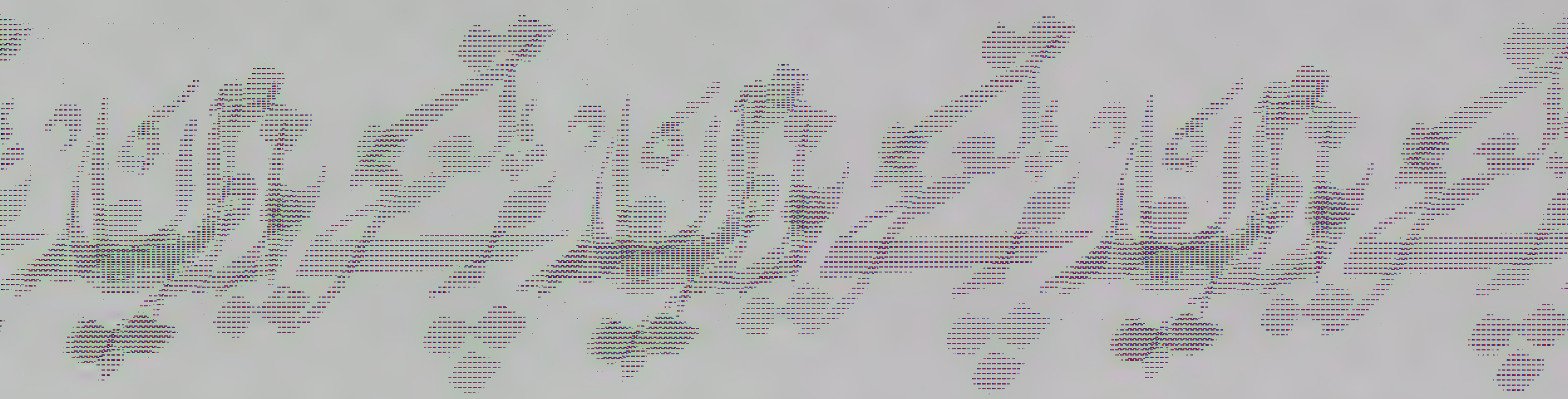
پنڈت پریم ناتھ بزاز کی کتاب STRUGLE FOR FREEDOM OF KASHMIR اور

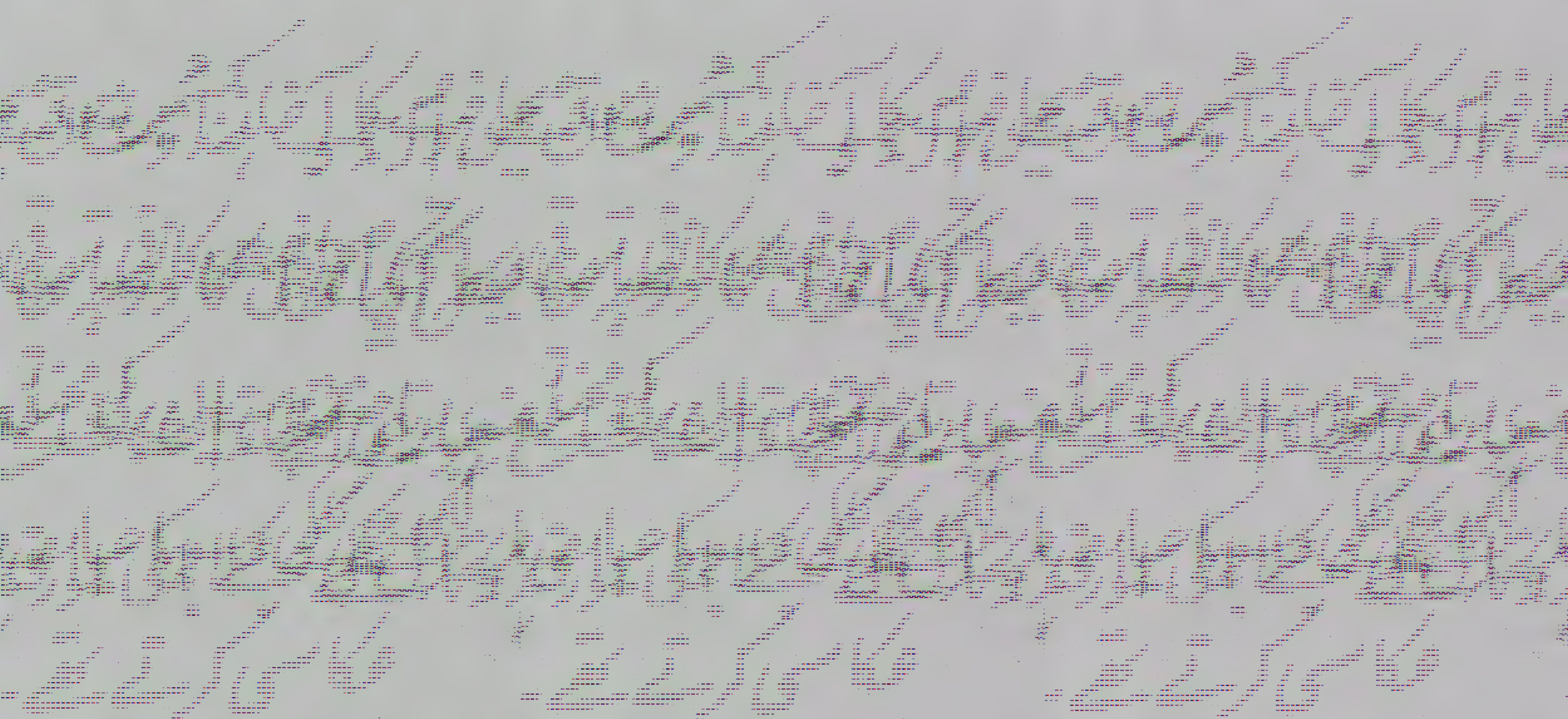
رشید تاثیر کی کتاب "تاریخ حریت کشمیر" قابلِ ذکر ہیں۔ ان کے علاوہ بھی میں نے کئی تاریخی کتابوں کا مطالعہ کیا۔

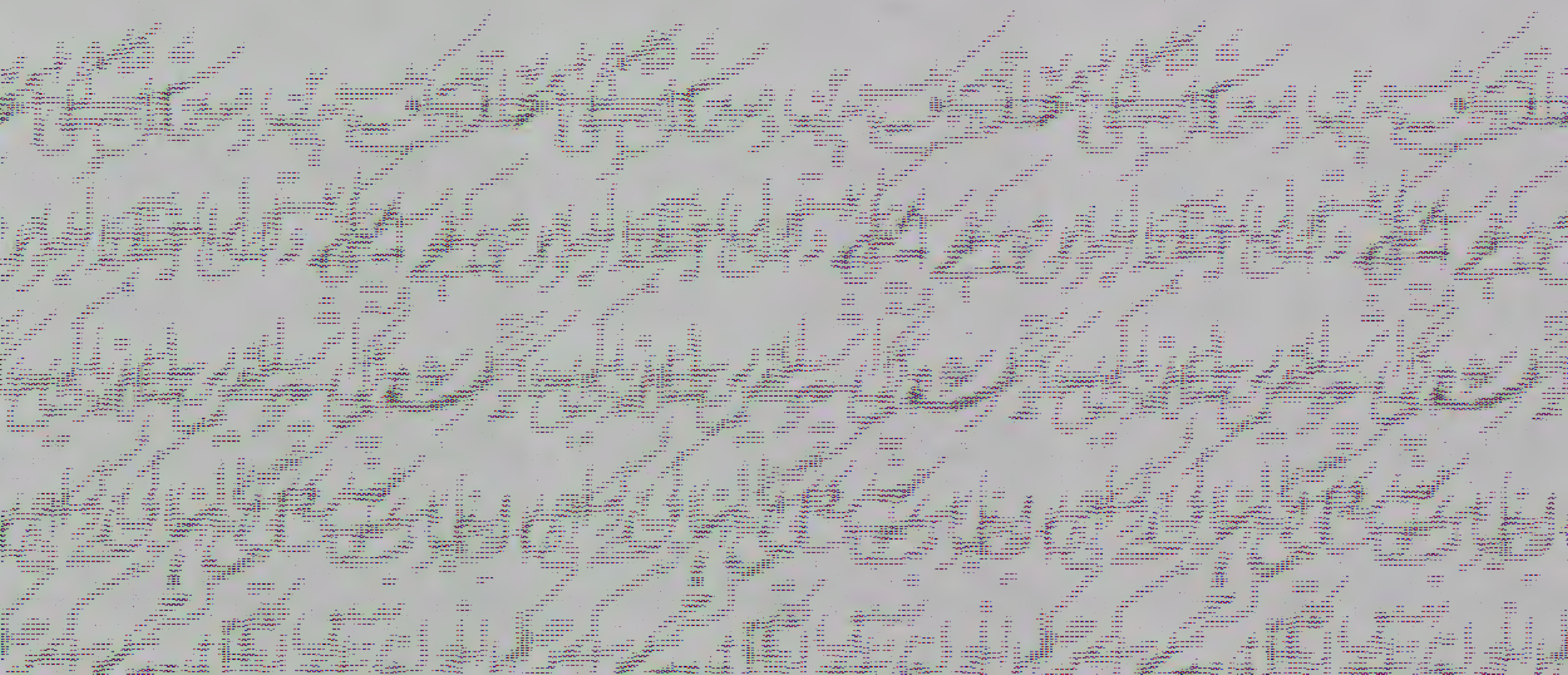
"جموں وکشمیر میں اردو صحافت" کے موضوع پر لکھتے وقت میرے پیشِ نظر وہ سب واقعات اور حالات رہے جن سے کشمیر میں اب تک اُردو صحافت گزری ہے۔ میں نے تمام واقعات کو، جو مختلف ادوار میں ریاستی صحافیوں کو پیش آئے، اس کتاب میں شامل کر دیا تاکہ آج کل کے اخبار نویس جان جائیں کہ کشمیر میں اردو صحافت کن منزلوں سے گزری ہے۔ میں نے واقعات کو ان کی تخصیص کے مطابق مختلف عنوانوں کے تحت پیش کیا ہے ـــ "اخبار نویسوں پر مقدمے"۔ "اخباروں سے ضمانت طلبی"۔ "ایڈیٹروں کی گرفتاریاں"۔ "اخباروں پر پابندیاں"۔ اور ایسی ہی دوسری سُرخیوں کے تحت میں نے واقعات کو ان کے اصل رنگ میں پیش کیا ہے۔ میں نے ان واقعات کو، ان کے وقوع کی تاریخ کے تسلسل کے ساتھ پیش کرنے کی کوشش کی ہے تاکہ مختلف ادوار میں صحافیوں کی مُشکلات اور صحافتی رُجحانات کا نقشہ سامنے آجائے۔ میں نے ریاست کے اہم اور گمنام اخباروں کی کارکردگیوں اور ریاست کی سیاسی اور سماجی زندگی میں ان کے رول کو ظاہر کرنے کی غرض سے ان کا الگ الگ مختصر خاکہ پیش کیا ہے:

صوفی محی الدّین

اوّل اکتوبر سنہ ۱۹۷۳ء







بننے کی اجازت نہ تھی۔ یہاں کشمیر کے اعلیٰ تمدّن کو مٹایا اور فنا کیا جا رہا تھا۔ شخصی حکومت میں کشمیر کا تمدّن انحطاط کی آخری حدوں کو چھونے لگا تھا۔ کشمیری عوام کو اپنے اسلاف سے جو اعلیٰ تمدّن ورثے میں ملا تھا وہ چار سَو سالہ غلامی کے دوران حکمرانوں کی دست بُرد سے بچ نہیں سکا تھا۔ کشمیری ایک بے حال قوم کے افراد کی طرح غلامانہ زندگی بسر کر رہے تھے۔ ان کا نہ کوئی ماضی تھا اور نہ مستقبل۔ وہ ماضی سے نا آشنا اور مستقبل سے مایوس تھے۔ انہیں معلوم نہیں تھا کہ ان کا ماضی کتنا شاندار رہا ہے!

یہ صورتِ حال ریاستی عوام کے لئے اذیّت بخش تھی۔ لیکن اس کو بدلنا مشکل تھا۔ صدیوں کی غلامی نے یہاں کے لوگوں کی آزادی کی حِس فنا کردی تھی۔ وہ اپنی غلامانہ زندگی پر قانع تھے اور ہر ظلم برداشت کرتے جا رہے تھے۔ بیسویں صدی کے آغاز کے ساتھ ہی عالمی سطح پر اور خود ہماری ہمسایہ ریاستوں میں جو تبدیلیاں رُونما ہونے لگیں، اُن کا اثر یہاں تک پہنچنے لگا۔ سائینس کی ایجادات نے ملکوں کی یک سوئی ختم کردی۔ خیالات اور نظریات کی ترسیل کے مختلف ذریعے پیدا ہو گئے تھے۔ ان ذرائع میں اخبارات اہم اور مؤثر ذریعہ بن کر اُبھرے۔ انسانی ذہن پر صدیوں کی غلامی نے جو زنگ چڑھا رکھا تھا، اخباروں نے اس کو صاف کرنا شروع کیا۔ ریاست سے باہر ایک نئی دُنیا انگڑائیاں لے رہی تھی۔ لیکن کشمیر ہنوز تاریکی کی ایک دبیز چادر کے نیچے ڈھکا ہوا تھا۔ اس اندھیارے میں ریاست سے باہر کے اخبار روشنی بن کر کشمیر میں داخل ہونے لگے جن سے کشمیر کی پُرسکون فضا میں ہل چل پیدا

ہو گئی اور صدیوں کا جمود ٹوٹنے لگا۔

شخصی حکمرانوں نے باہر کے اخباروں کی فتنہ سامانیاں دیکھ کر ریاست میں ان کا داخلہ بند کر دیا۔ اخباروں پر اس پابندی نے کشمیری عوام میں زیادہ بے چینی پیدا کی۔ صدیوں سے کشمیریوں کی رُوح کو قید کر دیا گیا تھا۔ لیکن اب یہ قید ہونے کے لئے تیار نہ تھی۔ اب سکوت ٹوٹ چکا تھا اور طوفان موجیں مارنے لگا تھا۔ اس طوفان کو روکنا مطلق العنان حکمرانوں کے بس سے باہر تھا ریاستی عوام کی وہ آواز، جس کو مُدتّوں سے دبا دیا گیا تھا، ایک گرج بن کر یہاں کے پہاڑوں سے ٹکرانا چاہتی تھی۔

شخصی حکمرانوں نے باہر کے اخباروں کو ریاست میں داخل ہونے کی پابندیاں عائد کیں تو ایک نیا جذبہ اُبھر آیا۔ ریاست کے اندر اخبار جاری کرنے کا رُجحان تیز ہو گیا۔ مہاراجہ پرتاپ سنگھ کے پاس اخبار جاری کرنے کی درخواستیں پیش ہونے لگیں۔

ابتدا میں ان درخواستوں پر مہاراجہ نے غور کرنا قرینِ مصلحت نہ سمجھا لیکن حالات کے بدلنے کے ساتھ ہی ڈوگرہ مہاراجوں کو اپنا فیصلہ بدلنا پڑا۔ اُنہوں نے بادلِ ناخواستہ اخبار جاری کرنے کی اجازت تو دے دی لیکن اس کے ساتھ ہی ان کے لئے ایسے حالات پیدا کئے جن میں صحت مند صحافت کے اُبھرنے کے امکانات کچھ بھی نہ تھے۔ اخبار جاری کرنے کی اجازت دینے کے باوجود آزادانہ اظہارِ رائے پر شدید پابندیاں عائد کی گئیں۔ کوئی اخبار نویس حقائق کو اس کے اپنے رنگ میں پیش نہیں کر سکتا تھا۔ جو کوئی حقیقت

بیابانی سے کام لیتا اُس کے لئے زندہ رہنا مُشکل بنا دیا جاتا تھا۔ یہ صورتِ حالی
پورے چوبیس برس تک قائم رہی۔
۱۹۲۴ء سے ۱۹۴۷ء تک دار وگیر کا زمانہ تھا۔ اُسی زمانہ میں آزادی
کی رو تیز ہوگئی۔ سیاسی سطح پر اہم واقعات رُونما ہونے لگے۔ ریاستی عوام میں
سیاسی بیداری پیدا ہونے لگی۔

ابتدائی دَور میں بہت سارے اخبارات جاری ہوئے لیکن ان کو وہ
دل میسّر نہیں ہوا جو ان کی ترقی اور بقا کے لئے ضروری تھا۔ حکمران اخباروں
ختم کرنے کے درپے تھے۔ جو اخبار نویس مُخلص اور ایمان دار تھے اور جنہوں
صحافت کو ایک خاص مقصد کے تحت اختیار کیا تھا، وہ حکومت کی
گیر پابندیوں کے شکار تھے۔ ایسے اخباروں کی تعداد بہت کم تھی لیکن ان کو
عوام کا اعتماد اور تعاون حاصل تھا، جس سے یہ اخبار زندہ تھے۔
یہ تمدنی احیاء کا دَور تھا۔ اخباروں میں روایت اور تغیّر کا امتزاج
آتا تھا۔ یہ اخبار ماضی کو کُرید کر مُستقبل کی طرف عوام کی رہنمائی کرتے
تھے اور ان سے حیاتِ نَو کے چشمے پھُوٹنے لگے تھے۔ صحافت کے اس
ابتدائی دَور میں کشمیر میں اخبار جاری کرنا اپنے اُوپر مصیبت سوار کرنے کے
برابر تھا۔ لیکن ایک جنون تھا جو صحافیوں کو اس خارزار میں بادیہ پیمائی پر مجبور
کر رہا تھا۔ صحافی مُشکلات میں گھرے ہوئے تھے۔ ان پر طرح طرح کی
پابندیاں تھیں۔ وہ ایک ایسے بحران میں مُبتلا تھے جو کبھی ختم ہونے والا نہ

تھا۔ لیکن شوق دامن گیر تھا، اس لئے ہر مصیبت اور مشکل آسان بن رہی تھی۔

۱۹۲۴ء میں جموں سے ریاست کے پہلے اخبار "رنبیر" کا اجراء ہوا۔ ۱۹۳۲ء میں کشمیر کا پہلا اخبار "وتستا" جاری ہوا۔ اس کے ساتھ ہی "ہمدرد"، "مارتنڈ"، "خدمت"، "خالد"، "نور"، "دیش" اور بہت سے دوسرے اخبار منظر عام پر آگئے۔ ان اخباروں کے اجراء سے تبائیس سال قبل حکومت نے ایک سرکاری اخبار "بدیا بلاس" جاری کیا تھا جو اردو اور ہندی میں شائع ہوتا تھا۔

"رنبیر" کا اجراء ریاست کی صحافت میں تاریخی اہمیت رکھتا ہے۔ اس اخبار سے نہ صرف یہ کہ ریاست میں اردو صحافت کا آغاز ہوا بلکہ ذمہ دار صحافت کی داغ بیل پڑ گئی۔ اخبار کے ایڈیٹر لالہ ملک راج صراف نے ایک خاص عزم سے ریاست میں اخبار جاری کرنے کی شروعات کی تھیں۔ اخبار جاری کرنے کے لئے ان کو کئی سال تک زبردست جدوجہد کرنا پڑی۔ انہوں نے ہی اخبار والوں کے تئیں مہاراجہ پرتاپ سنگھ کے کٹّر رویّہ کو تبدیل کیا۔ لالہ ملک راج صراف کو جب پہلی بار اخبار جاری کرنے کے لئے دربار کشمیر کے عتاب کا سامنا کرنا پڑا تو وہ ہمت نہیں ہارے۔ انھوں نے اپنی کوششیں جاری رکھیں، حتیٰ کہ اس وقت کی حکومت کو، جو مطلق العنان تھی، اس مردِ ناتواں کے آگے جھک جانا پڑا۔

"رنبیر" جاری ہونے کے بعد ریاست میں باضابطہ صحیفہ نگاری کا آغاز

ہوا۔ اس اخبار کے جاری ہونے کے بعد پُورے آٹھ سال تک صحافت کے میدان میں آنے کی کسی کو جُرأت نہ ہوئی۔ "رنبیر" نے اس عرصہ کے دوران صحافت میں اعلیٰ روایتیں قائم کیں۔ شخصی حکومت کے سخت پریس قانون کے باوجود مُلک راج صراف صاحب اپنی صحافتی ذِمّہ واریاں پُروقار طریقہ پر پُوری کرتے رہے۔

ریاست میں صحافت کے لئے یہ ایک آزمائشی دَور تھا۔ اس عرصہ میں اخبار چلانے اور اخبار کے عوامی کردار کو قائم رکھنے کے لئے جُرأت اور فہم و فراست کی ضرورت تھی۔ خوش قسمتی سے یہ دونوں خصوصیتیں لالہ مُلک راج صراف میں موجود تھیں۔ وہ اعتدال پسندی کے ساتھ حکومت کی خامیوں کو ایک مؤثر پیرایہ میں اُجاگر کرتے رہے۔ اس سلسلے میں اُنہیں کسی کسی وقت سرکار کی دھمکیوں کا بھی سامنا کرنا پڑا۔ ان دھمکیوں کے باوجود "رنبیر" عوام کے تئیں اپنی ذِمّہ واریاں بہتر انداز سے پُوری کرتا رہا۔ یہ خوش قسمتی کی بات ہے کہ ریاست میں صحافت کا افتتاح ایک ایسے آدمی کے ہاتھ سے ہُوا، جو صحافت کے فن سے دلچسپی رکھتا تھا اور اس فن میں پُوری مہارت رکھتا تھا۔

لالہ مُلک راج صراف نے اپنی کاوشوں سے ریاست میں صحافت کی بُنیاد ڈالی تھی۔ اس بُنیاد کو مضبُوط بنانے کے لئے جس ماحول کی ضرورت تھی، وہ ریاست میں موجود نہ تھا۔ یہاں شخصی حکومت اور مطلق العنانیت تھی ایسے نظام میں صحافت ترقی کرتی تو کیونکر؟

اس دَور میں لالہ مُلک راج صراف کے علاوہ کئی ایسے صحافی میدان

میں آ گئے جو آزادی کے جذبے سے سرشار تھے۔ ان لوگوں میں مولانا محمد سعید مسعودی، پنڈت پریم ناتھ بزاز، جانکی ناتھ زتشی، شری کیشپ بندھو، عبدالعزیز "روشنی"، ایم اے صابر، علامہ کشفی، میر عبدالعزیز، نند لال واتل، راجہ محمد اکبر خان اور دیوان نرسنگھ داس نرگس قابلِ ذکر ہیں۔ ان لوگوں کو احساس تھا کہ صحافت کی ترقی اُس وقت تک ناممکن ہے جب تک ریاست میں جمہوری نظام قائم نہیں ہو جاتا۔ ان اشخاص میں اکثر اُس تحریک کے ہراول دستے میں شامل تھے جو ریاست کو مُطلق العنانیت سے چھٹکارا دلانا چاہتا تھا۔ ان لوگوں کی طرف سے ریاست میں اخبار جاری کرنے کا عزم یہاں کی صحافت کے لئے نیک فال تھا۔ ان لوگوں نے صحافت کو ایک فن کے طور اختیار کیا تھا اور فنِ صحیفہ نگاری کو یہ لوگ بامِ عروج پر پہنچانا چاہتے تھے۔ یہ لوگ کشمیر کی فکری تحریک کے علم بردار تھے۔ ان کی سوچ گہری تھی۔ حالات سے نتائج اخذ کرنے کا ان میں ملکہ تھا۔ ان کے لکھنے کا ایک خاص سٹائل تھا۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ یہ سب ایک جذبہ اور ایک نیک مقصد سے فنِ صحیفہ نگاری سے وابستہ ہو گئے تھے۔ ان لوگوں نے اپنی بے باک اور اثر انگیز تحریروں سے یہاں نئی فضا پیدا کی۔ لوگوں کی فکر و نظر میں وسعت پیدا کی اور اس طرح نہ صرف یہ کہ صحافت کی ترقی کے امکانات پیدا کئے بلکہ آزادی کی راہوں کو بھی ہموار کر دیا۔

مولانا محمد سعید مسعودی پہلے "ہمدرد" اور پھر "خدمت" سے وابستہ رہ کر ادارت کی ذمہ داریاں پوری کرتے رہے۔ اپنی عالمانہ تحریروں سے

انہوں نے ریاستی عوام کے ذہن و دل میں انقلاب پیدا کر دیا۔

پنڈت پریم ناتھ بزاز نے جب "ہمدرد" کی ادارت کے فرائض سنبھال لئے تو اُنھوں نے قلم کے بہترین جوہر دکھلائے۔ انہیں کئی بار حکومت کے عتاب کا شکار ہونا پڑا۔ دو ایک بار اُن سے نقد ضمانتیں طلب کی گئیں۔ وہ پُختہ شعور رکھتے تھے۔ ان کی معلومات وسیع اور تحریر بے باک تھی۔ اُنہیں صحافت کے اُتار چڑھاؤ کا پُورا علم تھا۔ انہوں نے "ہمدرد" کو اپنی نگارشات سے کشمیر کا مقبول ترین اخبار بنا دیا۔

کشمیر میں مولانا محمد سعید مسعودی، پنڈت پریم ناتھ بزاز، شری کیشپ بندھو، علاّمہ غلام احمد کشفی، شری جانکی ناتھ زتشی اور دوسرے لوگ اخبارات کو اُونچے معیار اور اعلیٰ درجہ تک پہنچانے کی کوشش کر رہے تھے تو جموں میں لالہ ملک راج صراف، دیوان نرسنگھ داس نرگس، لالہ شو رام گپتا، راجہ محمد اکبر خان، اللہ رکھا ساغر، معراج الدین معراج، مہندر سنگھ، ماسٹر روشن لال، اخبار نویسی میں نئے نئے تجربے کر رہے تھے۔ دونوں صوبوں میں صحافی ایک جذبے سے سرشار تھے۔

اس آزمائشی دور میں ریاست کی صحافت کو جس پایہ کے صحیفہ نگار مل گئے، بعد کے کسی دور میں اس پایہ کے اخبار نویس پیدا نہیں ہوئے۔ یہی وجہ ہے کہ ۱۹۴۷ء کے بعد ریاست کی صحافت ایک فن کے طور پر کوئی پیش رفت نہ کر سکی۔ ۱۹۳۲ء سے ۱۹۴۷ء تک ان اعلیٰ پایہ کے صحافیوں نے اپنی بے باک اور بے لاگ تحریروں سے ریاست میں ایک مقام حاصل کیا

انھوں نے نیشنل کانفرنس اور دوسری ترقی پسند تحریکوں کو آگے بڑھایا۔ تنگ نظری، تعصب اور جاگیر شاہی کے خلاف ایک جنگ شروع کی۔ اس جنگ میں انھوں نے فرقہ پرستوں اور رجعت پسندوں کو پوری شکست دی۔ ریاست کی ترقی پسند تحریکوں کے ساتھ اخباروں نے اپنی تحریک بھی شروع کی۔ یہ تحریک پریس کی آزادی اور پریس کی ترقی کے لئے تھی؛ اس تحریک میں ہر چھوٹا بڑا اخبار نویس شامل تھا۔

سنہ ۱۹۴۲ء تک یہی رَو چلتی رہی۔ اس کے بعد ان اخبار نویسوں نے اپنے آپ کو باضابطہ آزادی کی تحریک کے ساتھ وابستہ کر دیا۔ جب تحریک نے زور پکڑ لیا تو ان اخبار نویسوں نے صحافت کو خیرباد کہا اور یہ میدان دوسروں کے لئے خالی کر دیا۔

ریاست میں اُردو صحافت کی یہ بدنصیبی تھی کہ ان اعلیٰ پایہ کے صحافیوں نے اُس وقت صحافت سے کنارہ کشی اختیار کی جب یہاں کے اخبار نویسوں کو ایسے لوگوں کی رہنمائی کی اشد ضرورت تھی۔ مولانا مسعودی، شری کیشپ بندھو اور دوسرے لوگ جب صحافت کو چھوڑ چکے تو پریم ناتھ بزاز اس میدان میں اکیلے رہ گئے۔ وہ بھی اپنے آپ کو عملی سیاست سے زیادہ دیر تک دُور نہ رکھ سکے۔ سنہ ۱۹۴۷ء کے آغاز میں جب حالات نے پلٹا کھایا تو شری پریم ناتھ بزاز کی دلچسپیاں اخبار نویسی سے کم ہو گئیں اور وہ عملی سیاست میں اُلجھ گئے۔ سنہ ۱۹۵۰ء میں شری بزاز کو نظر بند کر دیا گیا اور اس کے ساتھ ہی ریاست میں صحافت کا پہلا دَور ختم ہو گیا۔

۲-

۱۹۴۷ء میں آزادی کا سورج طلوع ہوا۔ ایک نئے دَور کا آغاز ہوا۔ آزادی کا یہ دَور صحافت کے لئے ابتلا اور انتشار کا دَور ثابت ہوا۔ ابتدا میں جن اعلیٰ پایہ کے صحافیوں کی رفاقت یہاں کے اخبار نویسوں کو حاصل تھی، اُن سب نے میدان چھوڑ دیا تھا۔ نئے اخبار نویسوں میں کوئی ایسا آدمی نظر نہیں آرہا تھا جو صحافت کے پُرخار میدان میں اس فن کو اُونچے معیار تک پہنچانے کی کوشش کرتا۔ ایک طرف اعلیٰ پایہ کے مخلص صحافی ناپید تھے تو دوسری طرف پریس کے تئیں حکومت کا رویّہ معاندانہ تھا۔ شخصی دَور میں پریس پر جو پابندیاں تھیں، وہ نئے دَور میں بدستور قائم رہیں۔ کچھ تو حالات نے اور کچھ نئے حکمرانوں نے صحافت کے لئے ایسی مشکلات پیدا کر دیں کہ اخباروں کا زندہ رہنا مشکل بن گیا۔ ۱۹۴۷ء کے انقلاب کے بعد جو اخبارات، حالات کی ناسازگاری کا مقابلہ کرتے ہوئے بچ گئے تھے، اُن کے سامنے اپنے وجود کو قائم رکھنے کا مسئلہ سب سے اہم تھا۔ اخباروں کا وجود قائم رکھنے کے لئے صحافیوں کو اپنے اُوپر ایسی پابندیاں عائد کرنے کی ضرورت تھی جو دیانت دارانہ صحافت کے منافی تھیں۔ ریاست میں ہنگامی حالات موجود تھے۔ کشمیر جنگ کی لپیٹ میں آچُکا تھا۔ سرحدوں پر کشیدگی تھی۔ صدیوں کی زندگی کا ڈھانچہ بدل گیا تھا۔ ان حالات میں پریس کی آزادی کا مطالبہ ایک بے معنی بات تھی، اخبار نویسوں میں کوئی ایسا آدمی نہ تھا جو صحافت کی پُرخطر راہوں میں اس

فن کو ایک معیار تک پہنچانے کی پُر خلوص کوششیں کرتا!

۱۹۴۷ء سے ۱۹۵۳ء اور اس کے بعد ۱۹۵۸ء یعنی گیارہ سال تک ریاست کی صحافت بے معنی راہوں میں بھٹکتی رہی۔ صحافی انتشار اور ابتری کے شکار رہے۔ اس دَور میں ریاستی صحافت کو دو بڑے سانحے پیش آئے ریاست کے دو مؤقر اخبارات "رنبیر" اور "ہمدرد" بند ہو گئے۔ "رنبیر" ۱۹۲۴ء میں جاری ہوا تھا اور لگ بھگ تیس سال تک ریاست کی اُردو صحافت میں اپنی جولانیاں دکھا چکا تھا۔ "ھمدرد" بھی لگ بھگ بیس سال تک میدانِ صحافت میں اپنے جوہر دِکھا چکا تھا۔ ان دونوں اخباروں نے جموں اور کشمیر میں اپنا ایک خاص مقام حاصل کیا تھا۔ ان کی تحریروں نے ایک نیا ذہن تیار کیا تھا۔ عوام پر ان دونوں اخباروں کا گہرا اثر تھا۔ ان کی ایک تاریخ تھی، ایک کردار تھا۔ ان دونوں اخباروں نے کبھی مصلحتوں کے تحت حالات کے ساتھ سمجھوتہ کیا اور کبھی حالات کی رَو بدلنے کے لئے مردانہ وار مقابلہ بھی کیا۔ آزادی کے حصول کے فوراً بعد ان اخباروں کا بند ہو جانا ریاستی صحافت کا ایک بہت بڑا المیہ تھا۔

"رنبیر" اور "ہمدرد" کے بند ہو جانے کے بعد ریاستی صحافت میں ایسے لوگوں نے عمل دخل حاصل کیا جو اس فن سے قطعی طور نا آشنا تھے۔ یہ لوگ اخباری دُنیا کی ظاہری شان و شوکت دیکھ کر اپنی شان بڑھانے کے لئے اس پیشہ سے وابستہ ہو گئے۔ صحافت کا پیشہ اختیار کرنے کا ان لوگوں کے پاس صرف یہ مُدعا و مقصد تھا کہ اپنا سماجی مرتبہ بڑھا دیا جائے۔ ایسے لوگوں

کے میدانِ صحافت میں آجانے سے اخبار نویسی، لچر نویسی میں تبدیل ہو گئی۔ اخبار چیتھڑے بن گئے۔ اخباروں کی ساکھ گر گئی۔ اس دور میں اخباروں کی تعداد بہت بڑھ گئی لیکن اخباروں کا اثر کم ہو گیا۔ بازاری صحافت نے خود عوام اور حکومت، دونوں کی نظروں میں اخبار نویسوں کی توقیر و عزت کم کر دی، اخبار درجنوں نکلتے تھے لیکن بے جان و بے رُوح۔ ان کی اشاعت بہت محدود تھی۔ سطحِ آب پر پانی کے بُلبلوں کی طرح اخبار اُبھرتے تھے اور فنا ہو جاتے تھے۔ اس دور میں جو اخبار منظرِ عام پر آگئے، اُن میں کچھ سیاسی جماعتوں کی ملکیت تھے، کچھ مذہبی انجمنوں کے، کچھ اصلاحی کمیٹیوں کے اور کچھ حکومت کے قصیدہ گو تھے۔ کچھ ان میں سے آزاد خیال بھی تھے لیکن سب کا اثر و نفوذ نفی کے برابر تھا۔ عوام ان سے کوئی اثر لیتے تھے اور نہ حکومت۔ ۱۹۴۷ء سے ۱۹۵۷ء یعنے دس سال تک یہی کیفیت رہی۔

۱۹۵۷ء کے بعد کچھ لوگوں نے پھر سنجیدگی سے صحافت کے پیشے کو اپنایا، انھوں نے مشکلات اور جھگڑ بندیوں کے باوجود فنِ صحافت کو اُونچے معیار تک پہنچانے کی کوشش کی۔ ان صحافیوں نے صحیح معنی میں اخباروں کو سچائی کا علم بردار اور عوام کا ترجمان بنانے کا جتن کیا۔ اس راہ کی مشکلوں کے باوجود ان صحافیوں نے آزاد روِش اختیار کی۔

۱۹۵۸ء میں خواجہ ثناء اللہ بٹ نے سرینگر سے "آفتاب" جاری کیا۔ ۱۹۶۴ء میں شمیم احمد شمیم نے "آئینہ" شائع کرنا شروع کیا۔ ۱۹۶۹ء میں صوفی غلام محمد نے "سرینگر ٹائمز" جاری کیا۔ اس سے قبل غلام رسول عارف نے "ہمدرد"

جاری کیا تھا۔ انھوں نے بھی "ہمدرد" کو عام رَو سے باہر نکال کر شائع کرنا شروع کیا تھا۔ عارف صاحب نے بخشی غلام محمد کے دورِ حکومت میں "ہمدرد" کو نئی ڈگر پر ڈال دیا اور اس کے ذریعہ وہ ہر جماعت کے نقطۂ نظر کو دیانت داری سے پیش کرنے لگے۔ "ہمدرد" کی یہ روش بخشی غلام محمد کو پسند نہیں آئی۔ چناں چہ ۱۴/اپریل ۱۹۵۸ء کو بخشی صاحب مرحوم نے ایک بیان میں کہا۔ "ہمدرد" محاذِ رائے شماری کا ترجمان ہے۔" عارف صاحب نے دوسرے ہی روز ریاستی وزیرِ اعظم کے اس بیان کی تردید کی اور لکھا کہ "ہمدرد" ایک آزاد خیال اخبار ہے۔ غلام رسول عارف نے یقیناً ایک آزاد خیال پالیسی اختیار کی تھی۔ اُس وقت کسی اخبار کو کسی مخالف جماعت، خاص طور سے محاذِ رائے شماری کی سرگرمیوں سے متعلق خبریں لکھنے کی جرأت نہ ہوتی تھی۔ "ہمدرد" نے شیخ صاحب اور بیگ صاحب کے خلاف سازش کے مقدمہ کی روئداد شائع کرنے کا سلسلہ شروع کر کے جرأت مندی کا ثبوت دیا تھا۔

خواجہ ثناء اللہ بٹ پہلے اخبار نویس ہیں جنھوں نے اس زمانے میں اپنے اخبار کو عوام کا اخبار بنانے کی کوشش کی۔ اب تک کوئی اخبار نویس اخباروں کی اشاعت بڑھانے کی طرف بالکل کوئی توجّہ نہیں دیتا تھا۔ ثناء اللہ بٹ صاحب نے اس رجحان کو ختم کر دیا۔ ان کا نظریہ تھا، وہ اخبار، اخبار کہلانے کا مستحق نہیں جو عوام کے سامنے نہ آئے۔ اس وقت کشمیر میں شائع ہونے والے ہر اخبار کا، قارئین کا مخصوص اور محدود حلقہ ہوتا تھا۔ کوئی اخبار ان حلقہ بندیوں کو توڑ کر ہر مکتبِ فکر کے لوگوں کا مقبول اخبار نہیں بن سکا تھا۔ خواجہ ثناء اللہ

بٹ نے اپنی دن رات کی کاوشوں سے "آفتاب" کو عوامی اخبار بنایا۔ بہت کم وقت میں اس کے قارئین کا حلقہ کافی بڑھ گیا۔ انھوں نے "آفتاب" کو ہر لحاظ سے معیاری اخبار بنانے کی جان توڑ کوششیں کیں۔ اخبار کے عوامی کیریکٹر کو قائم رکھنے کے لئے ثناء اللہ بٹ نے غیر معمولی سوجھ بوجھ سے کام کیا۔ حکومت وقت کو ناراض کئے بغیر وہ "آفتاب" کو مشاقی سے عوامی اُمنگوں کا ترجمان بنانے میں کامیاب ہو گئے۔ انھوں نے نہ صرف یہ کہ پالیسی کے معاملہ میں اخبار کو ایک خاص مرکز پر رکھا بلکہ طباعت اور کتابت کے لحاظ سے بھی وہ اپنے اخبار کو دِلکش بناتے رہے۔ "آفتاب" کی یہ روش عوام کو بہت بھائی اور وہ اس کا مطالعہ شوق اور دلچسپی سے کرنے لگے!

ثناء اللہ بٹ اخبار نویسی میں نئے نئے تجربے کرنے لگے۔ انھوں نے کچھ روایتیں بھی قائم کیں۔ "آفتاب" کے نئے تجربوں سے اس کی اشاعت میں کافی اضافہ ہوا۔ لیکن اُس کے کچھ تجربے اخلاقی نقطۂ نظر سے اچھے نہیں تھے "آفتاب" نے جنسی اور رومانوی خبروں کو اس انداز سے پیش کرنا شروع کیا کہ ظاہر ہوتا تھا کشمیر میں اغوا کے سوا کچھ نہیں۔ کچھ وقت بعد خواجہ ثناء اللہ بٹ کو اس بات کا احساس ہوا، اور انھوں نے جنس، رومان اور جرائم سے متعلق خبروں کو نمایاں طور پیش کرنا ترک کر دیا۔

"آفتاب" کے اجرا کے کچھ عرصہ بعد ہی ۱۹۶۴ء میں خواجہ غلام محمد صادق برسر اقتدار آ گئے۔ اب نئے نئے اخبار منظرِ عام پر آنے لگے۔ درجنوں اخبار جاری ہوئے۔ ان اخباروں میں شمیم احمد شمیم کا اخبار "آئینہ" خاص اہمیت

رکھتا ہے۔ "آئینہ" کے اجرا کے ساتھ ہی اخباری دُنیا میں پھر زندگی کی لہر دوڑ گئی۔ اب تک اخباری دُنیا پر جو جمُود طاری ہوا تھا، وہ ٹوٹنے لگا۔ شمیم احمد شمیم نے اپنے دِل نشین طرزِ بیان اور اپنی بے باک تحریروں سے عوامی ذہن و دِل کو بے حد متاثر کیا۔ "آئینہ" کو انھوں نے اچھوتا رنگ بخش دیا۔ وہ اپنی طنز میں ڈُوبی ہوئی نگارشات سے قارئین کو محظوظ اور مطمئن کرتے رہے۔ شمیم احمد شمیم نے بے رحمی کے ساتھ یہاں کے تمام لیڈروں پر طنز کے تیر برسانے شروع کئے۔ ان کے قلم کی زد سے کوئی لیڈر بچ نہ سکا۔ شیخ صاحب سے بخشی غلام محمّد تک، خواجہ غلام محمّد صادق سے سیّد میر قاسم تک تمام رہنماؤں کے کردار کا انھوں نے تجزیہ کیا۔ انھوں نے پاکستان کی بدعہدیوں اور ہندوستان کی حماقتوں کا کچّا چٹھا نکال دیا۔ "آئینہ" کی بے رحم تحریروں نے اس کے لئے بہت سارے دُشمن پیدا کئے۔ لیکن یہ انداز اپنی تلخیوں کے باوجود لوگوں کو بہت پسند آیا۔ "آئینہ" دانشور طبقہ میں مقبول ہو گیا۔ "آئینہ" کا وار جس پر پڑا، وہ اس اخبار کا شیدائی بن گیا۔ شمیم احمد شمیم کے عملی سیاسیات میں حصّہ لینے کے بعد "آئینہ" ان کی ذاتی سرگرمیوں کا ترجُمان بن گیا۔

"آفتاب" اور "آئینہ" کے صحافتی میدان میں آجانے کے کچھ عرصہ بعد صوفی غلام محمّد کا اخبار "سری نگر ٹائمز" پُر وقار انداز میں مطلعِ صحافت پر نمُودار ہوا۔ یہ اخبار اُس وقت لوگوں کے سامنے آگیا جب کشمیر کی صحافت پھر ایک تعطّل

میں مبتلا ہو گئی تھی۔ "سرینگر ٹائمز" کے میدان میں آتے ہی اخباری دُنیا میں پھر ایک ہل چل دوڑ گئی۔ "سرینگر ٹائمز" نے ابتدا ہی سے حقائق کو اپنے رنگ میں پیش کرنا شروع کیا۔ اخبار نے سچائی کے اظہار میں حکومت کے عتاب کی کوئی پروا نہیں کی۔ حکومت کی حماقتوں اور بے عملیوں کو "سرینگر ٹائمز" نے بے خوف ہو کر عریاں کر دیا۔ اس کی بے لاگ اور بے باک تحریروں نے تھوڑے عرصہ میں ہی عام لوگوں کو اس اخبار کا بہی خواہ بنا دیا۔ عام لوگوں نے "سرینگر ٹائمز" کے مطالعہ میں غیر معمولی دلچسپی لینی شروع کی۔ عوام نے اس اخبار کو اپنے بھرپور اعتماد کے قابل سمجھا۔ اخبار نے ہر قسم کے استحصال کے علاوہ فرقہ پرستی، تعصب اور صوبہ پرستی کے خلاف اپنا زور صرف کیا۔ اس نے سیاسی جماعتوں کے خیالات اور نظریات کو اپنی پسند یا ناپسند سے بالاتر ہو کر پیش کیا۔ خبروں کو پیش کرنے کا یہ اثباتی طریقہ اب تک یہاں ناپید تھا۔ ہر اخبار اپنی پسند اور ناپسند کے مطابق خبریں پیش کرتا تھا۔ اس طرح خبروں میں ان جماعتوں کے خیالات کی ترجمانی ہونے کی بجائے اخباروں کی اپنی پسند کا عکس جھلکتا تھا۔ چنانچہ صحافتی بددیانتی کے مرتکب ہو رہے تھے!

نئے صحافتی رجحانات

ریاست میں صحافت کے آغاز سے ہی یہاں کے اخباروں کا مخصوص رنگ رہا۔ ہر دور میں یہاں کے اخباروں اور باہر کے اخباروں میں ایک واضح فرق دکھائی دیا۔ کشمیر کی پس ماندگی کا عکس یہاں کے اخباروں میں بھی جھلکتا رہا۔ ریاست کے اخبارات ایک محدود دائرے میں کام کرتے رہے — ان اخباروں نے ہر دور میں زیادہ تر مقامی مسائل کو اُبھارنے کی کوشش کی۔ قومی اور بین الاقوامی واقعات کو اخبارات بہت کم اہمیت دیتے رہے۔ اس کی کچھ خاص وجوہات تھیں۔ ایک یہ کہ یہاں خبروں کے ذرائع نہیں تھے۔ باہر کی خبر رساں ایجنسیوں سے خبریں حاصل کرنا اخبار نویسوں کے لئے ممکن نہیں تھا۔ یہاں ایسی سہولیات بھی نہ تھیں جن کی بدولت خبر رساں ایجنسیوں کی خدمات سے استفادہ کیا جاتا۔ زیادہ تر اخبارات مقامی اور فروعی مسائل سے پُر ہوتے تھے۔ مقامی نوعیت کی جو خبریں اخباروں کی زینت بن جاتی تھیں، وہ بہت مشکل سے خبروں کی ذیل میں آتی تھیں۔ خبروں کے فقدان کے باعث اخبار نویس اداریہ نگاری کی طرف زیادہ توجّہ مبذول کرتے تھے۔ ہمدرد، خدمت، خالد، دیش، نور، مارتنڈ، رہبر اور دوسرے اخبار اس کی مثال پیش کرتے ہیں۔ اخباروں کا زیادہ تر حصّہ اداریوں اور مضامین سے پُر ہوتا تھا۔ خبریں

بہت کم ہوتی تھیں۔ روزانہ اخباروں کا بھی یہی حال تھا۔
۱۹۴۸ء میں جب سری نگر اور جموں میں دو ریڈیو سٹیشن قائم ہو گئے تو ریڈیو اخباروں کے لئے خبریں حاصل کرنے کا اہم ذریعہ بن گیا۔ اب اخباروں میں تازہ بہ تازہ قومی اور بین الاقوامی خبریں اپنی اہمیت کے مطابق جگہ حاصل کرنے لگیں۔ اس تبدیلی کے باوجود ریاستی اخباروں کا اپنا مخصوص رنگ بدستور قائم رہا۔

ریاست میں اخبار جاری کرنے کا تصوّر، اُس تصوّر سے مختلف تھا جو ہندوستان کی دوسری ریاستوں میں تھا۔ کشمیر سے باہر ایک اخبار جاری کرنے کے لئے لاکھوں روپیہ کے بُنیادی سرمایہ کی ضرورت ہوتی تھی۔ کشمیر میں ایسی بات نہیں تھی۔ یہاں اخبار جاری کرنے کے لئے صرف ڈیکلریشن درکار تھا۔ ... ... ڈیکلریشن حاصل کرنا یہاں اتنا ہی مُشکل تھا جتنا باہر کے اخبار نویسوں کو سرمایہ... ... ... اخبار کا مالک ایڈیٹر ہوتا تھا، رپورٹر ہوتا تھا، کلرک ہوتا تھا، چپڑاسی ہوتا تھا اور اگر خط اچھا ہوتا تو کاتب بھی ہوتا تھا۔ ہفتہ وار اور بعض اوقات روزانہ اخبار بھی ایک آدمی کا کارنامہ ہوتے تھے۔ آج بھی لگ بھگ یہی صورتِ حال کار فرما ہے۔ اس میں معمولی فرق آگیا ہے!

اس طریقہ پر اخبار شائع کرنا اُن حالات کا بدیہی نتیجہ تھا جن حالات میں یہاں کے اخبار نویس کام کرتے تھے۔ اخباروں کی آمدن کا واحد ذریعہ سرکاری اشتہارات تھے۔ ریاست کی صنعتی اور تجارتی پس ماندگی کی وجہ سے اخباروں

کو تجارتی اور کاروباری اشتہارات حاصل نہیں ہوتے تھے۔ صحافیوں کو سرکاری اشتہارات پر تکیہ رکھنا پڑتا تھا۔ سرکاری اشتہاروں پر تکیہ قدرتی طور اخباروں کو سرکار کا دست نگر بناتا تھا۔ اخبار اپنے وجود کو قائم رکھنے کے لئے کسی طرح سرکار کو ناراض کرنا نہیں چاہتے تھے۔ چناں چہ اخبارات آہستہ آہستہ سرکار کے ہی ترجمان ہو کر رہتے۔ وہ عوام کے تئیں اپنی ذمہ داریاں بھول جاتے۔ اکثر اوقات وہ عوامی مفادات کے خلاف بھی کام کرتے تھے۔ سرکار اخباروں کی اس کمزوری کا فائدہ اُٹھا کر اُن کو اپنی مرضی کا غلام بنا دیتی تھی۔ اس طرح اخباروں کی آزاد خیالی پر ضرب پڑتی تھی۔ ہر اخبار کی قیمت، اس کی سرکار کے تئیں وفاداری کے مطابق مقرر کی جاتی تھی۔ جو اخبار سرکار کا زیادہ وفادار بننے کی کوشش کرتا، اُس کو اسی حساب سے زیادہ اشتہارات دیئے جاتے تھے!

اشتہاروں کی بندر بانٹ اکثر اوقات صحافیوں اور محکمۂ اطلاعات کے آفیسروں کے درمیان کشیدگی پیدا کرتی تھی۔ اس طرح اخباروں اور حکومت کے درمیان بھی رسّہ کشی پیدا ہو جاتی تھی۔ اخبارات پبلسٹی آفیسروں کے خلاف زہر اُگلتے تھے۔ چناں چہ یہ کھینچا تانی بہت ہی ناخوش گوار حالات پیدا کرنے کا باعث بنتی تھی!

حکومت اور اخباروں کے درمیان خوش گوار تعلّقات قائم کرنے کے لئے اخبار نویس اکثر مطالبہ کرتے رہتے تھے کہ پریس ایڈوائزری بورڈ قائم کیا جائے تاکہ وہ اس کے ذریعہ اخباروں کے مسائل اور مشکلات کے بارے میں

سرکار کو مشورے پیش کر سکیں۔ شخصی حکومت نے اخبار نویسوں کے اس مطالبے کو کبھی پورا نہیں کیا۔ آزادی کے بعد پریس ایڈوائزری بورڈ قائم کرنے کے لیے کشمیر جرنلسٹس ایسوسی ایشن نے مولانا محمد سعید مسعودی کی سرپرستی میں ایک میمورنڈم تیار کیا۔ یہ میمورنڈم ۲۶ اکتوبر ۱۹۵۱ء کو جموں و کشمیر کے وزیر اعظم شیخ محمد عبداللہ کو پیش کیا گیا۔ میمورنڈم میں لکھا گیا تھا:-

"جب سے جرنلسٹس ایسوسی ایشن بنی ہے، اس نے متواتر اس مطالبے کو دُہرایا کہ ریاست میں ایک پریس ایڈوائزری بورڈ کا قیام عمل میں لایا جائے۔ پرانی حکومت اس تجویز کو پسندیدگی کی نظر سے نہیں دیکھتی تھی لیکن موجودہ حکومت کی پوزیشن بالکل مختلف ہے۔ ہمیں اس سے بجا طور فخر ہے کہ وہ مقامی پریس کو ہر قسم کا تعاون دے گی۔ ایسوسی ایشن ریاست میں صحافت کے معیار کو بلند کرنے کے لئے اپنا دستِ تعاون پیش کرنے کے لیے ہمیشہ تیار بر تیار ہے۔ پریس ایڈوائزری بورڈ کا سوال حکومت کی وزارتِ نشریات و اطلاعات کے سامنے اُٹھایا گیا لیکن گفت و شنید ناکام رہی۔ پریس ایڈوائزری بورڈ کے لائحہ عمل کے متعلق ایسوسی ایشن نے مناسب تجاویز اور سفارشات تحریری طور پیش کیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ حکومت اور پریس کے درمیان مؤثر رابطہ قائم کیا جائے۔ اس سے ریاست میں صحت مند صحافت کی ترقی کی ضمانت مل جائے گی اور حکومت اور پریس

کے درمیان باہمی تعلقات خوش گوار بن جائیں گے!"
شیخ صاحب کی حکومت نے صحافیوں کے اس مطالبے کو پورا نہیں کیا۔ جب ۱۹۵۳ء میں بخشی غلام محمد برسراقتدار آگئے تو پریس ایڈوائزری بورڈ قائم کرنے کا مطالبہ اُن کے سامنے پیش کیا گیا۔ اُنھوں نے بھی اس مطالبے کو نظر انداز کیا۔ خواجہ غلام محمد صادق، جن کی پالیسی پریس کے تئیں اپنے پیشروؤں کے مقابلہ میں بہت نرم تھی، نے بھی صحافیوں کے اس دیرینہ اور جائز مطالبے کو پورا نہیں کیا۔

پریس ایڈوائزری بورڈ قائم کرنے کا مطالبہ نظر انداز کرنے کا یہ نتیجہ نکلا کہ حکومت اور پریس کے درمیان ہر دور میں تعلقات کشیدہ رہے۔ پریس سے متعلق کسی اہم مسئلے پر کسی بھی حکومت نے اخبار نویسوں سے مشورہ حاصل کرنے کی ضرورت محسوس نہ کی۔ ۱۹۵۱ء میں شیخ محمد عبداللہ کی حکومت نے پریس ایکٹ کی دفعہ نمبر ۵ (الف) میں ترمیم کرتے وقت یہاں کے اخبار نویسوں سے کوئی مشورہ طلب نہیں کیا۔

اخباروں کی نسبت حکومت کے سخت اور منتقمانہ رویّہ کی وجہ سے اخبار نویسوں میں منفی رجحانات پیدا ہو گئے۔ اُنہوں نے ہر علّت کو گلے لگانا شروع کیا۔ اخبارات، جن کو عوام کی ذہنی تربیت کا فرض پورا کرنا تھا، عوام کے ذہن کو بگاڑنے کا باعث بن گئے۔ قوم کے مصلح اور رہنما بننے کے بجائے وہ عوام کو غلط راستے پر ڈالنے لگے۔ اُنھوں نے لوگوں کے ذوق کو بگاڑنا شروع کیا۔ اخبارات، جن پر ملکی سیاست اور دوسرے اہم

مسائل پر ایمان دارانہ تنقید کرنا فرض تھا، مصلحتوں کے غلام بن گئے۔ مکر و فریب اخباروں کا دستور بن گیا۔ اس طرح ریاست جموّں و کشمیر کا پریس اخلاقی سطح سے بہت نیچے گر گیا۔ اخبار نویس خطرناک اور افسوس ناک حد تک غیر ذِمہ دار بن گئے۔ اخباروں کی ان غیر ذمہ دار تحریروں کی بعض اوقات حکومت شکار بن جاتی تھی اور بعض اوقات عوام۔ حکومتیں اخباروں کی غیر ذمہ دار تحریروں کی وجہ سے اخباروں پر ٹوٹ پڑتی تھیں۔ اخباروں پر وار کرتے وقت حکومتیں اُن کے تئیں اپنی ذمہ داریوں کو بھول جاتی تھیں۔ یہاں کی حکومتوں نے کبھی بھی اخباروں کو اپنے اعتماد میں لینے کی ضرورت محسوس نہ کی۔ باہمی اعتماد کے اس فقدان نے ہی حکومت اور اخبار نویسوں کے درمیان ٹکراؤ کی فضا پیدا کی۔ ریاست کا محکمۂ اطلاعات اس ٹکراو کو ختم کرنے کے بجائے اضافہ کرتا رہا۔ جمہوریت کے اس اہم ستون کو مضبوط اور مستحکم بنانے کے بجائے ہر حکومت نے اس ستون کو گرانے کی کوشش کی۔ خواجہ غلام محمد صادق نے اپنے دور میں اخبار نویسوں کو لکھنے کی کچھ آزادی دے دی لیکن پریس کے تئیں اُنہوں نے بھی اپنی ذِمہ داریوں کو نہیں نبھایا۔

جمہوری ممالک میں پریس کی نشو و نما حکومتوں کی اہم ذِمہ داری ہوتی ہے۔ پریس کو جمہوریت کا چوتھا ستون مانا گیا ہے۔ پریس ہی حکومتوں کو آمرانہ حرکتوں سے باز رکھتا ہے۔ اگر پریس آزاد نہ ہو تو جمہوری حکومتیں بدترین قسم کی آمرانہ حکومتوں کی طرح کام کر سکتی ہیں!

کشمیر میں پریس کے تئیں کسی حکومت نے کبھی بھی اپنی ذِمہ داریوں کا

احساس نہ کیا۔ یہاں کی حکومتوں نے پریس کو دبانا ہی اپنا فرضِ منصبی جان لیا اس دباؤ میں ریاست کا پریس کیونکر صحت مند کردار ادا کرسکتا تھا اور اشاعتی اور دیانت دارانہ تنقید کا فرض پورا کرتا۔

ریاست کا پریس شخصی دورِ حکومت میں اور اس کے بعد عوامی حکومتوں کے دور میں ایک ہی قسم کے حالات سے دوچار رہا۔ پریس کوئی طاقت حاصل کرسکا اور نہ کوئی معیار قائم کرسکا۔ اس سارے عرصہ کے دوران صرف تھوڑے اخباروں نے کچھ وقت تک سنجیدگی اور دیانت داری سے اخبار نویسی کا اہم فریضہ انجام دیا۔ ان اخباروں نے عوام پر بھی کچھ اثر ڈال دیا۔ اور اپنی ساکھ بھی بڑھائی۔ نیز کسی حد تک مالی استحکام بھی حاصل کیا۔ ان اخبار نویسوں نے صحافت کے جدید رجحانات کے مطابق اخباروں کی ترتیب اور تدوین کا فرض پورا کرنا شروع کیا ۔اُنھوں نے اخباروں کی ترتیب و تزئین میں جدّت پیدا کی۔ خبریں اور اداریے لکھنے کا جو ڈھنگ تھا، وہ ان صحافیوں نے بدل دیا اور اس میں کچھ تبدیلیاں کی گئیں۔ اخباروں کے ایڈیٹر اداریہ لکھتے وقت ہر ایڈیٹوریل کی ایک لمبی تمہید لکھتے تھے۔ تمہید کے بعد کچھ دُور از کار باتوں کو ضمنی طور اداریوں میں درج کیا جاتا تھا۔ اس کے بعد اصل مقصد پر خامہ فرسائی کی جاتی تھی۔ چناں چہ ایڈیٹوریل شیطان کی آنت کی طرح لمبے ہو جاتے تھے۔ سنہ ۱۹۵۰ء کے بعد لمبے ایڈیٹوریل لکھنے کی روایت ختم ہو گئی اور ایڈیٹروں نے مختصر اور مثبت اداریے لکھنے شروع کئے۔ اس طرح اداریہ نگاری میں ایک سلجھاؤ پیدا ہو گیا۔ موضوع کے اعتبار سے بھی اداریوں میں تبدیلی

واقع ہوئی۔ موضوع کی تلاش اخباری ایڈیٹروں کے سامنے مستقل مسئلہ تھا لیکن اب گھسے پٹے موضوعات پر بھی اس انداز سے لکھا جانے لگا کہ پرانا موضوع دلکش بن جاتا۔

خبروں کو پیش کرنے کا انداز بھی وقت کے ساتھ ساتھ بدلتا گیا اور سرخیاں جمانے میں بھی جدت اور ندرت پیدا کی جانے لگی۔ ابتدائی دور میں ہر خبر، خواہ وہ اہم ہوتی تھی یا معمولی، لمبی سرخیوں کے ساتھ پیش کی جاتی تھی بعض اوقات ایک ہی صفحہ پر تین شاہ سرخیاں ہوتی تھیں۔ ایسی لمبی سرخیاں خبروں کی کمی کی وجہ سے اخباروں پر جمائی جاتی تھیں۔ وقت گزرنے کے ساتھ جب خبروں میں اضافہ ہونے لگا تو سرخیاں سکڑنے لگیں۔ مواد اور ہیئت کے اعتبار سے اخباروں کو معیاری بنانے کی کوششیں ہوتی رہیں لیکن کتابت کی مشکلات اخباروں کی زیب و زینت میں سدّ راہ بنتی رہیں۔ ریاست میں اچھے کاتبوں کی کمی ہر دور میں موجود رہی، اسی لئے ایڈیٹروں کا اخباروں کو خوب صورت بنانے کا شوق پورا نہ ہو سکا۔ سنجیدہ اخبار نویس اخباروں کی خوب صورتی بڑھانے کے لئے بڑے معاوضے دے کر اچھے کاتبوں کی خدمات سے فائدہ اٹھانے کی کوششیں کرتے رہے لیکن اس کے باوجود کتابت کا مسئلہ ان کو پریشان کرتا رہا۔ اخباری فن کی ترقی کے لئے کتابت کے فن کی ترقی ضروری تھی۔ لیکن یہاں کتابت کا فن بھی، جو ایک وقت ہمارے تمدن کا اہم جز تھا، تباہ ہو گیا تھا۔ اس فن کی یہاں کوئی تربیت گاہ نہیں تھی، جہاں سے اچھے کاتب پیدا کئے جاتے اور اس طرح کتابت کا فن اخباری

فن کی ترقی کا موجب بن جاتا۔ ریاست کی کلچرل اکاڈمی نے ایک وقت کشمیر کے ایک بہترین خوش نویس پیر حسام الدین خانیاری کی سربراہی میں کتابت کا ایک کلاس قائم کیا تھا۔ کچھ عرصہ بعد ہی اس کلاس کو بند کر دیا گیا۔ لے دے کے سارے کشمیر میں چند خوش نویس ہی ایسے تھے جو اس فن سے واقف تھے۔

اخباری فن کئی دوسرے فنوں کی ترقی کا متقاضی تھا۔ محض اخبار نویسوں کی خواہش سے ہی اس فن کی ترقی ممکن نہیں تھی۔ اس فن کی ترقی کتابت اور طباعت کے فن کی ترقی سے مربوط تھی۔ اس کے علاوہ لکھنے کی آزادی اور لکھنے والوں کی دستیابی بھی اخباری فن کی ترقی سے وابستہ تھی، یہاں نہ اچھے کاتب موجود تھے نہ اچھے پریس تھے، نہ اچھے لکھنے والے تھے اور نہ ہی لکھنے کی آزادی تھی۔ ان حالات میں پریس کی ترقی ایک ناممکن بات تھی!

سنہ ۱۹۵۵ء کے بعد ریاست میں تعلیم عام ہوگئی۔ چنانچہ اخبار پڑھنے والوں کی تعداد بڑھ گئی۔ اخباروں کے لئے لکھنے والے بھی پیدا ہو گئے۔ لوگوں میں تنقیدی شعور پیدا ہو گیا۔ اب اخباروں کی خامیاں اور خوبیاں چھپی نہیں رہ سکتی تھیں۔ تعلیم کے پھیلاؤ کے بعد اخبار نویسوں کو باشعور لوگوں کا سامنا تھا۔ نوجوانوں کی ذہنی سطح اب اونچی تھی۔ ان کے لئے اخبار نویسوں کو اعلیٰ اور معیاری مواد پیش کرنے کی ضرورت تھی۔ نئے سیاسی خیالات اور رجحانات نے ایک نیا ذہن تیار کیا تھا۔ اب اخبار نویسوں کے لئے عام سطح سے اُٹھ کر حالات اور واقعات کا مشاہدہ کرنے کی ضرورت تھی۔ قارئین

کو اپنی بات کا قائل بنانے کے لئے استدلال کا فلسفیانہ اور سائنٹفک ڈھنگ اختیار کرنا تھا۔ یہاں کے سنجیدہ صحافیوں نے زمانہ کی نبض دیکھ کر اپنے سٹاف میں بہترین لکھنے والوں کا اضافہ کیا۔ اس طرح انہوں نے زمانے کے تقاضوں کو پورا کرنے کی کوشش کی۔

اس دور میں بھی یہاں کے اکثر اخباروں نے زمانے کے تقاضوں کا احساس نہ کیا۔ سماج اور عوام کے تئیں یہ اخبار اپنی ذمہ داریاں بھول گئے اور یہ بدستور سرکار کی خوشنودی کے لئے لکھتے رہے۔ بہت کم اخبار نویس ایسے تھے جنہوں نے اپنی ذمہ داریوں کا احساس کیا۔ ایسے اخبار نویس بھی کبھی ایک طرف اور کبھی دوسری طرف جھکتے رہے لیکن اپنی بنیادی پالیسی کو انہوں نے ترک نہیں کیا۔ آزادی سے پہلے ہمدرد، خدمت، دیش، مارتنڈ، روشنی، خالصہ گزٹ، نور، البرق، رہبر، چاند، سچ اور وطن وغیرہ نے اس قسم کی روش اختیار کی تھی۔ آزادی کے بعد اپنا سنسار، ہمدرد، آفتاب، آئینہ، روشنی، مارتنڈ، ہمارا کشمیر، نوجیون اور سری نگر ٹائمز نے آزاد روش اختیار کی ـــــ

ہمدرد، آفتاب، آئینہ، سری نگر ٹائمز اور کچھ دوسرے اخباروں نے اعلیٰ معیار کو قائم کرنے کے لئے تمام ممکنہ ذرائع سے مستفید ہونے کی کوشش کی۔ "آفتاب" نے اخباروں کی تاریخ میں پہلی بار فوٹو آف سیٹ پریس قائم کر کے طباعت کے جدید ذرائع کو کام میں لایا۔ فوٹو آف سیٹ پر شائع ہونے سے "آفتاب" میں تازہ بہ تازہ تصویری خبریں شائع ہونے لگیں۔ اس طرح

طباعت کا اعلیٰ معیار قائم ہوا۔

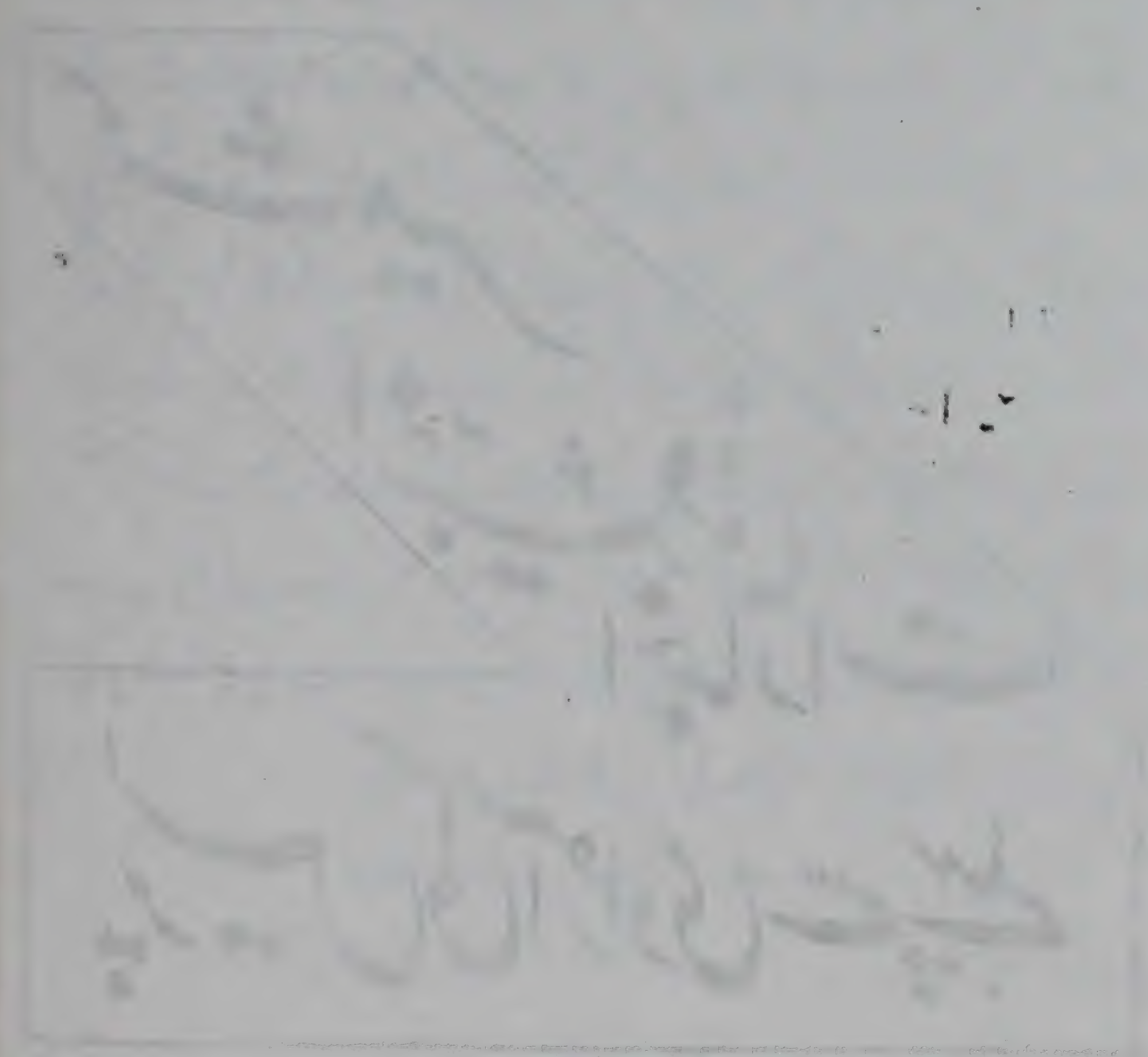
فوٹو آفسیٹ پریس قائم ہوجانے کے بعد دوسرے اخباروں نے بھی اپنے گیٹ اپ کی طرف خاص توجہ دینی شروع کی۔ سرینگر ٹائمز، ہمدرد اور دوسرے اخباروں نے کتابت میں نئی جدتیں پیدا کیں۔ سیاہ قرطاس پر سفید حروف اُبھارنے کا ایک نیا طریقہ ایجاد ہوا۔ اس طرح کتابت میں نئے نئے تجربے شروع ہو گئے۔ اخباروں کی خوبصورتی بڑھانے کا ایک مقابلہ شروع ہوا اخبار نویس اپنی طاقت کے مطابق اخباروں کی خوبصورتی بڑھانے کی طرف متوجہ ہو گئے۔ اس سے قبل "سری نگر ٹائمز" نے کارٹون بنانے کی ایک نئی روایت قائم کی تھی۔ اس اخبار کے کارٹون اتنے مقبول ہو گئے کہ ان پڑھ لوگوں نے کارٹونوں سے حظ اُٹھانے کے لئے اخبار کی خریداری اختیار کی۔ "سری نگر ٹائمز" کی طرف سے کارٹون شروع ہونے کے ساتھ ہی دوسرے اخباروں نے بھی اظہار کی اس صنف کا استعمال شروع کیا۔

کارٹون کشمیر میں ایک نئی چیز تھی۔ عام لوگ اس بات سے نا آشنا تھے کہ کارٹون کیا ہوتا ہے۔ تعلیم یافتہ لوگ انگریزی اخباروں میں کارٹون دیکھتے تھے لیکن دقیق ہونے کی وجہ سے مشکل سے ہی کوئی ان کارٹونوں کو سمجھ سکتا تھا۔ "سری نگر ٹائمز" کے کارٹونوں نے ایک دم عوامی ذہن کو اپنی طرف کھینچ لیا۔ ان کارٹونوں کی خصوصیت یہ تھی کہ ان میں اہم مسائل کو مقامی رنگ میں پیش کیا جاتا رہا۔ ان میں گہرا طنز بھی ہوتا اور تفریح بھی ہوتی! کارٹون اب اخباروں کے مستقل عنوان بن گئے۔ کارٹونسٹ اپنی فہم و

فراست کے مطابق قارئین کے لئے تفریح کا سامان بہم پہنچانے لگے۔

کارٹون کا آغاز کشمیر کی صحافت میں اتفاقی طور ہوا تھا۔ جب یہ اتفاقی کارنامہ ریاستی عوام کے سنجیدہ غور و فکر کا سبب بن گیا تو کارٹون بنانے کے اس فن کو ترقی دینے کی کوششیں ہونے لگیں۔ جن آرٹسٹوں نے کارٹون بنانے کا کام اپنے ہاتھ میں لیا تھا وہ اس فن میں معمولی مہارت رکھتے تھے۔ نئے تقاضوں نے ان نو آموز آرٹسٹوں کو اس فن میں گہری دلچسپی لینے پر مجبور کیا۔ چنانچہ "سری نگر ٹائمز" میں شائع ہونے والے کارٹون فکری اور فنّی دونوں اعتبار سے ایک معیار قائم کرتے رہے۔ روز بروز ان کے ساتھ لوگوں کی دلچسپی بڑھتی گئی۔ "سری نگر ٹائمز" کی شہرت کو بڑھانے اور اس کی اشاعت میں غیر معمولی اضافہ کا باعث اس کے کارٹون ہی بنے۔ دوسرے اخباروں نے بھی کارٹون بنانے کا سلسلہ شروع کرکے اس کمی کو پورا کرنے کی کوشش کی، لیکن وہ "سری نگر ٹائمز" کے کارٹونوں کا مقابلہ نہ کرسکے!

کشمیر اور بیرونی اخبارات پریس کی آزادی سے پہلے



پریس ایکٹ

مہاراجہ پرتاپ سنگھ کے دورِ حکومت میں ریاست جموں و کشمیر کا پریس ایکٹ بہت سخت تھا۔ دربارِ کشمیر نے پریس کے متعلق جو پالیسی اختیار کی تھی وہ پریس مخالف پالیسی[1] (Anti Press Policy) تھی۔ اس پالیسی کے تحت کسی شخص کو اخبار جاری کرنے کی اجازت نہیں دی جاسکتی تھی۔ اخبار جاری کرنے کے لئے حکومت کے سامنے کوئی درخواست پیش کرنا ایک بغاوت تصور کیا جاتا تھا۔ پریس ایکٹ کے تحت اخبار نکالنے کی کسی درخواست پر صرف مہاراجہ بہادر ہی غور کر سکتا تھا، کسی اور حاکم کو اخبار جاری کرنے کی اجازت دینے کا اختیار نہ تھا۔ پریس ریگولیشنز کی سخت دفعات کے باعث ہی ریاست میں ۱۹۲۴ء تک کوئی اخبار جاری نہ ہو سکا۔ حالاں کہ برطانوی ہند اور دوسری ریاستوں میں اخبار جاری کرنے کی پوری آزادی تھی اور سینکڑوں اخبار شائع ہوتے تھے۔ ریاست جموں و کشمیر ہندوستان کی واحد ریاست تھی جہاں پریس قانون انتہائی سخت تھا اور جہاں کسی اخبار کو جاری کرنے کی بالکل اجازت نہ تھی۔ ڈوگرہ حکمرانوں کی پریس مخالف پالیسی کے باعث ہی ریاست کے بہت سارے دانشوروں

---

[1] پچاس سال بحیثیت ایک صحافی۔ ملک راج صراف

ادیبوں اور سیاسی لیڈروں نے باہر جاکر اخبار شائع کرنے شروع کئے تھے۔

کشمیر اور باہر کے اخبار

سنہ ۱۸۸۰ء سے ۱۹۲۴ء تک ریاست کے بہت سارے افراد نے لاہور، دلی اور الٰہ آباد جاکر اخبار جاری کئے۔ ان اخباروں میں ریاست کے اقتصادی، معاشرتی، سماجی اور سیاسی مسائل پر خامہ فرسائی کی جاتی تھی۔ یہاں کے ہندوؤں اور مسلمانوں دونوں نے باہر جاکر اخبارات جاری کئے اور یہاں کے مسائل پر لکھا سنہ ۱۸۸۰ء میں کشمیری پنڈتوں نے لاہور سے "مراسلۂ کشمیر" کے نام سے ایک اخبار جاری کیا۔ یہ ہفتہ وار اخبار تھا۔ اس میں کشمیری پنڈت فرقہ کی اصلاح سے متعلق مواد شائع ہوتا تھا۔

سنہ ۱۸۸۱ء میں کشمیری پنڈتوں کا ایک اور اخبار لاہور سے ہی جاری ہوا۔ اس کا نام "اخبارِ عام" تھا۔ یہ ایک کشمیری پنڈت مکند رام گرٹو نے جاری کیا تھا۔ اخبار کی ادارت پہلے پنڈت مکند رام گرٹو خود کرتے تھے، بعد میں پنڈت مکند رام کے بیٹے پنڈت گوپی ناتھ گرٹو نے اخبار کی ادارتی ذمہ داریاں خود سنبھال لیں۔ اخبار کو کچھ عرصہ بعد ہفتہ وار سے روزانہ کردیا گیا۔ یہ اخبار لگ بھگ سنہ ۱۹۳۴ء تک شائع ہوتا رہا۔

سنہ ۱۸۸۲ء میں ہرگوپال خستہ نامی ایک ریاستی باشندے نے لاہور سے ایک ہفت روزہ جاری کیا۔ اس کا نام "خیرخواہِ کشمیر" تھا۔ ہرگوپال

خستہ ریاست کے ایک باا ثر شہری تھے۔ مہاراجہ رنبیر سنگھ نے کسی وجہ سے ان کو جلاوطن کیا تھا۔ وہ جلاوطنی کے دن لاہور میں گذارتے تھے۔ لاہور میں انھوں نے "خیرخواہِ کشمیر" کے ذریعہ مہاراجہ رنبیر سنگھ کے خلاف اپنی مہم شروع کی۔ ۱۸۹۴ء میں "ہمدردِ ہند" کے نام سے ایک کشمیری پنڈت سرآسب دیال نے اخبار جاری کیا۔ اخبار مہاراجہ پرتاپ سنگھ کا زبردست مخالف تھا۔ "ہمدردِ ہند" ریاست سے باہر شائع ہونے والا پہلا اخبار تھا جس کا داخلہ ریاست میں بند کردیا گیا۔

۱۸۹۸ء میں سر تیج بہادر سپرو نے الٰہ آباد سے "کشمیر درپن" کے نام سے ایک ماہوار رسالہ جاری کیا۔ یہ رسالہ اُردو اور ہندی دونوں زبانوں میں شائع ہوتا تھا۔ سر تیج بہادر سپرو خود اس اخبار کے مدیر تھے۔ یہ رسالہ ۱۹۰۴ء تک جاری رہا۔

۱۸۹۸ء میں ہی ایک اور ماہوار جریدہ "کشمیر پرکاش" لاہور سے پنڈت مانکا مہیشر نے جاری کیا۔ یہ رسالہ ۱۹۵۱ء تک شائع ہوتا رہا۔ رسالہ میں زیادہ تر کشمیری پنڈتوں کے مسائل پر لکھا جاتا تھا۔

بیسویں صدی کے آغاز میں ٹھاکر سکھ رام چوہان نے لاہور سے "راجپوت گزٹ" نام سے ایک ہفت روزہ جاری کیا۔ ہندوستان کی تقسیم یعنی ۱۹۴۷ء کے وسط تک اخبار شائع ہوتا رہا۔ رسالہ کی ادارت شری راج نارائن ارمان دہلوی کرتے تھے۔ کافی وقت تک یہ کشمیر کے امور پر بحث کرتا رہا۔

"سفیر" لاہور۔ "صبحِ کشمیر" لاہور اور "بہارِ کشمیر" لاہور، یہ تین رسالے بھی کشمیری پنڈتوں کے مسائل پر لکھتے تھے۔ "سفیر" اُردو رسالہ تھا۔ یہ کشمیری پنڈتوں کے لئے وقف تھا۔ رسالہ ۱۹۱۴ء سے ۱۹۱۶ء تک شائع ہوتا رہا۔ اس کی ادارت کے فرائض پنڈت لکشمی نارائن کول انجام دیتے تھے۔ "سفیر" لاہور بند ہو جانے کے بعد پنڈت لکشمی نارائن کول اور پنڈت دینا ناتھ مست کے "صبحِ کشمیر" کے نام سے ایک رسالہ جاری کیا۔ یہ ۱۹۱۶ء تک باقاعدگی کے ساتھ شائع ہوتا رہا۔ رسالہ کشمیر کی سیاست پر جرأت مندی اور بے باکی کے ساتھ لکھتا تھا۔

کشمیری پنڈت ایسوسی ایشن نے "بہارِ کشمیر" کے نام سے ایک اخبار لاہور سے شائع کیا۔ اس کی ادارت مختلف اوقات پر کشمیری پنڈتوں کے نامور ادیبوں، دانشوروں اور شاعروں نے کی۔ اخبار ہندوستان تقسیم ہونے تک شائع ہوتا رہا۔

کشمیری پنڈتوں کے علاوہ کشمیر کے مسلمانوں نے بھی ریاست سے باہر اخبار جاری کئے۔ منشی محمد دین فوق نے "پنجابی فولاد" کے نام سے ایک اخبار لاہور سے جاری کیا۔ یہ اخبار زیادہ تر کشمیر کے مسائل پر لکھتا تھا۔ اخبار ۱۹۰۱ء میں جاری ہوا، اور ۱۹۰۶ء تک شائع ہوتا رہا۔ منشی محمد دین فوق اسی عرصہ کے دوران لاہور کے دو اور اخباروں "کشمیر گزٹ" اور "کشمیر مخزن" کی ادارت کے فرائض پورے کرتے رہے۔ "کشمیر گزٹ" ماہنامہ تھا۔ یہ چودھری جان محمد گنائی نے جاری کیا تھا۔ اس ماہنامہ میں کشمیری مسلمانوں کی سیاسی

اور سماجی بیداری پر زیادہ تر مضامین اور مقالے شائع ہوتے تھے۔ "کشمیر مخزن" بھی کشمیریوں کے مسائل پر لکھتا تھا۔ یہ بھی ماہوار جریدہ تھا۔

۱۹۰۶ء میں منشی محمد دین فوق نے ایک اور ماہنامہ "کشمیر میگزین" جاری کیا۔ ماہنامہ کو ۱۹۱۲ء میں ہفت روزہ میں تبدیل کیا گیا اور اس کا نام بدل کر "اخبارِ کشمیر" رکھا گیا۔ اخبار کشمیر کے تاریخی، سیاسی اور سماجی مسائل پر لکھتا تھا۔ اس رسالہ کی تحریروں نے اپنے وقت میں کشمیری عوام میں زبردست ہیجان پیدا کیا۔

ان اخباروں کے علاوہ لاہور کے بہت سارے اخبار کشمیر کے بارے میں زوردار طریقے پر لکھتے تھے۔ ان اخباروں میں "انقلاب"۔ "کشمیری مسلمان" "مظلوم کشمیر" اور "مکتوبِ کشمیر" خاص اہمیت رکھتے ہیں!

روزنامہ "انقلاب" نے ۱۹۲۹ء سے ۱۹۳۱ء تک مہاراجہ ہری سنگھ کے خلاف زوردار مضامین لکھے۔ ان مضامین سے مہاراجہ ہری سنگھ کی حکومت اس قدر خوف زدہ ہوگئی کہ ریاست میں اس اخبار کا داخلہ بند کر دیا گیا۔ "انقلاب" پر پابندی لگنے کے بعد لاہور سے ہی "کشمیری مسلمان" کے نام سے ایک اور اخبار جاری ہوا۔ مہاراجہ ہری سنگھ نے اس اخبار کا داخلہ بھی ریاست میں ممنوع قرار دیا۔

"کشمیری مسلمان" پر پابندی عائد ہونے کے بعد "مکتوبِ کشمیر" اور "مظلوم کشمیر" کے نام سے یکے بعد دیگرے دو اخبار جاری کئے گئے۔ ان اخباروں کا داخلہ بھی ریاست میں بند کر دیا گیا۔ ان دو اخباروں نے باہر کے مسلمانوں میں ریاست

سے مسلمانوں کے تئیں ہمدردی کے جذبہ کو اس حد تک اُبھار دیا کہ احراروں نے کشمیری مسلمانوں کے لئے جتھہ بندی شروع کی۔

ان اخباروں میں جو مضامین شائع ہوتے تھے اُن میں سے زیادہ تر کشمیر کے کچھ دانشور اور سیاسی لیڈر لکھتے تھے۔ یہ مضامین لکھنے میں سب سے زیادہ امتیاز مولانا محمد سعید مسعودی کو حاصل ہے۔ وہی مضامین کی ترتیب و تدوین کا کام کرتے تھے۔ ان کی قلمی معاونت پیر محمد افضل مخدومی، پیر محمد مقبول بیہقی اور محمد یحییٰ رفیقی وغیرہ کرتے تھے۔ یہ مضامین لاہور کے مختلف اخباروں میں مولانا مسعودی "رجلن لیسا" کے فرضی نام سے شائع کراتے تھے۔ مضامین کو بہت ہی رازداری کے ساتھ لاہور بھیجا جاتا تھا۔ سری نگر سے ان مضامین کو لاہور پہنچانے کا کام مرحوم حاجی محمد اسحٰق سرانجام دیتے تھے جو اُن دنوں سری نگر کی مختلف ٹرانسپورٹ کمپنیوں سے وابستہ تھے۔

پریس کی آزادی کے لئے جدوجہد

پہلے
اخبار
کا
اجرا

پہلی کوشش

ریاست سے اخبار جاری کرنے کی پہلی کوشش مشہور مؤرّخ منشی محمد دین فوق نے کی۔ ۱۹۰۴ء میں منشی صاحب نے مہاراجہ پرتاپ سنگھ کے حضور میں ایک درخواست پیش کی۔ جس میں خواہش ظاہر کی گئی تھی کہ انھیں سری نگر سے "کشمیر" نام کا اخبار جاری کرنے کی اجازت دی جائے۔ جب یہ درخواست مہاراجہ پرتاپ سنگھ کے پاس پہنچی تو انھوں نے اپنے وزیر اعظم سے کہا کہ کوئی ایسا قانون بنایا جائے جس کی رو سے آئندہ اخبار جاری کرنے کی کسی درخواست پر غور نہ کیا جا سکے۔ منشی محمد دین فوق کی اس درخواست کے بعد ہی ریاست میں پریس ریگولیشنز (قوانین) بہت سخت بنائے گئے۔[1]

منشی محمّد دین فوق کی سری نگر سے اخبار جاری کرنے کی کوشش ناکام ہونے کے بعد پورے ۲۰ بیس سال تک کسی اور کو ریاست سے اخبار جاری کرنے کی کوشش کی جرأت نہ ہوئی۔

---

[1] تاریخ حریت کشمیر ۔ رشید تاثیر

کشمیر کی آواز

لاہور اور برطانوی ہند کے مختلف صوبوں میں کشمیر کے متعلق بہت سارے اخبار خبریں، مضامین اور مقالے شائع کرتے تھے۔ اس طرح کشمیر کے اندرونی حالات کی دھندلی سی تصویر دُنیا کے سامنے آجاتی تھی۔ لیکن اس کے باوجود کشمیری عوام کی دِل کی دھڑکنیں باہر کی دُنیا محسوس نہیں کرتی تھی۔ کشمیریوں کی آواز کو پوری طرح دبا دیا گیا تھا۔ یہاں کے انسان کی دِل کی دھڑکنوں کو کسی ذریعہ سے دُنیا تک پہنچانا جہاں ایک جرم تھا وہاں اپنے بارے میں دوسروں کی ہمدردی کے چند بول سُننا بھی قابلِ تعزیر تھا۔ اس سرزمین کے رہنے والے نہ بول سکتے تھے اور نہ سُن سکتے تھے۔ اس گلوگیر پابندی نے کشمیریوں کی رُوح کو بے چین اور بے قرار بنا دیا تھا۔

کافی وقت تک مُطلق العنان حکمران کشمیریوں کو بھیڑ بکریوں کی طرح ہانکتے رہے۔ زمانے کے بدلتے ہوئے تیور دیکھ کر بھی شخصی حکمران اپنی روِش بدلنے کے لئے تیار نہیں تھے۔ یہاں ایک گھٹن تھی۔ کشمیر سے باہر تعلیم حاصل کرنے والے مسلمان نوجوان جب واپس کشمیر آتے تھے تو اُنھیں باہر کی دُنیا اور اس دُنیا میں زمین و آسمان کا فرق دِکھائی دیتا تھا،

یہ فرق دیکھ کر ان میں ایک اضطراری کیفیت پیدا ہو جاتی تھی۔ یہ نوجوان، جو علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں اعلےٰ تعلیم حاصل کرتے تھے، جب یہاں آتے تو اپنی محرومیوں اور مجبوریوں کا ان پر گہرا اثر ہوتا۔ انھیں اپنا مستقبل نہایت تاریک نظر آتا۔ مستقبل سے مایوسی، ان کو مستقبل کے بارے میں سوچنے پر مجبور کرتی۔ چناں چہ فارغ التحصیل ہو کر وہ ایک نیا تصوّر لے کر اپنی سرزمین میں قدم رکھتے۔ یہاں کی دم گھٹنے والی فضا میں رہ کر ان میں باغیانہ خیالات جنم لینے لگتے۔ وہ اس ظلم و ستم اور ناانصافی کے خلاف آواز بلند کرنا چاہتے تھے لیکن کسی میں یہ یارا نہ تھا کہ وہ مطلق العنانیت کو للکارتا۔[۱] کشمیری نوجوان اپنی بے چین روحوں کو تسکین دینے کے لئے اظہار کے کچھ ذریعے تلاش کرنا چاہتے تھے۔ ان ذرائع کی تلاش نے یہاں کے تعلیم یافتہ نوجوانوں کو یک جا کر دیا۔ انھوں نے خفیہ میٹنگیں منعقد کرنا شروع کیں۔ انھوں نے ایک ریڈنگ روم کی بنیاد ڈال دی۔ جس میں اخباروں کے مطالعہ کے ساتھ ساتھ نوجوانوں نے اپنے آئندہ منصوبوں کو ترتیب دینا شروع کیا۔ ریڈنگ روم پارٹی میں پہلے پہل محمد رجب، شیخ محمد عبداللہ، مفتی جلال الدین، حکیم علی، پیرزادہ غلام رسول، حکیم غلام مرتضیٰ، پیرزادہ احمد شاہ فاضلی وغیرہ شامل ہو گئے۔ بعد میں یہ ریڈنگ روم پارٹی ہی کشمیر کی تحریکِ آزادی کا ہراول دستہ بن گئی۔ ان نوجوانوں نے ریڈنگ روم قائم کر کے باہر کے اخباروں کا مطالعہ شروع کیا۔ اس کے ساتھ ہی وہ باہر کے اخباروں کے لئے مضامین لکھنے لگے۔ باہر کے اخباروں کا اس طرح

[۱] تاریخ حریت کشمیر

سہارا لے کر ان کا مقصد کسی حد تک ضرور پورا ہوتا تھا۔ لیکن ان کے جذبات اور امنگوں کی تسکین نہیں ہوتی تھی۔ وہ کشمیر میں ہی اظہار کے ذریعے تلاش کرنا چاہتے تھے۔ پریس اور پلیٹ فارم کی آزادی حاصل کر کے وہ اپنے دَبے جذبات کا بھرپور اظہار کرنا چاہتے تھے۔ نوجوانوں کی اس خواہش کو کافی وقت تک دَبایا گیا تھا۔ ماضی میں جس کسی نے اپنے جذبات کے اظہار کی جرأت کی تھی، اُس کو پابندِ سلاسل کر کے جلاوطن کیا گیا تھا! اب حالات بدل رہے تھے۔ عوام کی اس خواہش کو زیادہ دیر تک دبانا مشکل تھا۔ ڈوگرہ حکمرانوں نے وقت کے تقاضوں کا احساس کر کے عوام کو کسی حد تک مطمئن کرنے کی غرض سے پریس کی محدود آزادی دینے پر اپنی رضامندی ظاہر کی۔ یہ آزادی ابتدا میں صرف جموں تک محدود رہی لیکن کچھ وقت بعد اس کا دائرہ کشمیر تک بڑھا دیا گیا۔

ریاست کے پہلے اخبار کا اجرأ

سنہ ۱۹۰۴ء میں منشی محمد دین فوق نے سری نگر سے ایک اخبار جاری کرنے کی جو کوشش کی تھی، بیس سال بعد اس خواہش کے آگے شخصی حکمرانوں کو جھکنا پڑا۔ سنہ ۱۹۲۴ء میں لالہ ملک راج صراف کو "رنبیر" نام کا اخبار جاری کرنے کی اجازت مل گئی۔ "رنبیر" پہلا اخبار تھا جس کو مہاراجہ پرتاپ سنگھ نے جموں سے جاری کرنے کی اجازت دے دی۔ یہ اخبار جاری

کرنے کی اجازت تجربے کے طور پر دے دی گئی تھی۔ اُس وقت کے پبلسٹی کے وزیر سَری ناگر کنٹھ نے لالہ ملک راج صراف سے اخبار جاری کرنے کی اجازت دیتے ہوئے کہا ــــــ "سرکار اخبار جاری کرنے کی اجازت، اس مقصد سے دے رہی ہے تاکہ یہ دیکھ لیا جائے کہ ریاست کا ایک باشندہ اپنی عوامی ذمہ داریاں، جو اس پر موجودہ حالات میں عائد ہوتی ہیں، کس طرح پوری کرے گا؟ ۱ط"

لالہ ملک راج صراف کو ریاست کا پہلا اخبار جاری کرانے میں جتنی جدّ و جہد کرنا پڑی تھی، اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ شخصی حکومت عوامی رائے کو دبانے میں کتنی سخت تھی اور وہ اخبار جاری کرنے کی اجازت دینے میں کتنا سخت خطرہ محسوس کرتی تھی۔

صراف صاحب نے ۲۲ مارچ ۱۹۲۱ء کو مہاراجہ کے سامنے اخبار جاری کرنے کی پہلی درخواست پیش کی تھی۔ وزیر اعظم کے سیکرٹری نے اس درخواست کے جواب میں لکھا ــــــ "مہاراجہ بہادر جموں سے اخبار جاری کرنے کی کسی درخواست پر غور کرنا مناسب نہیں سمجھتے" ـــ پہلی درخواست مسترد ہونے کے بعد ۲۱ مئی ۱۹۲۱ء کو لالہ ملک راج صراف نے اپنی دوسری درخواست اخبار جاری کرنے کے لئے پیش کی۔ اس درخواست کو بھی نامنظور کیا گیا۔ وزیر اعظم کے اسسٹنٹ سیکرٹری نے مہاراجہ کی طرف سے جواب دیا ــــــ "مہاراجہ بہادر نے حکم دیا ہے کہ ریاست میں کسی اخبار کو جاری کرنے کی اجازت نہیں دی جا سکتی۔" جب لالہ

۱ط پچاس سال بحیثیت ایک صحافی۔

ملک راج صراف نے جموّں سے ایک ہفتہ وار اخبار جاری کرنے کی تیسری درخواست مہاراجہ کشمیر کے رُوبرو پیش کی تو جواب دیا گیا —— "ہز ہائینس مہاراجہ بہادر کسی اخبار کو جاری کرنے کی منظوری دینے پہ آمادہ نہیں ہیں!"

۲۱ر مارچ ۱۹۲۳ء کو لالہ ملک راج صراف نے اخبار جاری کرنے کے لئے ایک اور درخواست پیش کی۔ اس بار اخبار جاری کرنے کی درخواست ریاستی کابینہ کے سامنے رکھی گئی۔ کابینہ کی میٹنگ میں مسٹر ناگر کوٹی نے، جو انڈسٹریز کے منسٹر تھے، حالات پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا —— "بین الاقوامی سطح پر اس وقت بہت ہی اہم واقعات رُونما ہو رہے ہیں۔ ان حالات میں اگر ریاست سے ایک اخبار جاری کرنے کی اجازت دی جائے تو اس سے نہ صرف یہ کہ حکومت بلکہ عوام کو بھی فائدہ ملے گا۔" مسٹر ناگر کوٹی کی اس رائے سے مہاراجہ نے اخبار جاری کرنے کے بارے میں اپنے کٹر رویّہ کو ترک کر دیا —، کابینہ کی اس میٹنگ کے بعد لالہ ملک راج صراف کی اخبار جاری کرنے کی درخواست پر لکھا گیا :——

"درخواست دِہندہ پر یہ بات واضح کی جاتی ہے کہ اس کو ان شرائط کے تحت اخبار جاری کرنے کی اجازت دی جا رہی ہے کہ وہ صرف صنعتی، اقتصادی، کاروباری، تعلیمی اور ایسے مسائل پہ لکھے گا جن سے ریاست کی صنعتی اور تعلیمی ترقی میں مدد مل جائے۔ وہ ایسے سیاسی معاملات پر کچھ لکھنے سے احتراز کرے گا جن سے ریاست جمّوں و کشمیر اور برطانوی حکومت یا دوسری

ریاستوں کے درمیان تعلقات خراب ہو جائیں۔"

منسٹروں کی کونسل میں اخبار جاری کرنے کی اجازت دینے کے بعد جموں کے گورنر (ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ) نے شری صراف سے کہا کہ وہ ریاست کے پریس اینڈ پبلی کیشنز ایکٹ کی دفعہ ۳، ۱۳ کی شرائط پوری کرتے ہوئے پانچ سو روپیہ کی نقد ضمانت پیش کرے۔ اس طرح تین سال کی جدوجہد کے بعد لالہ ملک راج صراف کو کامیابی حاصل ہوئی اور وہ ریاست سے پہلا اخبار جاری کرنے کی اجازت حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ اس بارے میں آپ نے جس صبر و استقلال کا مظاہرہ کیا وہ لائق تحسین ہے!

۲۰ مئی ۱۹۲۴ء کو ریاست کا پہلا اخبار "رنبیر" منصۂ شہود پر آگیا۔

اخبار جاری کرنے کی اجازت مگر پابندیاں!

"رنبیر" جاری ہونے کے بعد ۱۹۳۲ء تک ریاست سے کوئی اور اخبار جاری نہیں ہوا۔ اس اخبار کے جاری ہونے کے بعد بھی شخصی حکمران پریس اور پلیٹ فارم کی آزادی کی اجازت دینے کے لئے تیار نہیں تھے۔ یہی وجہ ہے کہ اس حق کے حصول کے لئے لوگوں کی جدوجہد تیز ہو گئی!

۱۹۲۹ء میں سر ایلبین بینرجی نے ریاست کی وزارتِ عظمیٰ کے عہدے

سے سُبک دوش ہونے کے بعد ایک بیان دیا۔ اُنہوں نے کہا :۔ "ریاست میں رائے عامہ کا نشان نہیں۔ جہاں تک اخبارات کا تعلق ہے وہ نابود ہیں۔ اُنھوں نے یہ بھی کہا کہ کشمیری عوام لاٹھی سے ہانکے جانے والے گھونگے بہرے حیوان ہیں۔ اس کا یہ نتیجہ ہے کہ حکومت جائز اور تعمیری نکتہ چینی سے فائدہ اٹھانے سے قاصر ہے۔"

سنہ ۱۹۳۱ء میں مسٹر ہڈلٹن کی سر براہی میں جو کمیشن قائم کیا گیا، اُس نے اپنی رپورٹ میں لکھا :۔۔۔۔۔

"ریاستی مسلمانوں کی بے چینی کی ایک وجہ یہ ہے کہ ریاست میں اخبار شائع نہیں ہوتے!"

پریس ایکٹ میں ترمیم

سنہ ۱۹۳۱ء میں جو تحریکِ آزادی کشمیر میں شروع ہو گئی، اُس کا پہلا فائدہ یہ مل گیا کہ پریس کو آزادی حاصل ہوئی۔ ریاست کے پریس ایکٹ میں ترمیم کی گئی اور اس کو کسی حد تک برطانوی ہند میں نافذ پریس ایکٹ کے ہم آہنگ بنا دیا گیا۔[1]

---

[1] سٹرگل فار فریڈم آف کشمیر ۔۔۔ از شری پریم ناتھ بزاز

ایکٹ میں ترمیم کے بعد

پریس ایکٹ میں ترمیم کے فوراً بعد جموّں اور سری نگر سے اخبارات، جاری ہونے لگے۔ ۱۹۴۷ء تک جموّں اور سری نگر کے علاوہ دوسرے بڑے قصبوں سے لگ بھگ ۸ہم رسالے اور اخبارات شائع ہوتے تھے۔ ان میں سے کچھ معیاری جریدے بھی تھے۔ یہ اخبارات مختلف خیالات اور نظریات کی ترجمانی کرتے تھے۔ بہت سارے سہ روزہ، ہفتہ وار اور ماہوار رسالے سماجی اصلاحات کے لئے وقف تھے۔ ان میں سے اکثر اُردو میں شائع ہوتے تھے، ہندی اور انگریزی کے کچھ رسائل بھی شائع ہوتے تھے۔ کچھ آزاد خیال تھے جو سرکار کی پالیسیوں اور اس کی کارکردگیوں کی بڑی دلیری اور نڈرتا سے نکتہ چینی کرتے تھے۔ ایسے اخباروں کو دبانے کے لئے حکومت ان پر کبھی سنسر کی پابندیاں عائد کرتی تھی، کبھی نقد ضمانتیں طلب کرتی تھی اور کبھی سیاہ فہرست پر ان کو درج کرکے پریشان کرتی تھی۔ نیز ایڈیٹروں کو دھمکیاں بھی دی جاتی تھیں اور ان کے اخبارات بند بھی کئے جاتے تھے۔ اس ابتدائی دور میں اخباروں کو کبھی معیار قائم کرنے کا موقعہ نہ دیا گیا کیونکہ سرکاری عتاب ان پر برابر نازل ہوتا تھا۔

کشمیر کا پہلا اخبار

جموں سے ہفت روزہ "رنبیر" کے اجرا کے آٹھ سال بعد ۱۹۳۲ء میں کشمیر سے جو پہلا اخبار جاری ہوا، وہ پنڈت پریم ناتھ بزاز کا "وِتستا" تھا۔ یہ اخبار ایک سال تک شائع ہوتا رہا۔ اس اخبار کے شائع ہونے کے ساتھ ہی بہت سارے اخبار جاری ہوئے۔ ان میں اکثر چھ ماہ سے زائد عرصہ تک زندہ نہیں رہ سکے۔ ۱۹۳۲ء میں اور اس کے بعد ریاست سے جو اخبار جاری ہوئے اُن کے نام یہ ہیں :-

کشمیر

وِتستا۔ ہمدرد۔ مارتنڈ۔ کیسری۔ دیش۔ خالد۔ خدمت۔ حقیقت صداقت۔ نور۔ جہانگیر۔ اسلام۔ رہنما۔ قومی درد۔ بیکار۔ حُرّیت۔ دہقان۔ توحید۔ ہدایت۔ سُدھار۔ اصلاح۔ وکیل۔ روشنی — ذوالفقار۔ خالصہ گزٹ۔ امرت۔ سنطور۔ شمشیر۔ وِچار۔ طبیب۔ مسیحا۔ نشاط۔ جیوتی۔ کونگ پوش۔ پیغام۔ پٹوار گزٹ۔ سُدھارک۔ الغفران۔ کشمیر۔ البرق۔ کشمیر کرانیکل۔ جوہر۔

جموّں

"رنبیر" پہلے ہی جاری ہوا تھا۔ ۱۹۳۲ء کے بعد مندرجہ ذیل اخبارات

کا جموّں سے اجرا ہوا ــــــ

امر۔ سویرا۔ سیچ۔ کشمیر میل۔ وطن۔ پاسبان۔ حقیقت۔ سدرشن انڈسٹریل۔ زندگی۔ چاند۔ فردوس۔ چناب۔ خورشید۔ جمہور۔

پونچھ : المجاہد۔ پربھات

میرپور : سیچ۔ ہمّت۔ صداقت

مظفرآباد : زمیندار

رجسٹرڈ ایل نمبر دینے سے انکار

اخبار جاری کرنے کی اجازت دینے کے بعد حکومت نے اخباروں کے لئے ضروری سہولیات میسّر کرنے کی بجائے ان کے لئے مختلف طریقوں سے مشکلات پیدا کرنے کا ایک سلسلہ شروع کیا۔ جو نیا اخبار جاری ہوتا تھا اُس کے لئے رجسٹریشن نمبر جاری کرنے کے لئے پوسٹ ماسٹر جنرل لاہور سے سفارش کرنے سے انکار کیا جاتا تھا۔ اس طریقہ سے حکومت اخباروں کو مالی اعتبار سے کمزور کرتی تھی۔ اخبار خریداروں تک پہنچانے کا کام مشکل ہو جاتا تھا۔ کیونکہ ان پر ایک پیسے کے ٹکٹ کی بجائے تین پیسے کے ٹکٹ چسپاں کرنا پڑتے تھے۔ اس طریقہ سے حکومت نے سری نگر کے علاوہ جموّں، پونچھ، میرپور اور مظفرآباد کے اخباروں کو رجسٹرڈ ایل نمبر سے

محروم کر دیا۔ سری نگر کے اخبار "کیسری"۔ "بے کار" اور "قومی درد"۔ جموں کے اخبار "جمہور"۔ میر پور کے "صداقت" اور مظفر آباد سے شائع ہونے والے واحد اخبار "زمیندار" کو کافی عرصہ تک رجسٹریشن نمبر سے محروم رکھا گیا۔ رجسٹریشن نمبر دینے کی سفارش کرنے سے انکار کر کے ریاست کے اخبار نویسوں میں حکومت کے خلاف شدید غم و غصّہ پیدا ہو گیا۔ اخبار نویسوں کے اس غصّے کی ترجمانی کرتے ہوئے سری نگر کے "ہمدرد" نے ۲۰ر فروری ۱۹۳۷ء کو "ڈاک خانہ کی رعایت اور اخبارات" کے عنوان سے درجِ ذیل اداریہ قلم بند کیا:۔

"ریاست میں اخبارات کے ساتھ جو ناقابلِ برداشت سلوک کیا جاتا ہے اُس کا اندازہ اس بات سے ہو سکتا ہے کہ یہاں کے اخبارات کو رجسٹریشن نمبر سے مہینوں نہیں بلکہ برسوں تک محروم رکھا جاتا ہے۔ ریاست کا پولیٹیکل ڈیپارٹمنٹ رجسٹریشن نمبر کے حصول میں مانع بن جاتا ہے جسے ایسا کرنے کا کوئی حق حاصل نہیں۔ انڈین اسمبلی کے تازہ اجلاس میں ۵ر فروری ۱۹۳۷ء کو سر فرینک نائس نے پروفیسر رنگا کے ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے صریح الفاظ میں کہا۔ "ایسا کبھی جائز نہیں کہ ڈاک خانہ کسی مصلحت کی بنا پر اخبار کو رجسٹر کرنے اور مروجہ رعایت سے محروم کرے" ریاست کے اخبارات خالص سیاسی وجوہات پر ڈاک خانہ کی رعایات سے محروم ہو رہے ہیں۔ کیا کشمیر کا پولیٹیکل ڈیپارٹمنٹ اپنی

روش پر نظر ثانی کرے گا؟"

اخباروں کے لئے رجسٹریشن نمبر دینے سے انکار کر کے صحافیوں کے لئے جو مشکلات پیدا کی گئی تھیں، ان کو ختم کرنے کی غرض سے جموں کے اخبار نویسوں کا ایک وفد سر برجور دلال وزیر اعظم سے ملاقی ہوا۔ جس نے رجسٹریشن نمبر دینے سے گریز کرنے کے بارے میں سرکار کے رویہ کی وضاحت چاہی اور کہا کہ رجسٹریشن نمبر نہ دینے سے اخباروں کے اخراجات میں اضافہ ہو گیا ہے۔

سر برجور دلال نے وفد کی معروضات سننے کے بعد جواب دیا:-

"اس وقت تک گالیوں کی آواز صرف لاہور تک پہنچتی ہے کیونکہ ان اخباروں کو تین تین پیسے کے ٹکٹ چسپاں کرنا پڑتے ہیں۔ اگر انہیں رجسٹریشن ایل نمبر مل گیا تو یہ گالیاں بمبئی تک پہنچ جائیں گی۔"[1]

سر برجور دلال کے اس جواب پر اخبار نویسوں میں غم و غصے کی لہر دوڑ گئی۔ "ہمدرد" نے اس پر ایک ایڈیٹوریل قلم بند کیا۔ جس میں لکھا گیا تھا:-

سر برجور دلال نے جموں کے اخبار نویسوں کو رجسٹرڈ ایل نمبر کے بارے میں جو جواب دیا، وہ حد درجہ افسوسناک ہے۔ ہمیں اس بات سے انکار نہیں کہ ریاست کے چند اخبار جرنلزم کے لئے بدنما دھبہ ہیں لیکن سر برجور دلال کو یاد رکھنا چاہیئے کہ چند ننگ صحافت اخبار نویسوں کی وجہ سے آئندہ کے اچھے اور بُرے

[1] اخبار صداقت میرپور مئی ۱۹۳۶ء

تمام اخبارات کو رجسٹریشن نمبر سے محروم کر کے اُن کا گلا گھونٹنا اس بیماری کا علاج نہیں ہو سکتا۔ یہ کہاں کا اصول ہے کہ مُلک میں چوروں کی پیدائش کے خوف سے سلسلۂ تناسُل ہی ممنوع قرار دیا جائے۔ اس طرح گیہوں کے ساتھ گھن بھی پس جائے گا۔"

کشمیر میں جب سے اخبارات جاری ہونے شروع ہو گئے تھے، ڈاک خانہ اخبارات کو رجسٹر کرتا تھا اور ان کو ایک نمبر دیتا تھا۔ ایڈیٹر کی درخواست پر پوسٹ ماسٹر جنرل ڈاک خانہ جات (لاہور) کاغذات کی تصدیق کر کے حکومت کے پاس بھیج دیا کرتا تھا، جہاں سے رسمی تصدیق کے بعد درخواست واپس جاتی تھی اور اخبارات کو رجسٹریشن نمبر مل جاتا تھا۔ ۱۹۳۵ء میں سری نگر سے "قومی درد"، "ذوالفقار"، "بے کار"، "کشمیر آبزرور" اور "کیسری" پانچ اخبار جاری ہوئے۔ ان اخبارات کو ایک سال گزرنے کے بعد بھی رجسٹریشن نمبر نہیں دیا گیا۔ حکومت نے ان سبھی اخباروں کو مالی اعتبار سے کمزور کرنے کے لئے ایک سال تک رجسٹریشن نمبر سے محروم رکھا۔[۱]

---

[۱] ہفتہ وار "ہمدرد" ۸ راپریل ۱۹۳۶ء

حقیقت بیانی پر سزا

مہاراجہ پرتاپ سنگھ اور اُس کے بعد مہاراجہ ہری سنگھ کے دورِ حکومت میں اخبارات کسی واقعہ کی صحیح رپورٹنگ پر بگڑے جاتے تھے، ان کی تحریروں کو باریک بینی سے جانچا اور پرکھا جاتا تھا۔ اگر کوئی تحریر سرکار اپنے خلاف پاتی تو اس کے لئے اخباری مدیروں کے خلاف سخت کارروائی کی جاتی تھی۔

۷ رمئی ۱۹۳۰ء کو "رنبیر" نے ایک جلوس کی صحیح رپورٹنگ کی۔ یہ جلوس جموں میں، مہاتما گاندھی کی برطانوی ہند میں گرفتاری کے خلاف نکالا گیا تھا۔ اس جلوس کی صحیح رُوداد شائع کرنا حکومت نے اُن شرائط کے خلاف قرار دیا جن کی پابندی ڈیکلریشن دیتے وقت "رنبیر" کے ایڈیٹر لالہ ملک راج صراف کے لئے ضروری قرار دی گئی تھی۔ چناں چہ اتنی بات پر "رنبیر" کو بند کر دیا گیا۔[1]

۱۹۳۶ء میں حکومت کشمیر نے شیخ محمد عبداللہ کو گرفتار کر لیا۔ اس گرفتاری کے ساتھ ہی ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ (گورنر) سری نگر نے تمام مقامی ایڈیٹروں کو مطلع کیا کہ وہ اُن کی اجازت کے بغیر اخبار شائع نہ کریں! چناں چہ کئی دنوں تک اخباروں کی اشاعت بند رہی اور اس دوران کوئی بھی اخبار شائع نہ ہوا۔[2]

---

[1] پچاس سال بحیثیت ایک صحافی [2] خدمت ۸ رجنوری ۱۹۵۷ء مضمون 'این ایل ڈاتل'

اخباروں سے ضمانتیں طلب

اخباروں کو صحیح رپورٹنگ اور حقیقت بیانی پر بند کرنے کے علاوہ حکومت نے ایڈیٹروں سے ضمانت طلبی کا ایک اور حربہ استعمال کرنا شروع کیا تھا۔ اگر کوئی اخبار اپنا پریس تبدیل کرنا چاہتا تھا تو اُس سے ضمانت طلب کی جاتی تھی۔ پرنٹر پبلشر تبدیل کرنے کے لئے بھی ضمانت طلب کی جاتی تھی۔ غرض بات بات پر یہ حربہ استعمال کیا جاتا تھا۔ ۱۹۳۷ء میں کشمیر ٹائمز" نے جدید پریس قائم کیا۔ پریس کے مالک سے الگ ضمانت مانگی گئی اور اخبار کے پرنٹر پبلشر سے محض اس لئے ضمانت طلب کی گئی کہ وہ کسی دوسرے پریس میں اخبار چھاپنے کی بجائے اپنے ہی پریس میں اخبار چھاپے گا![1]

پونچھ سے "المجاھد" اور "پربھات" دو اخبار شائع ہوتے تھے، طباعت وکتابت کی ہزار مشکلوں کے باوجود یہ اخبار عوام کی خدمت کا اہم فریضہ انجام دیتے تھے۔ پونچھ کی کئی لاکھ آبادی میں یہی دو اخبار تھے جو عوام کی آواز کو حکومت کے کانوں تک پہنچاتے تھے۔ حکومت نے ان اخباروں کی حقیقت بیانی سے ان سے ضمانتیں طلب کیں[2]۔ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ پونچھ کے سامنے ڈیکلریشن داخل کرتے وقت ان اخباروں کے مالکوں کو ہدایت کی گئی تھی کہ وہ ہر اشاعت کے دو پرچے بلامعاوضہ وزیرِاعظم کشمیر کو بھیج دیا کریں۔ ایک دفعہ کسی وجہ سے وزیرِاعظم کو اخبار کے دو پرچے نہ پہنچ سکے

[1] ہمدرد ۳ر اپریل ۱۹۳۷ء [2] ہمدرد ۱۲ر جون ۱۹۳۶ء

چنانچہ اخباروں کا رجسٹریشن نمبر منسوخ کیا گیا۔ جب ڈاک خانہ والوں سے اس کی وجہ پوچھی گئی تو جواب ملا کہ کشمیر پولیٹیکل ڈیپارٹمنٹ کی سفارش پر ایسا کیا گیا ہے۔

آزاد خیال اخباروں کی حوصلہ شکنی

آزاد خیال اخباروں سے حکومت کو خدا واسطے کا بیر تھا۔ عوام میں ایسے اخبارات بہت پسند کئے جاتے تھے۔ عوام کی تائید اور حمایت سے ان اخباروں کی ترقی اور نشو ونما کے امکانات روشن تھے۔ ایسے اخباروں کو سرکاری اشتہارات سے محروم کرنے کے لئے سیاہ فہرست اور سفید فہرست کا پھندا تیار کیا گیا تھا۔ ۱۹۳۶ء میں جموں کے اخبارِ "وطن"[۱] کو سیاہ فہرست پر رکھا گیا۔ "وطن" حقیقت بیانی کے لئے حکومت کی آنکھ میں بری طرح کھٹکتا تھا۔ اس کے ایڈیٹر سردار مہندر سنگھ نے اخبار کے اجرا کے روز سے ہی لوگوں کی بے باکی سے خدمت کی تھی۔ دو سال کے مختصر عرصے میں "وطن" کو دو بار سیاہ فہرست پر رکھا گیا۔ اس کے علاوہ حکومت نے اخبار کے ایڈیٹر سے پانچ سو روپیہ زرِ ضمانت داخل کرنے کا حکم دیا۔ "وطن" پر جو ضرب لگا دی گئی تھی، وہ دوسرے اخباروں کے لئے ایک قسم کی وارننگ

[۱] ہمدرد ۱۷ نومبر ۱۹۳۶ء

تھی۔ حکومت نے "وطن" کے چند مضامین کو قابلِ اعتراض قرار دے کر اُس کو یہ سزا دی تھی۔

۱۹۴۳ء میں حکومت نے ریاست کے تین بااثر اخباروں "ہمدرد" "البرق" اور "امر" جموں کو سیاہ فہرست پر رکھا۔ ان اخباروں کو آیندہ کے لئے تمام سرکاری اشتہارات سے محروم کر دیا گیا۔ اسی سال ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ سری نگر نے "ہمدرد" کے تین ایڈیٹوریل ــــ "یہ کیسا نوشیروانی انصاف ہے! پنڈت رام چندر کاک کِدھر کو؟ اور "عذرِ گناہ بدتر از گناہ" قابلِ اعتراض قرار دے کر "ہمدرد" کے پرنٹر پبلشر سے دو ہزار روپیہ اور بروکاز پرنٹنگ پریس سری نگر سے، جس میں "ہمدرد" چھپتا تھا، ایک ہزار روپیہ کی نقد ضمانت طلب کی۔ ۲۲ راگست ۱۹۴۷ء کو حکومت نے "ہمدرد" پر سنسر کی پابندی لگا دی۔ اس سے قبل خالد، نور، دیش، خدمت پر سنسر بِٹھا دیا گیا تھا، اور کافی عرصہ تک سنسر کی قینچی ان اخبارات پر چلتی رہی۔ ان اخباروں کے ایڈیٹروں کو اخبار شائع کرنے سے پہلے سارا مواد ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کے سامنے پیش کرنا پڑتا تھا۔ اور جو خبر، مضمون یا تبصرہ وہ قابلِ اعتراض قرار دیتے، ایڈیٹر اُسے شائع نہیں کرسکتا تھا!

اخباروں پر مقدمے

پرنٹ لائن میں کوئی غلطی یا پرنٹ لائن لکھنے میں بھول، حکومت کے لئے اخباروں پر وار کرنے کا ایک بہانہ بنتی تھی۔ جون ۱۹۴۱ء[1] میں اخبار "رہنما" کی ایک اشاعت میں پرنٹ لائن درج ہونے سے رہ گئی۔ اس معمولی سی غلطی پر کشمیر کے گورنر (ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ) نے اخبار کے ایڈیٹر مولوی نورالدین کو، جو اورینٹل کالج انجمن نصرۃ الاسلام کے پرنسپل تھے، اپنے دفتر پر طلب کیا۔ مولوی نورالدین گورنر کے پاس خود حاضر نہیں ہوئے، البتہ اخبار "اسلام" جو بند ہو گیا تھا، کے مینیجر کو اپنی طرف سے گورنر کے پاس بھیج دیا۔ گورنر یہ دیکھ کر سخت تلملا اُٹھے۔ اُنھوں نے کہا۔ "میں نے مولوی نورالدین کو طلب کیا ہے، وہ حاضر نہیں ہوئے بلکہ بزدلی کا ثبوت دیا ہے۔ انہوں نے اپنا نام اخبار کے سرورق پر ہٹا دیا۔ کیا وہ سمجھتے ہیں کہ اس طرح وہ بچ سکیں گے؟"

اس کے بعد مولوی نورالدین کے خلاف سٹی مجسٹریٹ سری نگر کی عدالت میں پریس ریگولیشنز کی دفعہ ۳ کے تحت مقدمہ دائر کیا گیا۔

اخبارات جب انتظامیہ کے آفیسروں پر تنقید یا نکتہ چینی کرتے تھے تو حکومت اس تنقید سے فائدہ اُٹھا کر افسروں سے باز پرس نہیں کرتی تھی، اس کے برعکس آفیسروں کو اخباروں کے خلاف مقدمے دائر کرنے کی

[1] خدمت ۱۱ر جون ۱۹۴۱ء

ہدایت کرتی تھی۔

سنہ ۱۹۳۷ء میں اخبار" ذوالفقار"[1] نے چیف الیکٹریکل انجینئر مسٹر بوس اور کچھ دوسرے آفیسروں کی مُبیّنہ دھاندلیوں کے متعلق خبر لکھی۔ حکومت نے مسٹر بوس کو ہدایت دی کہ وہ اخبار کے ایڈیٹر کے خلاف مُقدمہ دائر کرے، حکومت کی اس کارروائی کے خلاف "ہمدرد" نے ایک اداریہ سُپردِ قلم کیا، جس میں درج تھا:۔

"جہاں تک اخباروں کے خلاف مقدمے دائر کرنے کی پالیسی کا تعلّق ہے ہم اس اقدام کو بہ نظرِ استحسان دیکھتے ہیں۔ ہمارے خیال میں حکومت کے اس اقدام سے اخبارات میں سچّ جھوٹ کو پہلو بہ پہلو شائع کرنے کی رسم کا خاتمہ ہو جائے گا اور آیندہ جو الزام اخبار میں شائع ہوگا وہ سرکاری نقطۂ نگاہ سے اور عوام کے نزدیک بھی قابلِ اعتماد ہوگا۔ اس معاملہ میں حکومت کا فرض ہے کہ وہ اُن تمام آفیسروں کو اخبارات کے خلاف مُقدّمے دائر کرنے پر مجبور کرے جن کے خلاف اخبارات میں رشوت کے اِلزامات شائع ہو چکے ہیں۔ صرف ایک دو آفیسروں کو اخباروں کے خلاف مُقدّمے دائر کرنے کی ہدایت کرنے سے ظاہر ہوگا کہ دوسرے آفیسروں کے خلاف مُقدّمے دُرست ہیں!"

---

[1] ہمدرد - ۳۱ر اگست ۱۹۳۷ء

اخباروں کی درجہ بندی

۱۹۳۱ء سے ۱۹۴۷ء تک ریاست کے مختلف حصّوں سے جو اخبارات جاری ہوئے اُن کی تعداد کئی درجن تھی۔ ان میں زیادہ تر اخبارات مختصر عرصہ میں ہی بند ہو گئے۔ جن اخباروں نے مشکلات کا سامنا کرتے ہوئے سخت جانی اور ہمّت و حوصلے کا ثبوت دیا اور جو سولہ سال سے برابر شائع ہو رہے تھے، اُن کی آزاد روِش ختم کرنے کے لیے اخبارات کی درجہ بندی کی گئی۔ اس درجہ بندی کے تحت باقاعدہ شائع ہونے والے اخباروں کو زیادہ اشتہارات ملنے چاہیئے تھے۔ لیکن ایسے اخباروں کو تیسرے درجے میں رکھا گیا اور چاپلوسی کرنے والے اخباروں کو پہلے درجہ میں شامل کیا گیا۔

سرکار کی اس امتیازی پالیسی پر اخبار "خالد" نے ۲۹ جولائی ۱۹۴۷ء کو ایک مضمون شائع کیا جس میں لکھا گیا تھا:-

"مسٹر دینا ناتھ مست، جو اس وقت رہبر، نیا سنسار اور البرق کے مالک و مدیر ہیں، آج پھر اپنے اصلی رُوپ میں ظاہر ہو گئے ہیں۔ مسٹر مست کا ہمیشہ سے یہ وطیرہ رہا ہے کہ حکومت کی چاپلوسی کر کے عوام کے لیڈروں اور عوام کے ترجمان اخباروں کو برہنہ گالیاں دے۔ چونکہ مست صاحب تین اخباروں کے مالک ہیں اور یہ تینوں اخبارات حکومت کی سفید فہرست پر درج ہیں۔

نیز انہیں پہلے درجے میں رکھا گیا ہے۔ اس کے علاوہ مست صاحب کا تعلق پبلسٹی آفیسر سے ہے جو خاص اہمیت رکھتا ہے۔ اس لئے ان کے معاوضے میں مست صاحب کو اشتہارات کی صورت میں کافی رُوپے ملتے ہیں۔ اُس نے حکومت کو خوش رکھنے اور زیادہ سے زیادہ اشتہارات حاصل کرنے کی خاطر ہندوستان کے مایہ ناز سپوت پنڈت جواہر لال نہرو کو گالیاں دینے سے گریز نہیں کیا۔ اب اس کے سینے میں اتنی جلن پیدا ہو گئی ہے کہ حکومت کو مشورہ دے رہا ہے کہ نیشنل کانفرنس کے ہمدرد اخباروں "خدمت"، "نور"، "خالد"، "دیش" اور "نویگ" کو جلد از جلد بند کر دیا جائے۔"

پبلسٹی ڈیپارٹمنٹ کا رول

اخباروں کو اپنی آزاد روش سے بھٹکانے اور ان کو سرکار کا جی حضوری بنانے میں ریاست کا پبلسٹی ڈیپارٹمنٹ بہت ہی اہم رول ادا کرتا تھا؛ یہ محکمہ اخباروں کو آپس میں ٹکراتا تھا۔ پبلسٹی کے آفیسروں کی شہ پر اخبارات ایک دوسرے کے خلاف زہر افشانی کرتے تھے۔ اخباروں میں ایک دوسرے کے خلاف گالی گلوچ دیکھ کر محسوس ہوتا تھا کہ یہاں کا پریس لچر قسم کا ہے۔ ۱۹۴۵ء میں "ہمدرد" اور "کشمیر ٹائمز" یہاں کے پبلسٹی آفیسر کے خلاف تھے۔ مخالفت میں یہ اس حد تک آگے بڑھے کہ کچھ وقت تک "نیا سنسار"[1] کو گالیاں دینے کے لئے

[1] کرامیکل کا مضمون جس کا حوالہ خالد کے ۵ اگست ۱۹۴۷ء کے شمارہ میں دیا گیا ہے۔

انگریزی میں شائع کرنے کا سلسلہ شروع کیا گیا۔ "کشمیر کرانیکل" کو بھی کسی نہ کسی اخبار کے خلاف استعمال کیا گیا۔ "

ریاستی صحافت اور بلیک میلنگ

شخصی حکمرانوں کی ... ... چاپلوس اخباروں کے لئے نوازشوں اور آزاد خیال اخباروں کے خلاف منتقمانہ کارروائیوں نے ریاست کی صحافت میں بہت ساری ناخوشگوار روائتیں داخل کردیں جن کی وجہ سے صحافیوں کا وقار گرنا شروع ہوگیا۔ اُس وقت کچھ سنجیدہ اور مخلص صحافیوں نے ان غلط روایات کا قلع قمع کرنے کے لئے ایسے اخبار نویسوں کے خلاف باضابطہ مہم شروع کی اور ان پر اپنا دباؤ ڈالنا شروع کیا۔

۱۹۳۷ء میں سری نگر کے اخبار نویسوں کو معلوم ہوا کہ اخبار "البرق" کے ایڈیٹر نے بلیک میلنگ شروع کی ہے۔ اس سلسلے میں اخبار "جہاں گیر"، اخبار "ہدایت" اور اخبار "رہبر" نے اخبار "البرق" کے ایڈیٹر مسٹر محمد ایوب صابر کی بلیک میلنگ کے متعلق بہت سارے انکشاف کئے۔ ان اخباروں نے لکھا کہ ایم، اے صابر نے میونسپلٹی کے ٹھیکے کچھ دوسرے آدمیوں کے نام پر حاصل کئے ہیں۔ اس بلیک میلنگ کے خلاف "ھمدرد" اور دوسرے اخباروں نے ایڈیٹوریل لکھے جن میں صحافیوں کی انجمن سے مطالبہ کیا گیا کہ

وہ اس معاملہ کی چھان بین کرے اور ریاستی صحافت کو بلیک میلنگ کے بدنما دھبہ سے پاک وصاف کرے!

صحافیوں کی انجمن

شخصی حکومت میں محکمۂ اطلاعات کے آفیسر اپنی نمک حلالی کا ثبوت پیش کرنے کے لئے اخباروں کو آپس میں لڑاتے تھے اور اس طرح وہ اخبار نویسوں، ان کی قوتوں اور صلاحیتوں کو فروعی اور غیر ضروری مسائل پر لکھنے کیلئے ضائع کرانے میں کامیاب ہو جاتے تھے۔ اخبار نویسوں میں زبردست اختلافات موجود تھے لیکن ان اختلافات کے باوجود ان میں اتحاد و اتفاق کا جذبہ موجود تھا۔ اپنے مشترکہ مسائل کے لئے ہر وقت یک جا ہو جاتے تھے۔ ہاں ان میں کچھ افراد ایسے ضرور موجود تھے جو صحافیوں کے اتحاد کو پارہ پارہ کرنے کے در پے رہتے تھے! ایسے اخبار نویسوں کو اپنے مقاصد میں بہت کم کامیابی حاصل ہو جاتی تھی۔ اخبار نویسوں نے جو جرنلسٹ ایسوسی ایشن قائم کی تھی وہ بہت ہی سرگرم تھی۔ ایسوسی ایشن کی میٹنگیں اکثر و بیشتر ہوا کرتی تھیں جن میں اہم اور مشترکہ مسائل پر بہت ہی سنجیدہ بحث ہوتی تھی۔ بحث و مباحثہ کے بعد جو فیصلے ہوتے تھے اُن پر عمل درآمد کی غرض سے تمام اخبار نویس ہر قسم کا تعاون پیش کرتے۔ اخبار نویسوں کی یہ ایسوسی ایشن ایک فعال

تنظیم بن گئی تھی۔

۱۹۴۳ء میں سری نگر اور جموّں کے اخبار نویسوں نے ایک دوسرے کے ساتھ رابطہ پیدا کرنے اور اپنی مشکلات اور مسائل کا جائزہ لینے کے لئے ایک کانفرنس منعقد کی[1]۔ یہ کانفرنس ریاست کی صحافتی تاریخ میں ایک سنگِ میل کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس کانفرنس کی اہمیت کا اندازہ اس امر سے لگایا جاسکتا ہے کہ ہندوستان کے مشہور صحافی "امرت بازار پتر کا" کے ایڈیٹر شری تشار کانتی گھوش نے کانفرنس کا افتتاح کیا۔ اس کانفرنس میں جن دوسرے اصحاب کو شمولیت کی دعوت دی گئی تھی اُن میں سے خاص خاص کے نام اس طرح ہیں :۔ "ایسٹرن ٹائمز" لاہور کے ایڈیٹر مسٹر عبدالحمید، اخبار "مسیح الجدید" کے ایڈیٹر شری گیان چند کنول، کرسچن ایڈیٹرس کانفرنس کے صدر، نیشنل کانفرنس کے لیڈر شیخ محمد عبداللہ، ریاست کے دوسرے سرکردہ لیڈر، ممبران پرجا سبھا (اسمبلی)، میونسپل کمشنر، پروفیسر، وکلاء، تجار اور سکولوں کے ہیڈ ماسٹر صاحبان۔

صحافیوں میں جن لوگوں نے اس کانفرنس میں شرکت کی، اُن کے اسمائے گرامی یہ ہیں :۔

جموّں :۔ (۱) ایڈیٹر "رنبیر" لالہ ملک راج صراف (۲) ایڈیٹر "سُدرشن" (۳) نمائندہ "پربھات" پونچھ۔ (۴) جوائینٹ ایڈیٹر "سُدرشن" (۵) ایڈیٹر "مسیح" میرپور (۶) نمائندہ "صداقت" میرپور (۷) ایڈیٹر "پکار" (۸) ایڈیٹر "اوشا" (۹) ایڈیٹر "کسان" (۱۰) ایڈیٹر "دیش سیوک"

[1] خالد۔ ۱۶ جولائی ۱۹۴۳ء

کشمیر :- (۱) مدیر "مارتنڈ" (۲) مدیر "کشمیر ٹائمز" (۳) مدیر "خالد" (۴) مدیر "شمشیر" (۵) مدیران "خدمت" (۶) مدیر "خالصہ گزٹ" (۷) مدیر "وچار" (۸) مدیر "طبیب" (۹) مدیر "وکیل" (۱۰) مدیر "نور" (۱۱) مدیر "سدھار" (۱۲) مدیر "مسیحا" (۱۳) مدیر "نشاط" (۱۴) مدیر "جوہر" (۱۵) مدیر "دہقان" (۱۶) نمائندگان اورینٹ پریس و یونائیٹڈ پریس آف انڈیا۔

کانفرنس کے صدر لالہ ملک راج صراف بنائے گئے۔ انھوں نے کانفرنس میں اپنا جو خطبۂ صدارت پڑھا، جس میں ریاست کی صحافت کا مندرجہ ذیل الفاظ میں نقشہ پیش کیا گیا تھا:-

"ہندوستان کی ریاستوں میں پریس کی آزادی برائے نام ہے۔ اس کی وجہ ہماری غلامی در غلامی کے سوا اور کیا ہو سکتی ہے؟ جہاں تک ریاست جموں و کشمیر کا تعلق ہے، پریس کی آزادی ایک انوکھی چیز ہے۔ ریاستی پریس کی آزادی گو آج کی بات ہے مگر دلچسپیوں سے خالی نہیں۔ سنہ ۱۹۲۴ء سے قبل ریاست سے نہ کسی اخبار کے جاری کرنے کی اجازت تھی اور نہ ہی کوئی اخبار موجود تھا، مجھے وہ وقت اچھی طرح یاد ہے جب سنہ ۱۹۲۱ء میں اجرائے اخبار کے لئے میری درخواست پر دربار کشمیر نے غور کرنا تک قرین مصلحت نہ سمجھا۔ اس سلسلے میں میری ایک اور درخواست پر جولائی سنہ ۱۹۲۱ء میں حکم صادر ہوا کہ ریاست میں کسی اخبار کو شائع کرنے کی اجازت نہیں دی جا سکتی۔ جب

تیسری درخواست گذارش کی گئی تو جواب مِلا کہ مہاراجہ بہادر
اجرائے اخبار کی اجازت دینے پر رضامند نہیں۔ اس تمام جدّوجہد
کے بعد ۱۹۲۴ء میں اخبار جاری کرنے کی اجازت دے دی گئی
اور پانچ سَو روپیہ زرِ ضمانت داخل کرنے پر۔ ۲۰ر مئی ۱۹۲۴ء
کو ریاست کا پہلا اخبار "رنبیر" شائع ہوگیا۔ یکم جولائی ۱۹۳۲ء
تک ریاست سے کوئی اور اخبار جاری نہیں ہوا۔ اس اثنا میں
ریاستی عوام میں بیداری پیدا ہوگئی تھی۔ گیارہ سال کے دوران
ریاست سے جو اخبارات اور رسالہ جات جاری ہوئے اُن کی تعداد
ایک سَو کے قریب ہوگی۔ اس وقت ریاست میں پچاس سے
زیادہ اخبار باقی رہ گئے ہیں۔ اخبارات کی یہ تعداد اس بات
کی ضامن نہیں کہ ریاست کا پریس بھی کوئی طاقت رکھتا ہے،
ریاست کے اکثر اخبارات کی زندگی سرکار کے رحم وکرم پر ہے،
اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کی مالی حالت عام طور سے اطمینان بخش
نہیں ہے۔ معیار کے لحاظ سے بھی بعض اخبارات افسوس ناک
پستی کے گھڑے میں گِھرے ہوئے ہیں۔ حکومت ان کو محض اس
لئے برداشت کر رہی ہے بلکہ بعض اوقات ان کی پُشت پناہی
کر رہی ہے کیونکہ ان کا وجُود عوام کے حقوق کا نگہبان ہونے
کی بجائے حکومت کے نزدیک زیادہ کار آمد ہے۔ ان حالات
کو قائم رکھنے کے لئے حکومت نے ایک ایسی درجہ بندی مُقرر کی

ہے جس سے اکثر اخبارات حکومت کی جائز و ناجائز خوشنودی حاصل کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ محکمۂ انفارمیشن نے جو برائے نام معیار مقرر کیا ہے وہ محض ایک ڈھونگ ہے۔ حکومت کے اس طرزِ عمل سے اخبارات کا معیار پست ہو رہا ہے۔ ظاہر ہے کہ اس قسم کا طریقِ کار نہ حکومت کے شایانِ شان ہے اور نہ ہی پریس کے لئے قابلِ برداشت!"

ایڈیٹروں کی اس کانفرنس میں بہت ساری قراردادیں پاس کی گئیں اور حکومت سے مطالبہ کیا گیا کہ وہ پریس کی مشکلات دور کرے اور اس غرض سے صحافیوں سے مشورے کرے!

غالباً یہ اس کانفرنس کے فیصلوں کا ہی نتیجہ تھا کہ اس کے چند ماہ بعد ہی ریاست کے وزیرِ اعظم سر بی، این راؤ نے ایک پریس کانفرنس طلب کی؛ یہ ریاست کی تاریخ میں پہلی پریس کانفرنس تھی جو وزیرِ اعظم نے بلائی تھی، اس پریس کانفرنس میں اخباری نمائندوں اور وزیرِ اعظم کے درمیان جو سوال و جواب ہوئے وہ بڑے اہم تھے۔ لہٰذا اس پریس کانفرنس کی تفصیلات پیش کرنا کچھ بے جا نہ ہوگا۔

پہلی پریس کانفرنس

جموں و کشمیر کی صحافتی تاریخ میں ۱۳ر فروری ۱۹۴۴ء کو وزیرِ اعظم

مرجی، این راؤ نے جموں کے اپنے دفتر میں پہلی پریس کان فرنس طلب کی۔ اس کان فرنس میں شامل ہونے سے پہلے اخباری ایڈیٹروں اور نمایندوں نے اپنا ایک اجلاس بلایا۔ یہ اجلاس "رنبیر" جموں کے دفتر پر منعقد ہوا۔ اخبار "اوشا" کی چیف ایڈیٹر شریمتی مشکنتلا دیوی نے اجلاس کی صدارت کی۔ اس اجلاس میں دوسرے لوگوں کے علاوہ ایڈیٹر "مارتنڈ" پنڈت پریم ناتھ کنہ، مسٹر رادھا کرشن کاک (نمایندۂ یونائیٹڈ پریس آف انڈیا)، پنڈت وشوا ناتھ کیرنی، پنڈت شمبھو ناتھ کول، مسٹر بلراج پوری، چودھری محمد دین (ایڈیٹر "الانسان")، مسٹر یقین علی مسکین (ایڈیٹر "کسان")، غلام محی الدین آف "خدمت"، مسٹر نگر بخشی بودھ راج (ایڈیٹر "کشمیر میل") مسٹر ادم پرکاش صراف (ایڈیٹر "رتن") راجہ محمد اکبر خان (ایڈیٹر "سچ" میرپور) پنڈت بھاگ مل جوائینٹ ایڈیٹر "بھارتی" نے شرکت کی۔

اجلاس میں وزیر اعظم ریاست جموں و کشمیر مرجی، این راؤ کے دل کو ٹٹولنے کے طریقوں اور ان کے سامنے ریاستی صحافت کے مسائل پیش کرنے کے طریقہ کار پر تبادلۂ خیال ہوا۔

دوسرے روز جب پریس کان فرنس شروع ہوئی تو تیس سے زیادہ ایڈیٹروں اور نمایندگان اخبارات و پریس نے اس میں شرکت کی۔ وزیر اعظم کے ساتھ چیف سیکرٹری لالہ حویلی رام اور پبلسٹی آفیسر پنڈت شنکر لال کول تھے۔ پریس کان فرنس ڈیڑھ گھنٹہ سے زیادہ عرصہ تک جاری رہی۔ صحافیوں سے خطاب کرتے ہوئے وزیر اعظم سر بنیگل نرسنگھ راؤ نے کہا :-

" میں نے اخبار نویسوں کے ساتھ فرداً فرداً مُلاقات کرنے کی بجائے یہ مُناسب سمجھا کہ ان کے ساتھ مُشترکہ طور پر مُلاقات کروں۔ میں ریاستِ جموّں وکشمیر کو ایک "نمونے کی سٹیٹ" بنانا چاہتا ہوں اس لئے مجھے پریس کے تعاون کی ضرورت ہے۔ میں صحت مند نکتہ چینی کا خیر مقدم کروں گا۔ اس کے ساتھ ہی میں یہ بھی کہنا چاہتا ہوں کہ بہت سارے اخبار نویس ریاست میں کام کرنے والے آفیسروں کے خلاف لکھتے رہتے ہیں۔ میں اس سلسلے میں یہی مُناسب سمجھتا ہوں کہ کسی آفیسر کے خلاف کوئی شکایت شائع کرنے سے پہلے اس کی پُوری طرح چھان بین کی جائے۔ جب یہ اطمینان ہو جائے کہ شکایت دُرست ہے تو پبلسٹی آفیسر سے رابطہ قائم کیا جانا چاہیئے تاکہ اس بارے میں ضروری کارروائی کی جا سکے ۔ اگر حکومت اس قسم کی کسی شکایت کے خلاف کارروائی نہ کرے تو پھر دوسری پریس کانفرنس میں یہ معاملہ میری نوٹس میں لایا جائے۔ اس طرح پریس حقیقی خدمت انجام دے سکتا ہے ... "

وزیرِ اعظم سر بی، این راؤ کی اس تجویز پر اخبار نویسوں کو سخت تعجب ہوا اُنھوں نے اس سلسلے میں بہت سارے سوالات کئے۔ ان سوالوں اور جوابوں کی تفصیل اس طرح ہے :-

لالہ مُلک راج صراف (رنبیر) :-

اخبار نویسوں کو اس بات کا پابند نہیں بنایا جانا چاہیئے کہ کوئی شکایت شائع

کرنے سے پہلے وہ پبلسٹی کے متعلق آفیسر کے سامنے اس کو پیش کریں۔ کیونکہ ایک بار جب اخبار نویس کو اطمینان ہو جائے کہ شکایت درست ہے تو وہ اس کو شائع کرے گا۔ ایسا کرنا ہمارا حق ہے۔ ہم اپنے اس حق کو منوانے کے لئے خطرہ بھی مول لے سکتے ہیں۔ حکومت سے ہمیں جو کچھ کہنا ہو، ہم اخباروں کے ذریعے کہتے ہیں۔ اگر کسی آفیسر کے خلاف شکایت غلط ثابت ہو جائے تو متعلقہ افسر اس کی بجا طور پر تردید کر سکتا ہے! یا اس سلسلے میں کوئی اور ضروری کارروائی کی جا سکتی ہے۔

وزیر اعظم :-

میں نے محض ایک تجویز پیش کی ہے۔ کوئی قانون مقرر نہیں کیا ہے۔

شری رادھا کرشن گاک (یو، پی، آئی) :-

سری نگر کے ایک اخبار میں کسی آفیسر کے خلاف شکایت شائع ہوئی ہے۔ اخبار کے ایڈیٹر کو ڈیفنس رولز کے تحت گرفتار کر لیا گیا ہے۔ اس کو ہتھکڑیاں پہنا دی گئیں اور بازاروں میں سرِ عام گھمایا گیا۔ کیا قانون کے تحت مناسب کارروائی نہیں کی جا سکتی؟ ایڈیٹر پر ازالۂ حیثیتِ عرفی کے تحت مقدمہ چلایا جا سکتا تھا۔ اگر آپ پریس کے تعاون کے خواہش مند ہیں تو حکومت کو بھی پریس کے تئیں عزت و احترام کا مظاہرہ کرنا چاہیئے۔

وزیر اعظم :- یہ معاملہ Sub Judice ہے!

لالہ ملک راج صراف :-

ہماری شکایت حکومت کے طریقِ کار کے خلاف ہے جو اس نے اختیار کیا ہے!

وزیر اعظم :-

میں نے اس بات کو نوٹ کر لیا ہے!

شری گردھاری لال آنند : ("فردوس") :-

اس وقت سرکاری حکام کے خلاف اخباروں میں جو کچھ لکھا جاتا ہے، اُس کے تراشے متعلقہ حکام کے پاس جواب دہی کے لئے بھیجے جاتے ہیں۔ کیا آپ اس طریقے کو بند کرنا چاہتے ہیں؟

وزیر اعظم :-

قبل از وقت اشاعت، تحقیقات میں رُکاوٹ پیدا کرتی ہے!

راجہ محمد اکبر خان ("سچ" "میر پور") :-

اگر کسی آفیسر کے خلاف ہمیں کوئی شکایت موصول ہو تو کیا ہم کو وہاں یعنے میر پور سے پبلسٹی آفیسر کو ایک ڈائری بھیجنی ہوگی؟

وزیر اعظم :-

آپ اس کو ایک چھٹی لکھ سکتے ہیں!

راجہ محمد اکبر خان :

تو کیا ہماری پوزیشن ایک سی، آئی، ڈی کے آدمی کی سی نہیں ہوگی؟

شری رام سرن داس ملہوترہ ("زندگی") :-

اس وقت ریاست میں جو پریس قانون نافذ ہے اُس کے ہوتے ہوئے پریس کی آزادی میں مداخلت کرنا فائدہ مند ہے اور نہ مناسب!

وزیر اعظم :- میرا خیال ہے کہ میں نے جو تجویز پیش کی ہے اُس سے

حکومت کو کافی فائدہ ہوگا۔ اگر یہ ناقابلِ عمل تجویز ہے تو میں اس پر زور نہیں دُوں گا۔ "

گردھاری لال آنند :

میرا ذاتی تجربہ یہ ہے کہ سفید فہرست ہے، جس کے ذریعہ حکومت نے اخباروں کو اے، بی اور سی تین زُمروں میں تقسیم کیا ہے، پریس کی آزادی پر کاری ضرب پڑتی ہے۔ دُنیا میں اس کی مثال نہیں ملتی ہے۔ اس کو جتنا جلد ممکن ہوسکے، ختم کیا جانا چاہیئے! "

وزیرِ اعظم سر بی، این راؤ :

میں نے اس بات کو نوٹ کرلیا ہے!

کوی راج ویشنو گُپتا (دیش سیوک) :-

جب بھی ہم حکام سے دریافت کرتے ہیں کہ انھوں نے کیوں سفید فہرست سے اخبار کا نام ہٹادیا تو وہ جواب دیتے ہیں کہ یہ رازداری کا معاملہ ہے!

لالہ مُلک راج صراف :

ایک ایڈیٹر ایک آدمی ہے، اس لئے اُس سے بھی غلطیاں سرزد ہو سکتی ہیں۔ جس ایڈیٹر کے خلاف حکومت کوئی ایکشن لینا چاہتی ہو، اُس سے پہلے اس معاملہ میں بولنے کا موقعہ فراہم کیا جانا چاہیئے۔ اگر اُس کا جواب ناتسلی بخش ہو تو پھر یہ معاملہ پریس ایڈوائزری بورڈ کے سامنے پیش کیا جانا چاہیئے۔ جس کا فیصلہ حتمی ہونا چاہیئے!

جواب ندارد۔

رام سرن داس ملہوترہ :۔

میرے خیال میں اخباروں کو تمام سرکاری اشتہارات فوراً بند کئے جانے چاہئیں اس سے اخبار نویس صحیح سمت کی طرف بڑھ سکیں گے۔ نیز اس سے بوگس اخباروں اور اُن کے گائیڈوں کا خاتمہ ہو گا۔ یہاں ایک اچھے اخبار اور خراب اخبار کے درمیان کوئی فرق روا نہیں رکھا جاتا۔ جس اخبار کی اشاعت دس ہو یا جس کی اشاعت دس ہزار ہو، دونوں کے ساتھ حکومت یکساں سلوک کرتی ہے! ایسے اخباروں سے حکومت کو کیا فائدہ ہے؟ اگر آپ سرکاری اشتہارات بند کریں گے تو بوگس اخبارات خود بخود دَم توڑیں گے اور اچھے اور معیاری اخبارات زندہ رہ کر پروان چڑھیں گے!

جواب ـــ نل اُردو!

گوپی راج وشنو گپتا :ـــ

کچھ اخباروں نے لکھا ہے کہ یہاں آنے سے پہلے آپ آل انڈیا مسلم لیگ کے صدر مسٹر ایم، اے جناح سے ملاقات کر چکے ہیں!

وزیرِ اعظم سر بی، این راؤ :ـــ

میں کئی بار مسٹر جناح سے مِل چکا ہوں!

ریاستی صحافت کا دوسرا دور

۱۹۴۷ء

سے

۱۹۵۳ء

تک

۱۹۴۷ء میں آزادی کا سورج طلوع ہوا۔ کشمیر کے لیڈروں نے آزادی کی جو جنگ لڑی تھی، اُس میں پریس اور پلیٹ فارم کی آزادی مُقدم قرار دی گئی تھی! مہاراجہ پرتاپ سنگھ اور مہاراجہ ہری سنگھ نے لوگوں کو مطمئن کرنے کی غرض سے پریس کو معمولی آزادی دی تھی لیکن اس کے باوجود بھی پریس زبردست پابندیوں میں جکڑا ہوا تھا۔ آزادی کے بعد اُمید تھی کہ پریس آزادی سے کام کرنے لگے گا، اور اخبار نویس اپنی ذمّہ داریاں کسی دُشواری کے بغیر پُوری کریں گے، لیکن آزادی ملنے کے ساتھ ہی ریاست جمّوں وکشمیر میں جو حالات پیدا ہو گئے اُن کے باعث ریاست کا پریس زندگی اور موت کی کشمکش میں پڑ گیا۔

دستی پریس کا استعمال

اکتوبر ۱۹۴۷ء میں جب صوبۂ سرحد کے قبائلیوں نے پاکستان کی شہ پر کشمیر پر جارحانہ حملہ کیا تو وہ بارہ مولہ سے بھی آگے بڑھ گئے! اور اس کے نتیجہ میں کشمیر میں صدیوں کی زندگی کا ڈھانچہ بدل گیا۔ ایک نئی صورتِ حال پیدا

ہو گئی۔ کشمیری عوام اپنی آزادی کا تحفظ کرنے کے لئے میدانِ عمل میں کود پڑے ان کی اس جرأت مندانہ کارروائی سے دشمن اپنے ناپاک منصوبوں اور عزائم میں بری طرح ناکام رہا۔ لیکن ایک تشویش ناک اور صبر آزما صورتِ حال پیدا ہو گئی۔ قبائلیوں نے مہورہ پاور ہاؤس کو نقصان پہنچایا جس کی وجہ سے سارا کشمیر کافی عرصہ تک برقی رَو سے محروم رہا۔ بجلی بند ہو جانے سے قدرتی طور پر کشمیر کے اخبار بھی بند ہو گئے۔ ایسے پُر آشوب دَور میں کچھ صحافیوں نے دستی پریس سے کام لے کر دشمن کے خلاف اپنی مہم جاری رکھی۔ ریاست کے صحافیوں کے لئے یہ بہت ہی مشکل وقت تھا۔ لگ بھگ ایک سال تک یہ تشویش ناک اور ابتر صورتِ حال قائم رہی۔ پہلی جنوری ۱۹۴۹ء کو جب کشمیر میں جنگ بندی ہو گئی تو حالات کسی حد تک معمول پر آنے لگے۔ حالات میں سُدھار پیدا ہونے کے ساتھ ہی ریاست میں پھر سے اخبار شائع ہونے شروع ہو گئے۔ کچھ نئے اخبار بھی میدان میں آ گئے۔ اخباری دُنیا میں زندگی کی نئی لہر دوڑنے لگی۔ یہ لہر زیادہ دیر تک قائم نہ رہ سکی۔ ہنگامی حکومت کے دو سال کے اندر اخبارات کی تعداد میں پچاس فی صدی کمی واقع ہو گئی۔ قبائلی حملہ سے پہلے سری نگر سے چار پانچ روزنامے نکلتے تھے۔ کچھ ہفتہ وار اخبارات کو بھی روزانہ بنا دیا گیا تھا۔ قبائلی حملہ کے دوران کچھ اخبار بند ہو گئے اور کچھ روزنامے، ہفتہ وار بن گئے!

پریس ایکٹ کی دفعہ ۵ (الف) میں ترمیم

ریاست کے اخبار ابھی ۱۹۴۷ء کے جبر کے سے سنبھلنے نہ پائے تھے کہ حکومت جموّں وکشمیر نے پریس اینڈ پبلی کیشنز ایکٹ کی دفعہ ۵ (الف) میں ترمیم کا اعلان کر دیا۔ اس ایکٹ میں ترمیم کرنے کا مقصد حکومت نے یہ بتایا کہ ریاست میں ذمہ وار اور صحت مند پریس کی نشو ونما اور حوصلہ افزائی کی جائے اور اخبار(ات) کا معیار بلند کیا جائے۔ اس سلسلے میں حکومت نے ایک پریس نوٹ جاری کیا جس میں درج تھا:۔

"عام اطلاع کے لئے اعلان کیا جاتا ہے کہ حکومت نے پریس اینڈ پبلی کیشنز ایکٹ کی دفعہ ۵ (الف) میں ترمیم کی ہے تاکہ ریاست میں اخبارات شائع کرنے والے حجم، سائز اور باقاعدگی میں کم سے کم معیار پر قائم رکھ سکیں۔ اب ایک اخبار کے لئے یہ ضروری ہے کہ یہ مہینے میں ۲۴ بار عام سائز کے چار صفحات پر شائع ہو۔ یہ اقدام ریاست میں ذمہ وار اور صحت مند پریس کی نشو ونما کے لئے کیا گیا ہے۔"

ترمیم شدہ ایکٹ کے مطابق اخبارات کے لئے مندرجہ ذیل شرائط

کو پورا کرنا ضروری قرار دیا گیا ہے :۔

(۱) اگر روزانہ اخبار ہے تو مہینہ میں ۲۴ بار شائع ہونا چاہیئے۔ اور ہر شمارہ میں مواد کم از کم ۶۵۰ مربع انچ جگہ پر پھیلا ہونا چاہیئے

(۲) اگر ہفتہ میں دو بار شائع ہوتا ہے تو مہینے میں اس کے کم سے کم آٹھ شمارے شائع ہونے چاہئیں۔ ہر شمارہ کم سے کم چھ صفحوں کا ہونا چاہیئے۔ اور چھپا ہوا مواد اخبار کے کم سے کم ۶۴۸ مربع انچ حصہ پر پھیلا ہونا چاہیئے۔

(۳) اگر ہفت روزہ ہے تو مہینہ میں چار بار شائع ہونا چاہیئے ! ہر شمارہ آٹھ صفحوں پر مشتمل ہونا چاہیئے اور چھپا ہوا مواد کم سے کم ۸۶۴ مربع انچ جگہ پر پھیلا ہوا ہونا چاہیئے ۔

(۴) اگر پندرہ روزہ ہے تو مہینے میں دو بار شائع ہونا چاہیئے۔ ہر شمارہ بارہ صفحات پر مشتمل ہونا چاہیئے اور چھپا ہوا مواد اخبار کی ۲۹۶،۱ مربع انچ جگہ پر پھیلا ہونا چاہیئے !

(۵) اگر ماہوار شائع ہوتا ہے تو مہینے میں ایک بار شائع ہونا چاہیئے ہر شمارہ کم از کم ۲۴ صفحات کا ہونا چاہیئے اور چھپا ہوا مواد اخبار کے ۹۲۰،۱ مربع انچ حصہ پر پھیلا ہوا ہونا چاہیئے ـــــ

(۶) اگر کسی اور درجہ کا اخبار ہے اور متذکرہ صدر درجوں میں سے کسی زمرے میں نہیں آتا ، اس صورت میں چھپا ہوا مواد اس کی کم از کم چار ہزار مربع انچ جگہ پر پھیلا ہوا ہونا چاہیئے۔

پریس ایکٹ کی ترمیم کے مطابق اگر کوئی اخبار شرائط کو پورا نہ کر سکے تو اس کی طباعت اور اشاعت بند تصور کی جائے گی!"

جب سے یہ قانون بنایا جارہا تھا تو ریاست کے اخبار نویسوں نے اس کے خلاف آواز اٹھائی۔ انھوں نے ترمیمی بل کو بلیک بل کا نام دیا۔ صحافیوں کی سخت مخالفت کے باوجود حکومت نے من مانی کر کے قانون پاس کر دیا۔

ہنگامی اجلاس

پریس ایکٹ میں ترمیم ہونے کے فوراً بعد ۷ دسمبر ۱۹۵۱ء کو اس معاملہ پر غور کرنے کے لئے کشمیر جرنلسٹس ایسوسی ایشن کی ایک ہنگامی میٹنگ دفتر "خالصہ گزٹ" سری نگر پر سردار گوربرب سنگھ کی صدارت میں منعقد ہوئی۔ میٹنگ کی غرض وغایت یہ تھی کہ صحافیوں کی آواز حکومت کے ایوانوں تک پہنچائی جائے اور پریس ایکٹ میں ترمیم پر صحافیوں کا ردِ عمل ظاہر کیا جائے۔ میٹنگ میں ایک قرارداد پاس کی گئی جس کے ذریعہ حکومت سے مانگ کی گئی کہ وہ پریس سے متعلق قانون کو نافذ کرنے سے پہلے ریاستی صحافیوں کو اپنے اعتماد میں لے!

ریاست کے تمام اخبار نویسوں نے پریس ایکٹ کی دفعہ ۵ (الف) میں ترمیم کی مخالفت کی۔ انھوں نے اس قانون کے خلاف زوردار ایڈیٹوریل اور مضامین لکھے! جموں کے تین اخبار نیا کشمیر، سمیر اور گلاب پریس ایکٹ کی مقرر کردہ باقاعدگی قائم نہیں رکھ سکے۔ اسلئے ان کو سرکاری اشتہارات سے محروم رکھا گیا[1]

[1] سپیج جموں ۱۴ نومبر ۱۹۵۲ء

خالد

اخبار "خالد" نے اپنے ایک مقالہ میں لکھا :-

"حکومت نے پریس اینڈ پبلی کیشنز ایکٹ سنہ ۱۹۸۹ میں چند ترامیم کی ہیں۔ ان ترامیم کی رُو سے اخبارات پر حجم، سائز اور باقاعدگی کے بارے میں چند پابندیاں عائد کی گئی ہیں۔ اس ترمیم کے بارے میں سب سے پہلے جو معقول اعتراض اُٹھایا گیا ہے وہ یہ ہے کہ قانون بناتے یا ترمیم کرتے وقت ریاست کے صحافیوں اور اخبار نویسوں سے کوئی مشورہ نہیں کیا گیا۔ قاعدہ یہ ہے کہ ہر جمہوری ملک میں بلکہ یہاں بھی پُرانی غیر ذمہ وار حکومت کے دوران یہی طریقہ رائج تھا کہ کوئی مسودۂ قانون یا مجوزہ ترمیم وغیرہ شائع کرکے رائے عامہ طلب کی جاتی تھی۔ جہاں تک حکومت کے اس اقدام کا تعلق ہے، اس پر اکثر و بیشتر اخبارات کو اعتراض نہیں۔ کیونکہ وہ بھی محسوس کرتے ہیں کہ اخبارات کا باقاعدہ شائع ہونا از بس ضروری ہے اور یہ کہ کم از کم ان کا سائز اور حجم ایسا ہونا چاہیئے جو معیاری ہو۔ لیکن آج تک اس کی طرف حکومت نے مطلق کوئی توجہ نہیں دی۔ چند سال قبل یہاں سے روزناموں کے علاوہ درجنوں ہفت روزہ اور ماہوار رسالے معیاری شائع ہوتے تھے۔ وہ اگر بند ہو گئے تو کن وجوہات کی بنا پر؟ کیا حکومت نے اس کی وجہ دریافت کی ہے؟ کیا حکومت نے

یہ دریافت کیا ہے کہ مقامی اخبارات کو نیوز پرنٹ، پرنٹنگ اور دوسری مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے؟

اس قانون کے ہوتے ہوئے حکومت اخباروں سے پروٹسٹ کے بغیر اور کسی چیز کی اُمید نہیں رکھ سکتی!"

نوُیگ

● سری نگر کے اخبار "نوُیگ" نے مندرجہ ذیل مقالہ شائع کیا:-

"جہاں تک اخباروں کے معیار کو بلند کرنے کا تعلق ہے، کوئی بھی مُحبّ وطن اس کو ناپسندیدگی کی نظروں سے نہیں دیکھے گا۔ حکومت کے اس اقدام سے ریاست کے اخباروں کا معیار بلند ہو جائے گا، یا اکثر اخبار دَم توڑیں گے، یہ ایک اہم سوال ہے — یہاں اس وقت کوئی اخبار ایسا نہیں جو نقصان پر نہیں چلتا۔ وجہ یہ ہے کہ یہاں اقتصادی توازن معمول پر نہیں۔ جس وجہ سے لوگ اخبار خریدنے پر پیسہ خرچ نہیں کرتے۔ اس وقت وہ اخبار، جن کا کوئی سہارا نہیں، زندگی اور موت کی کشمکش میں مُبتلا ہیں۔ عملی طور پر اس قانون کا یہ نتیجہ بر آمد ہو گا کہ بہت سارے اخبارات ختم ہو جائیں گے۔ حکومت کس مُنہ سے ریاستی اخبارات کو اس بات پر مجبور کر رہی ہے کہ وہ اپنا حجم اور سائز بڑھائیں۔ جب اخبارات

کی سُود و بہبُود کے لئے اس نے کوئی قدم نہیں اُٹھایا ہے۔ جہاں تک یہاں کے اخبارات کا تعلّق ہے' انھوں نے مُلک کے وسیع مفاد کی خاطر حکومت کے کسی فیصلے کو، خواہ وہ غلط تھا' یا ٹھیک' صِرف ہاں میں ہاں مِلائی۔ نئے قانون سے یہاں کے نامور اور دیرینہ اخبارات کا مستقبل خطرے میں ڈال دیا گیا ہے ... "

دیش

اخبار ہفت روزہ "دیش" نے مندرجہ ذیل مقالہ افتتاحیہ قلم بند کیا:—

"جموّں و کشمیر سرکار نے جرنلزم کا وقار بڑھانے کے لئے جو اقدام کیا ہے وہ کوئی بُرا قدم نہیں کشمیر میں جرنلزم کا معیار گھٹیا ہے' لیکن گھٹیا جرنلزم کے لئے جہاں اخبارات ذِمہّ دار ہیں وہاں سرکار بھی بری الذمہّ قرار نہیں دی جا سکتی۔ کشمیر سرکار نے جرنلزم کے پنپنے کے لئے ترقی کا معیار محدود رکھا ہے۔ نیشنل کانفرنس کے آفیشل آرگن "خدمت" کا ہاتھ بٹانا اس کا فرض ہے لیکن یہ بات بلا کم و کاست کہی جا سکتی ہے کہ دوسرے اخبارات سرے سے ہی فراموش کئے گئے ہیں۔ سرکار کے اعلان واضح اور صریح ہونے چاہئیں۔ موجودہ اقدام سے یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ اخبارات کی ہستی ہی خطرے میں ہے۔ اخبارات کا معیار بڑھانا برحق !

لیکن اس سے ہمیں یہ خطرہ لاحق ہو گیا ہے کہ کشمیر کا فنِ صحافت کہیں ڈُبکا ڈُبکی میں ہی ختم نہ ہو جائے ! ‘‘

وکیل

ہفت روزہ ’’وکیل ‘‘ نے اپنے اداریہ میں لکھا :-

’’حکومت کے نئے اقدامات سے، جن کی رُو سے اخبارات کا سائز اور حجم مقرر کیا گیا ہے، جرنلزم کا جنازہ نکل جائے گا۔ ہم سمجھتے ہیں کہ حکومت کا ارادہ متذکرہ دلائل کی روشنی میں نیک نیّتی پر مبنی نہیں۔ اگر وہ صحیح معنوں میں اخبارات کا معیار بلند کرنے کی متمنی ہے تو ایسا ایکٹ، جو نہ صرف یہ کہ غیر دانش مندانہ ہے بلکہ ڈکٹیٹرانہ بھی، لاگو کرنے سے پیشتر یہاں کے صحافیوں کی رائے طلب کی جانی چاہیئے ! … ‘‘

خالصہ گزٹ

ہفت روزہ ’’خالصہ گزٹ ‘‘ سری نگر نے پریس ایکٹ کی ترمیم پر مندرجۂ ذیل مقالۂ افتتاحیہ قلم بند کیا :-

’’خالصہ گزٹ ‘‘ نے ہر معاملہ میں حکومت کے ساتھ تعاون کیا ہے،

اگرچہ کسی وقت ایسے اختلافی امور بھی پیش آئے ہیں جن پر اخبار نویسوں کا حکومت کے ساتھ متفق ہونا بہت مشکل تھا لیکن اس کے باوجود وقت کی نزاکت اور مفادِ عامہ کے پیشِ نظر وہ اختلافی امور بالائے طاق رکھ کر مقامی پریس نے مکمل طور پر حکومت کے ساتھ تعاون کیا۔ آج اگر پریس ایکٹ میں ترمیم کرتے وقت حکومتِ کشمیر اُن احسانات کا بدلہ دیتی ہے جن کی کسی بھی صورت میں توقع نہیں کی جا سکتی تھی تو مجبور ہو کر "خالصہ گزٹ" کو بہ حیثیتِ ایک آزاد نگار کے اس حکم کے خلاف احتجاج کرنا پڑا۔ اس لئے نہیں کہ "خالصہ گزٹ" لمز ورجسپا درج ہے یا نہیں! "خالصہ گزٹ" پہلے ہی اس معیار پر پورا اُترتا ہے، ہم نے اس ترمیم کے خلاف آواز ضرور بلند کی ہے؛ اس لئے کہ فنِ صحافت کو ریاست میں زبردست نقصان پہنچے گا اور وہ اخبارات، جن کی پُشت پر سیاسی جماعتیں نہیں اور جنہیں انفرادی طور بعض ایثار پسند لوگ شائع کرتے ہیں، اُنہیں زبردست دھکا لگ جائے گا۔ لہٰذا حکومت سے گذارش ہے کہ وہ عقل مندی اور دُور اندیشی سے کام لے کر مجوزہ ترمیم پر نظرِ ثانی کرے!"

مارتنڈ

"مارتنڈ" سری نگر نے اپنے ایڈیٹوریل میں لکھا :-
"جب سے حکومت نے پُرانے پریس ایکٹ میں ترمیم کی ہے، ریاست کے اکثر اخبارات نے اس کے خلاف زبردست احتجاج کیا۔ حکومت نے پریس ایکٹ میں اس وجہ سے ترمیم کی ہے کہ اس سے یہاں کے اخبارات کا معیار بلند ہوگا۔ اب یہاں کے اخبارات کی پوزیشن زیادہ قابلِ رحم بن گئی ہے۔ آخر ہماری حکومت نے اخباروں کے اندرونی معاملات میں مداخلت کرنے کی جُرأت کیوں کی ؟ ایک آزاد اور جمہوری مُلک میں پریس کی آزادی مُسلّمہ ہوتی ہے۔ حکومت کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ اپنی مرضی سے حجم اور سائز مُقرر کرے !"

چاند

جموّں کے ہفتہ وار اخبار "چاند" نے اپنے ایڈیٹوریل میں لکھا :-
"جموّں کے روزانہ اخبارات اب شائع ہو سکیں گے یا نہیں ؟ یہ سوال ہر صحافی کی زبان پر ہے۔ نئے اصول کے تحت $\frac{18 \times 22}{2}$ کے

چار صفحے لازمی ہیں۔ یہاں اخبارِ "شمشیر" اور "سچ" روزانہ اخبار تھے۔ "نیا کشمیر" بھی تھا لیکن وہ نئے قانون کے بعد ہفتہ وار ہوگیا۔ "چاند" روزانہ کے اخراجات برداشت نہ کر سکا، اس لئے ہفتہ وار ہوگیا۔"

خدمت

روزنامہ "خدمت" نیشنل کانفرنس کے ترجمان نے اپنے اداریہ میں اس ترمیم کے متعلّق لکھا :۔

"تحریکِ حرّیت کے نتیجے میں آج سے آٹھ سال پہلے یہاں کے عوام کو اخبارات شائع کرنے کی اجازت نہ تھی۔ اُس وقت سے لے کر آج تک بہت سارے روزانہ، ہفتہ وار، پندرہ روزہ اور ماہوار رسالے شائع ہوئے۔ اُس وقت بھی بہ مشکل ایک دو اخبارات ایسے تھے جو حجم، سائز اور باقاعدگی میں معیاری قرار دئے جا سکتے تھے، اکثر ایسے تھے جو ایک بھی شرط پوری نہیں کرتے تھے۔ اخبارات کی اس بُری حالت کے لئے جو بھی حالات ذمّہ دار ہوں، اس بحث میں پڑنے کی ضرورت نہیں۔ بہتر یہ ہوتا کہ اس پیشے سے تعلّق رکھنے والے خود ہی یہ فرض سرانجام دیتے! اب اگر حکومت نے خود ہی مجبور ہو کر ایسا کرنے کا بیڑا اُٹھایا ہے تو اس پر بے معنی شور و غوغا کرنے کی بجائے اس کا خیر مقدم کرنا مناسب ہوگا!

حجم، سائز اور باقاعدگی کی تقرری کو کوئی ظلم تصور نہیں کیا جا سکتا۔"

نور

اخبار "نور" نے اپنے افتتاحیہ میں لکھا :۔

"پریس ایکٹ میں ترمیم کر کے حکومت نے روزانہ اور ہفتہ وار اخبارات پر پابندیاں عائد کی ہیں۔ ان پابندیوں کے خلاف ریاست کے لگ بھگ تمام اخبارات اور جموں و کشمیر کے صحافیوں کی دونوں انجمنوں نے متواتر احتجاج کیا اور حکومت سے مطالبہ کیا کہ وہ ان پابندیوں کو ہٹا دے! اس سلسلے میں نیشنل کانفرنس کے جنرل سیکرٹری مولانا محمد سعید مسعودی سے مداخلت کی اپیل کی گئی۔ جرنلسٹ ایسوسی ایشن نے فیصلہ کیا ہے کہ اگر ۵۔ مئی ۱۹۵۲ء تک حکومت نے پریس ایکٹ کی مجوزہ ترمیم کو نہ ہٹایا تو اس صورت میں کشمیر جرنلسٹس ایسوسی ایشن کوئی آخری فیصلہ کرنے پر مجبور ہو جائے گی۔ صحافیوں کے لئے یہاں پہلے ہی گوناگوں مشکلات ہیں۔ پریس ایکٹ میں ترمیم کے بعد اکثر اخبارات نے اپنی اشاعتیں بند کی ہیں۔"

پریس ایکٹ میں ترمیم کا معاملہ اسمبلی میں

۱۹۵۳ء کی ابتدا میں پریس اینڈ پبلی کیشنز ایکٹ میں ترمیم کا سوال شری کرشن دیو سیٹھی نے ریاستی قانون ساز اسمبلی میں اٹھایا۔ انھوں نے پریس اینڈ پبلی کیشنز ایکٹ سمت ۱۸۸۹ کے متعلق ایک ترمیم پیش کرنے کا نوٹس دیا۔ اسمبلی میں پریس ترمیمی ایکٹ کے بارے میں فیصلہ ہوا کہ ایک کمیٹی مقرر کی جائے جو اس ایکٹ میں مناسب ترمیم کے بعد رپورٹ مرتب کر کے اسمبلی کے اگلے اجلاس میں پیش کرے۔ ترمیم کا مقصد یہ تھا کہ پریس ایکٹ کی دفعہ ۵ (الف) کو ہٹا دیا جائے۔

پریس ایکٹ میں ترمیم کا نتیجہ

پریس ایکٹ میں ترمیم جن حالات میں کی گئی، اس کا نتیجہ لازمی طور پر اخبارات بند ہونے کی صورت میں نکلتا۔ اخبار نویس جن حالات کا سامنا کر

رہے تھے اُن کی وجہ سے صحافیوں کے لئے حجم اور سائز کو قائم رکھنا ناممکن تھا، اخباری کاغذ کی مشکلات نے اس اہم پیشہ سے وابستہ افراد کے لئے کئی مسئلے پیدا کئے تھے۔ طباعت کی ہزاروں دقتیں بھی درپیش تھیں۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ حالات ابھی تک ڈانواڈول تھے۔ اقتصادی بدحالی نے نفع بخش پیشوں کو بھی بحران میں مبتلا کر دیا تھا۔ ایسے حالات میں اخباروں کے لئے حجم، سائز اور باقاعدگی کی پابندیاں عائد کرنا اخباروں کا گلا گھونٹنے کے برابر تھا۔ ریاست کے اخبارات اس پوزیشن میں نہ تھے کہ وہ ان شرائط کو پورا کرتے! ان پابندیوں سے ریاست کا پریس مجبور بن کر کام کرتا یا اپنی ذمہ داریاں دیانت داری اور بے باکی سے پوری کرنے کے ناقابل بن جاتا۔ جموں اور سری نگر کے اخباروں نے اس ترمیم کے خلاف جو زبردست احتجاج کیا، وہ ہر لحاظ سے حق بجانب تھا۔

اس قانون کے پاس ہو جانے کے بعد کچھ روزانہ اخبارات نے ہفتہ وار اشاعت شروع کی، جب کہ بہت سارے دوسرے اخبارات بند ہو گئے

ضمانت طلبی اور اخبار بند کرنے کا نیا سلسلہ

اخباروں پر حجم، سائز اور باقاعدگی کی پابندیاں عائد کرنے سے پہلے ہی حکومت نے آزاد خیال اخباروں کا قافیہ تنگ کرنا شروع کیا تھا۔ ڈوگرہ

حکمرانوں نے اخباروں کو دبانے کے لئے جو حربے استعمال کئے تھے، شیخ محمد عبداللہ کی حکومت نے بھی، اُن کو عوامی حکومت قائم کرنیکا فخر حاصل تھا، ان ہی ہتھکنڈوں کو آزمانا شروع کیا۔ اخباروں سے ضمانتیں طلب کرنے کا پھر سلسلہ شروع ہو گیا۔[1]

۶- نومبر ۱۹۴۸ء کو اخبار "نور" نے کشمیر میں غذائی صورتِ حال کی تشویش ناک خرابی پر ایک خبر شائع کی جس کی سرخی تھی :-

کشمیر میں قحط کا خطرہ پیدا ہونے لگا

بھوک کے خلاف عوام کی جبھہ بندی

اس خبر اور اسی قسم کی دوسری خبروں پر "نور" کو بند کر دیا گیا۔ اس کے ساتھ ہی اخبار "نور" کے ایڈیٹر محی الدّین نورؔ کو نظر بند کیا گیا۔ محی الدّین نورؔ نو ماہ تک سری نگر اور جموّں کے سنٹرل جیل میں نظر بند رہے۔ جب وہ رہا ہوئے تو اُنھوں نے دوبارہ اخبار جاری کرنے کی درخواست دے دی۔ حکومت نے ایک ہزار رُوپیہ زرِ ضمانت داخل کرنے پر اخبار جاری کرنے کی اجازت دے دی۔ محی الدّین نورؔ نے ایک ہزار روپیہ کی نقد ضمانت پیش کرکے پھر سے "نور" شائع کرنا شروع کیا۔ اخبار جاری کرنے کے بعد "نور" کی ہر اشاعت میں حسبِ ذیل بلاک شائع ہوتا تھا :-

> (۱) اخبار "نور" سے نقد ضمانت طلب کرنے کا مطلب یہ ہے کہ یہ اخبار عوام کی صحیح ترجمانی کرنے سے باز رہے !
>
> (۲) اخبار "نور" کا زرِ ضمانت واپس کرنے کے بعد ہی کہا جاسکتا ہے کہ

[1] سٹرگل فار فریڈم آف کشمیر۔ پریم ناتھ بزاز

اس مُلک میں ایک انسان کو اظہارِ خیال کا حق حاصل ہے! اس لئے پریس ایکٹ، جو ڈوگرہ شاہی میں مُرتب کیا گیا تھا فوراً تبدیل کیا جائے!"

شہری آزادیاں سلب

کشمیر میں پریس کی آزادی سلب کرنے پر اخبارِ "نوُر" نے اپنی ۳ رجون ۱۹۵۱ء کی اشاعت میں لکھا:—

"موجودہ دَور میں یہاں شہری آزادی کی بحالی اس لئے ضروری ہے کیونکہ کشمیر کا تعلّق سامراجیوں کا پیدا کردہ ہے۔ پریس اور پلیٹ فارم کے ذریعہ سامراجی سازش اور مداخلت کو ننگا کیا جا سکتا ہے! ہماری ۲۰ بیس سالہ تحریک کا یہی مقصد رہا ہے کہ عوام کو آزادی کے ساتھ حکومت پر تنقید کرنے کا حق ہو۔ ماضی میں نیشنل کانفرنس کے زعما بھی اس مقصد کے لئے کوشاں تھے، اس لئے حکومتِ کشمیر سے میری اپیل ہے کہ اخبار "نوُر" جیسے پُرانے اخبار کی ایک ہزار رُوپیہ کی نقد ضمانت واپس کی جائے۔ ہزاروں روپیہ عوامی اخباروں سے زرِ ضمانت طلب کرنے کا مطلب یہ ہوا کہ مزدُور، کسان یا درمیانہ طبقہ کے لوگ نہیں بلکہ مُٹھی بھر سرمایہ دار اخبارات جاری کرنے کے ڈیکلریشن

حاصل کریں۔ یہاں کی حکومت بھی دیگر ترقی پسند حکومتوں کی طرح اخبارات کے خلاف کھلی عدالت میں مقدمہ چلائے۔ ورنہ بغیر مقدمہ چلائے ایڈیٹروں کو گرفتار کرنا اور ان سے ہزاروں روپیہ کی ضمانت طلب کرنا شہری آزادی سلب کرنے کے مترادف ہے۔"

مارتنڈ، سویرا اور نیا کشمیر پر پابندیاں

۱۹۵۳ء کی ابتدا میں کئی اخبارات، جن میں "مارتنڈ"، "سویرا" اور "نیا کشمیر" شامل ہیں، بند کر دیئے گئے۔ "مارتنڈ" کو جموں و کشمیر پریس ایکٹ سمت ۲۰۰۸ کا شکار بنایا گیا۔ اس سے قبل جرنلسٹس ایسوسی ایشن برابر دو سال سے حکومت سے بات چیت کرتی رہی تھی کہ اس ترمیمی قانون کو موجودہ صورت میں منسوخ کیا جائے اور اس میں مناسب ترمیم کی جائے۔ ایسوسی ایشن کی میٹنگ میں اس اعلان کا اعادہ کیا گیا کہ موجودہ پریس ایکٹ، پریس کی آزادی اور صحت مند صحافت کی راہ میں بھاری رکاوٹ ہے۔ اسی سال "اپنا سنسار" بھی بند کر دیا گیا۔ جموں کے ہفت روزہ "چاند" سے کہا گیا کہ وہ اپنا سارا مواد شائع کرانے سے پہلے ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ سے سنسر کرائے۔ ان اخباروں کا کیا قصور تھا؛ حکومت نے کبھی بھی اس بات کی وضاحت کرنے کی ضرورت نہیں سمجھی۔ "سویرا"

اور "نیا کشمیر" نیشنلسٹ اخبار تھے لیکن یہ دونوں اکثر و بیشتر نیشنلسٹ لیڈروں کی نکتہ چینی کرتے تھے۔ اسی بنا پر ان اخباروں پر پابندی عائد کی گئی۔ جموں کا "چاند" بھی نیشنلسٹ حکومت کا حامی تھا۔ یہ نیشنل کانفرنس اور پرجا پریشد کے درمیان سمجھوتہ کی کوشش کرتا تھا۔ اس کے علاوہ یہ نیشنل کانفرنس کی پالیسی پر چل کر ڈوگروں کے جذبات کی ترجمانی کرتا تھا۔ اس بنا پر اخبار پر سنسر بٹھا دیا گیا۔

سری نگر کے اخبار "جمہور" نے پریس ایکٹ پر ایک اداریہ لکھا۔ ابھی یہ اداریہ منظرِ عام پر آیا ہی تھا کہ "جمہور" پر سنسر لگا دیا گیا۔

"کشمیر میل" سے ضمانت طلب

۱۹۵۲ء میں حکومت نے جموں کے "کشمیر میل" سے ایک ہزار روپیہ کی نقد ضمانت طلب کی۔[1] اخبار کے خلاف الزام لگایا گیا کہ اس نے قابلِ اعتراض مواد شائع کیا ہے۔ اس کے ساتھ ہی پریم پرنٹنگ پریس جموں، جس میں اخبار شائع ہوتا تھا، کے مالک سے بھی ایک ہزار روپیہ کی ضمانت مانگی گئی۔ پریس کے مالک نے عدالتِ عالیہ سے رجوع کیا۔ عدالت نے کیس پر فیصلہ صادر کرتے ہوئے لکھا:

"اظہارِ خیال کی آزادی، جمہوریت کا بنیادی اصول ہے اور یہ کسی حکومت کے لئے بری بات نہیں کہ وہ حقیقی شکایات اور جائز نکتہ چینی پر اس لئے پابندیاں عائد کرے کہ اس سے حکومت کے

[1] گلاب جموں۔ ۹ر مارچ ۱۹۵۲ء

خلاف بے چینی پیدا ہو سکتی ہے۔"

عدالت نے اپنے فیصلے میں مزید لکھا کہ "موجودہ قانون کے تحت حکومت ضمانت طلب کر سکتی ہے۔"[1]

اسی اثنا میں پرجا پریشد کے اخبار "سودیش" جموں سے بھی ایک ہزار روپیہ کی نقد ضمانت طلب کی گئی۔

اخباروں سے ضمانت طلب کرنے پر جموں کے ہفت روزہ "چاند" نے اپنی ۱۸۔ فروری ۱۹۵۲ء کی اشاعت میں لکھا:۔

"نیا کشمیر" کے علمبرداروں کی طرف سے اس اقتصادی پستی کے زمانہ میں اتنی بھاری ضمانتیں طلب کرنا یقیناً کچھ اچھی بات معلوم نہیں ہوتی۔ جب سے یہ حکومت قائم ہوئی ہے، اخبارات اور پریس کو بھاری ضمانتوں کا متحمل ہونا پڑا ہے۔"

اشتہارات کی تقسیم کے نئے قاعدے

شیخ صاحب کی حکومت میں اشتہارات کی تقسیم کا معاملہ سب سے پہلے حکومت کے سامنے زیرِ غور آیا۔ حکومت نے سرکاری اشتہارات کی تقسیم کے لئے کچھ قاعدے مقرر کئے۔ ان قاعدوں کو مقرر کرنے کے بعد ریاستی محکمۂ اطلاعات کی طرف سے ایک پریس نوٹ جاری ہوا جس میں لکھا گیا تھا:۔

[1] نور۔ ۹ مئی ۱۹۵۲ء

"حکومت نے اخبارات کی نئی درجہ بندی کی ہے اور اشتہارات کی تقسیم کے لئے تین درجے مُقرر کئے ہیں۔ پہلے درجے پر روزانہ اخبارات کو رکھا گیا ہے جن کو اشتہارات کا ساٹھ فی صدی حصّہ مِلا کرے گا دوسرے درجے کے اخبارات کو تیس فی صدی اور تیسرے درجے کے اخبارات کو دس فی صدی اشتہارات مِلا کریں گے۔ اس درجہ بندی کے مطابق روزنامہ "خدمت" "سری نگر"، "سچ" "جموّں اور "تیر" جموّں"، "رہبر" "سری نگر اور "خالد" "سری نگر کو تیس فیصدی اور "ستطور" "سری نگر"، "نیا کشمیر" "جموّں"، "البرق" "سری نگر"، "خالصہ گزٹ" "سری نگر"، "دیش" "سری نگر اور "گیتا"، کو دس فی صدی اشتہارات کا مستحق قرار دیا گیا۔"

اس قسم کی درجہ بندی پر اکثر اخباروں نے زبردست ناراضگی کا اظہار کیا۔ سری نگر کے ہفت روزہ "روشنی" نے ۱۳ مارچ ۱۹۵۰ء کو اپنے ایڈیٹوریل میں اس درجہ بندی کی مخالفت کرتے ہوئے لکھا:—

"اس حکم پر غور کرنے سے ہی اہلِ دانش کو فہرست مُرتب کرنے والے کی کوتاہ اندیشی کا بخوبی اندازہ ہو گا۔ ہمیں معلوم نہیں کہ اس نے صحافت کو پرکھنے کا کون سا معیار مُقرر کیا ہے۔ جہاں تک ہم کو شری سجے، این مُنشی اور پنڈت گواشہ لال کول کے بارے میں معلوم ہوا ہے، وہ ہرگز ایسی بوگس (غلط) درجہ بندی نہیں کر سکتے جس نے ریاست بھر کے خُوددار صحافیوں کی غیرت کو چیلنج کیا ہے،

ساٹھ فی صدی، تیس فیصدی اور دس فی صدی کا امتیاز قائم کر کے اُس اقربا نوازی اور اجارہ داری کا مظاہرہ کیا گیا ہے جس پر فی زمانہ ساری دُنیا پھٹکار بھیج دے گی۔ بعض اخبارات کو کُلی طور پر نظر انداز کر دیا گیا ہے۔ اس طرح یہاں معیار پر لکھنے کا ایسا ذلیل طریقہ اختیار کیا گیا ہے جو دَورِ وحشت میں بھی نہیں ہو گا۔"

(۵) اخبار "دیپش" سری نگر نے اپنے مقالہ افتتاحیہ میں لکھا:۔

"ہم حیران ہیں کہ محکمۂ اطلاعات نے ایسی درجہ بندی کیوں کی ہے؟ اگر اپنے منظورِ نظر اخبارات کو فائدہ پہنچانے کے لئے ایسا کیا گیا ہے تو بھی کیوں اس کے لئے کوئی اُصول نہیں بنایا گیا؟ ہم اس درجہ بندی کے سخت خلاف ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ہر اخبار مساوی طور پر اشتہار حاصل کرنے کا حق رکھتا ہے۔"

۲۳ر فروری ۱۹۵۱ء کو درجہ بندی کے معاملہ پر کشمیر جرنلسٹس ایسوسی ایشن کا ایک اہم اجلاس منعقد ہوا۔ اس اجلاس میں حکومت جموّں و کشمیر کی جانب سے وزارتِ اطلاعات و نشریات کا پریس نوٹ زیرِ بحث آیا جو اخبارات میں اشتہارات کی تقسیم کے بارے میں جاری کیا گیا تھا۔ اس سلسلے میں پرنسپل انفارمیشن آفیسر کی چٹھی بھی زیرِ غور آئی جس میں پریس نوٹ کے متعلق چند اُمور کی وضاحت کی گئی تھی۔ کافی بحث و مباحثہ کے بعد اتفاقِ رائے سے طے پایا کہ اس سلسلے میں حکومتِ جموّں و کشمیر سے سفارش کی جائے کہ پہلے درجے کے اخبارات یعنی روزانہ اخبارات کو اشتہارات کا ۵۵ فی صدی، دوسرے

درجے کے اخبارات یعنی باضابطگی کے ساتھ شائع ہونے والے سہ روزہ، پندرہ روزہ اور ماہوار اخبارات کو اشتہارات کا ۴۵ فی صدی حصّہ دیا جائے۔ اور جہاں تک اُن اخبارات کا تعلّق ہے جنہیں محکمۂ اطلاعات نے درجۂ سوئم میں رکھا ہے، ایسوسی ایشن کی رائے میں اشتہارات کے مستحق نہیں!

صحافت کا تیسرا دور

۱۹۵۳ء سے ۱۹۶۳ء تک

دو پالیسیاں

۱۹۵۳ء میں ڈرامائی تغیر کے بعد جب بخشی غلام محمد برسرِ اقتدار آ گئے تو انھوں نے پریس سے متعلق پالیسی بدل ڈالی۔ انھوں نے دو پالیسیاں بنائیں ایک جمّوں کے لئے اور دوسری کشمیر کے لئے۔ جمّوں میں بخشی غلام محمد کے لئے حالات ساز گار تھے، اس لئے وہاں کسی دشواری کے بغیر اخبار جاری کرنے کی اجازت دے دی۔ ۱۳ر مئی ۱۹۵۶ء کو جمّوں کے اخبار "خورشید" نے اس بات کا اعتراف کرتے ہوئے لکھا:۔

"بخشی غلام محمد کے برسرِ اقتدار آنے پر آزادیٔ تحریر و تقریر کی کھلی اجازت مِل گئی ہے۔ اخباروں کے ڈیکلریشن بلا جھجک منظور ہونے لگے ہیں۔"

اس کے مقابلہ میں کشمیر کے نئے اخباروں کے لئے ڈیکلریشن دینے بند کئے گئے۔ اس کا ثبوت سری نگر کے اخبار "آزاد" کی تحریر سے مِل سکتا ہے۔۔

"آزاد" سری نگر کا ماہوار ادبی جریدہ تھا۔ اس جریدہ کے ایڈیٹر نے "آزاد" کو ہفتہ وار اخبار میں تبدیل کرنے کی اجازت مانگی جو مُشکل سے دے دی گئی۔ کچھ وجوہات کی بنا پر "آزاد" کے ایڈیٹر اخبار کو چند ماہ تک شائع نہ کر سکے، چناں چہ اس کا ڈیکلریشن بند کر دیا گیا۔ اور آیندہ اشاعت کی اجازت نہیں دی گئی۔ سری نگر اور دوسرے قصبوں کے بہت سارے لوگوں نے اخبار جاری کرنے

کی اجازت طلب کی۔ لیکن کسی کو یہ اجازت نہیں دی گئی۔ اس کے ساتھ ہی سرینگر کے سولہ[16] اخباروں کو، جن میں "نیا سماج"، "خالد"، "وکیل"، "جمہور"، "الحق"، اور "اپنا سنسار" شامل ہیں، کلیتاً دبا دیا گیا۔ "خدمت"، "کشمیر" اور دوسرے نیم سرکاری اخباروں کو مالی امداد دی گئی۔ اخباروں پر کڑی اور گلوگیر پابندیاں عائد کی گئیں۔ صرف اُن ہی اخباروں کو شائع کرنے کی اجازت تھی جو حکومت کی ہر جائز اور ناجائز کارروائی پر آمنّا و صدقنا کہتے تھے اور حکومت کی ہاں میں ہاں ملانے کی پالیسی پر گامزن تھے۔ اس دور میں صرف حکومت نواز نیم سرکاری اخباروں کا اضافہ ہوا۔ اخباروں کے تئیں بخشی غلام محمدؒ کی دورُخی پالیسی کا ہی یہ نتیجہ تھا کہ جمّوں میں کافی ہفتہ وار اخبارات جاری ہوئے اور سری نگر میں اس کے برعکس اخبارات کی تعداد میں صرف چند ایک کا اضافہ ہو گیا۔

بخشی غلام محمدؒ اخباروں کو سانپوں سے تعبیر کرتے تھے۔ ان کا کہنا تھا کہ "سانپ کو یا تو مار ڈالنا چاہیئے یا پھر دُودھ پلا کر اسے اپنا بنانا چاہیئے۔ اگر اُس کو آزاد چھوڑ دیا گیا تو یہ ضرور کسی نہ کسی وقت ڈس لے گا!" بخشی صاحب کے دورِ حکومت میں پریس بے بس ہو کر اپنی صحافتی ذمہ داریاں پوری کرتا رہا۔ اکثر صحافی بخشی غلام محمدؒ کے وظیفہ خوار بن گئے۔ کسی اخبار کو حکومت کی نکتہ چینی کرنے کی اجازت نہ تھی۔

بخشی صاحب کے وقت میں جمّوں سے چاند، نیا کشمیر، لوک سندیش، خورشید، انقلاب، شیرِ ڈُگر، نوائے قوم، آزاد، گلاب، اکالی یودھا، پنتھ سیوک، حقیقت، سچ، کشمیر سنسار، بھارتی، مساوات، سچے

سودیش، دیپک، کشمیر ٹرانسپورٹ، تحریک، سویرا، امر، بائیس اخبارات ہفتہ وار شائع ہوتے تھے۔ ان میں سے اخبار "سیج" کی باقاعدگی شان دار تھی۔ ان کے علاوہ بہت سارے اخبارات تھے جو بے قاعدگی کے ساتھ نکلتے تھے۔ سری نگر سے روزنامہ "خدمت"۔ "مارتنڈ"۔ "جیوتی"۔ باقاعدہ شائع ہوتے تھے۔ "ہمدرد"۔ "جہانِ نو"۔ "دیش"۔ "کشمیر"۔ "سنسار، مزدور، روشنی، پیامِ انقلاب، کشمیر سماچار، خالصہ گزٹ وغیرہ آٹھ آٹھ صفحوں پر نکلتے تھے۔ ان میں سے سوائے چند ایک کے باقی قارئین کے پاس باقاعدگی کے ساتھ پہنچ جاتے![1]

محکمۂ اطلاعات کا رول

ریاست کا محکمۂ اطلاعات بخشی غلام محمد کے دورِ حکومت میں آمرانہ اختیارات سے لیس تھا۔ یہی محکمہ اخباروں کو کنٹرول میں رکھ کر ان کو ضروری ہدایات دیتا تھا۔ اخبار جاری کرنے کی اجازت دینے کے لئے متعلقہ حکام کو یہی محکمہ ہدایات اور مشورے دیتا تھا۔ اس محکمہ کے اختیار میں کسی اخبار کو دبانا یا اس سے ضمانت طلب کرنا بھی تھا۔[1] ۱۹۵۹ء میں جب بخشی غلام محمد اور خواجہ غلام محمد صادق کے درمیان اختلافات پیدا ہو گئے اور صادق صاحب نے ڈیموکریٹک نیشنل کانفرنس قائم کی تو بخشی غلام محمد نے باہر کے پریس نمائندوں سے کہا کہ وہ خواجہ غلام محمد صادق کے بیانات کو نیشنل پریس میں جگہ نہ دیں۔[2]

---

[1] کشمیر کے شب و روز

[2] ۵۰ سال بہ حیثیت ایک صحافی کے۔ لالہ ملک راج صراف

اس مقصد کے لئے انھوں نے پریس کو اپنے حق میں کرلیا۔ محکمۂ اطلاعات کے ذریعہ پریس نمائندوں کو ہر طرح سے نوازا گیا۔

صحافت کے فروغ کے لئے تجویزیں طلب

۱۹۵۵ء میں ریاست کے وزیر اطلاعات خواجہ غلام محمّد صادق نے پہلی بار صحافت کو فروغ دینے کی غرض سے اخبار نویسوں سے تجویزیں طلب کیں۔ وزیر اطلاعات کے اس اعلان پر کشمیر کے صحافیوں نے مشترکہ طور پر جرنلسٹس ایسوسی ایشن کے ذریعہ مندرجہ ذیل تجاویز پیش کیں:۔[1]

(۱) نئے اخبارات کے اجرا پر کوئی پابندی عائد نہ کی جائے۔

(۲) اخبارات دوسروں کے نام منتقل کرنے پر بھی کوئی بندش نہ ہو۔

(۳) محکمۂ اطلاعات تعصّب کے زیر اثر اشتہارات تقسیم نہ کرے بلکہ ہر اخبار کے ساتھ یکساں اور مبنی بر انصاف سلوک کرے!

(۴) ریاست میں غیر سرکاری افراد پر مشتمل پریس ایڈوائزری بورڈ کا قیام عمل میں لایا جائے!

(۵) اخبارات میں شائع شدہ شکایات کا فوری ازالہ کیا جائے!

(۶) صحافیوں کو ملکی ترقی سے متعلق سکیموں کا عملی مشاہدہ کرایا جائے!

---

[1] روشنی ۲۰ رمئی ۱۹۵۵ء

(۷) صحافیوں کو ہر قسم کی معلومات مع گورنمنٹ گزٹ باقاعدہ فراہم کی جائیں

(۸) بیرونی اخبارات اور خبر رسال ایجنسیوں کے نمایندوں کے ساتھ ملکی صحافیوں کے بالمقابل امتیازی یا جانب دارانہ سلوک نہ کیا جائے!

کشمیر جرنلسٹس ایسوسی ایشن کی طرف سے سرکار کو صحافت کے فروغ سے متعلق تجاویز پیش کرنے کے بعد ۲۸ مئی ۱۹۵۵ء کو ہفت روزہ "روشنی" نے ایک اداریہ لکھا جس میں ان تجاویز پر اس طرح تبصرہ کیا گیا تھا:۔

"ریاست میں صحافت کو فروغ اور تقویت دینے کے بارے میں مختلف تجاویز پیش کی جا سکتی ہیں۔ لیکن دیکھنا یہ ہے کہ حکومت نے اخبار نویسوں کی مشکلات کا کبھی کبھی احساس کیا ہے! ریاست کے سارے اخبارات حکومتِ وقت کے آئین کا احترام کرتے آئے ہیں۔ جہاں انہیں حکومتِ وقت کی پالیسی سے اختلاف رہا وہاں بھی انھوں نے خاموشی اختیار کی۔ بایں ہمہ ہم دیکھ رہے ہیں کہ حکومت اخبار نویسوں کے ساتھ امتیازی یا جانب داری کا سلوک کرتی ہے۔ چند اخبارات کو، جو سرکاری آرگن ہیں، سالانہ سینکڑوں اور ہزاروں روپیہ کے اشتہارات دیئے جاتے ہیں۔ ان میں سے بعض کو بلاوجہ محض اس لئے نظر انداز کیا جاتا ہے کہ وہ سرکاری یا نیم سرکاری اخبارات نہیں ہیں اور چاپلوسی کا شیوہ نہیں رکھتے اخباروں کی قضا و قدر کا مالک اُن ہی لوگوں کو بنایا جاتا ہے جو گرگٹ کی طرح رنگ بدلتے رہتے ہیں۔"

"سنسار" حکومت کا حامی تھا۔ ۱۴ر جون ۱۹۵۸ء کو پریس سے متعلق سرکار کی پالیسی پر اس نے لکھا:۔

"بخشی دور میں اخبارات کو پھلنے پھولنے کا زیادہ موقع ملا ہے۔ یہ کہنے کے بعد ماننا پڑے گا کہ سرکار کی پریس سے متعلق پالیسی واضح نہیں۔ جہاں تک اخبارات کو سہولیات اور آسائشیں مہیا کرنے کا تعلق ہے، اس سلسلے میں کسی ضابطے یا اُصول پر عمل نہیں کیا جاتا! نتیجہ یہ نکل رہا ہے کہ صحافیوں کے حلقے میں حکومت کشمیر کے تئیں بدظنی پیدا ہو رہی ہے!"

عوامی ہیجان

۱۹۶۳ء میں موئے مقدس کے واقعہ پر کشمیر میں جو ہیجان برپا ہو گیا اُس کی بنیادی وجہ یہ تھی کہ اظہارِ رائے پر زبردست پابندیاں عائد کی گئی تھیں۔ شہری آزادیوں کو یکسر ختم کیا گیا تھا۔ مخالفت کی کسی آواز کو ہرگز برداشت نہیں کیا جاتا تھا۔ اخباروں پر کڑی پابندیاں عائد تھیں۔

صحافت کا چوتھا دور

جمود و انحطاط

تحریر و تقریر کی آزادی مہذب اقوام کے تمدن کا ایک ضروری جزو بن گئی ہے۔ اخبارات کی بےباکانہ اور ایمان دارانہ تنقید کسی ملک کی درست رہبری کا ایک مؤثر ذریعہ مانی گئی ہے۔ کوئی بھی حکومت محض طاقت کے بل بوتے پر اپنے نظریات کو عوام پر ٹھونس نہیں سکتی۔ کسی ذی شعور کو زبردستی کوئی دلیل یا نظریہ تسلیم کرنے پر مجبور نہیں کیا جاسکتا۔ جن ممالک میں وقت کے حاکموں نے جمہوریت اور آزادی کے نام پر خوف و ہراس کا راج قائم کیا، عوام کی آواز دبائی اور اپنے خیالات اور نظریات دوسروں پر ٹھونسنے کی کوشش کی، اُن کے خلاف کسی نہ کسی وقت عوامی غم و غصے کا لاوا پھٹ پڑا اور ایسی حکومتیں خس و خاشاک کی طرح ایک سیلاب میں بہہ گئیں۔ جس ملک میں عوام کے اظہارِ رائے پر چھاپہ مارا گیا وہاں کے لوگوں پر مجموعی طور جمود اور انحطاط طاری ہوگیا۔ لوگوں کی خوداعتمادی کا ذہنی تصور چاپلوسی میں بدل گیا۔ بخشی غلام محمد کے دورِ حکومت میں لوگوں کے اندر خوداعتمادی کی حس فنا ہوگئی اور چاپلوسی کو اکثر لوگوں نے اپنا شعار بنایا۔ اظہارِ رائے پر پابندیوں کا ہی یہ نتیجہ تھا کہ ۱۹۶۳ء میں بخشی غلام محمد کے خلاف عوامی غیض و غضب کا سیلاب اُمڈ آیا۔

نرم روّی کی پالیسی

خواجہ غلام محمدّ صادق جب ۱۹۶۴ئہ میں مسندِ اقتدار پر براجمان ہوئے تب اُنھیں کشمیر کے سیاسی اُتار و چڑھاؤ کا اچھّا خاصا تجربہ حاصل ہوا تھا۔ اُنھوں نے بھانپ لیا تھا کہ حالات اُن سے کیا تقاضا کر رہے ہیں۔ انھوں نے اپنے پیشرو بخشی غلام محمدّ کی سخت گیر پالیسی کے نتائج دیکھ لئے تھے۔ لہذا اُنھوں نے نرم روّی کی پالیسی اختیار کی۔ وہ اچھّی طرح جان گئے تھے کہ بخشی غلام محمد کی سخت گیر پالیسی نے ریاست میں کِس قسم کی فضا پیدا کی ہے۔ اس فضا کو بدلنے کے لئے خواجہ غلام محمدّ صادق نے سب سے پہلے اظہارِ رائے کی آزادی دے دی۔ اُنھوں نے وہ ساری پابندیاں ختم کیں جن کے باعث یہاں ایک گھٹن پیدا ہو گئی تھی!

اخباروں کا اجرأ

اظہارِ رائے پر پابندیاں ختم کرنے کے بعد ریاست میں بڑی تعداد میں اخبارات جاری ہونے لگے۔ جو بھی شخص ڈیکلریشن داخل کرتا، اُس کو اخبار جاری کرنے کی اجازت فوراً دے دی جاتی۔ خواجہ غلام محمد صادق مرحوم کی نئی پالیسی کے بعد جموّں و کشمیر میں درجنوں نئے اخبار جاری ہوئے۔ دانش وروں، ادیبوں، تاجروں،

انجمنوں اور سیاسی اور سماجی تنظیموں نے اپنے اخبار جاری کیئے۔ لوگوں نے اطمینان کا سانس لیا۔

حالات کا نیا رُخ

خواجہ غلام محمد صادق کی طرف سے شہری آزادیاں بحال ہونے پر حالات نے نیا رُخ اختیار کرنا شروع کیا۔ حکومت اور عوام دونوں مستقبل کے بارے میں اندازے لگانے لگے۔ گیارہ سال کی مُسلسل گھُٹن کے بعد جب حالات قدرے بدل گئے تو ضرور کچھ تبدیلیاں محسوس کی جانے لگیں۔ ان تبدیلیوں نے ہر شخص کو نئے انداز اور ڈھنگ سے سوچنے پر مجبور کیا۔ مُخالف سیاسی جماعتوں نے بھی اپنے داؤ و پیچ میں کچھ تبدیلیاں پیدا کرنے کی ضرورت محسوس کی۔ اخباروں نے اپنے انداز بدلے اور وہ بھی حکومت کی خوبیوں اور خامیوں پر تنقید کرنے لگے۔ حکومت پُورے تدبّر اور بُردباری سے اخباروں کی نکتہ چینی کو برداشت کرنے لگی۔ اس سلسلے میں اُس نے کسی بھی طرح اپنی ناراضگی یا ناپسندیدگی کا اظہار ہونے نہیں دیا۔

ایک تجربہ

نرم روّی کی یہ پالیسی وقت گذرنے کے ساتھ ساتھ ختم ہونے لگی۔ خواجہ غلام محمد صادق نے ایک تجربے کے طور پر یہ پالیسی اختیار کی تھی!

اس پالیسی کی بدولت ریاست جموں و کشمیر میں ایک جمہوری فضا قائم ہو گئی اور مخالف سیاسی جماعتوں نے منفی رویہ ترک کر کے اپنے مقاصد کی تکمیل کے لیے اثباتی طریق کار اختیار کیا۔ لیکن اس پالیسی کو اپنے منطقی انجام تک پہنچنے سے پہلے ہی ختم کر دیا گیا۔

گیارہ اخباروں پر پابندی

۱۹۶۵ء میں جب شیخ محمد عبداللہ اور مرزا محمد افضل بیگ فریضۂ حج کی ادائیگی کے بعد نئی دہلی میں گرفتار کر لیے گئے اور انھیں کوڈائے کنال بھیج دیا گیا تو سری نگر کے گیارہ اخباروں کو بند کر دیا گیا۔ ان اخباروں میں ہمدرد، روشنی، رہبر، زمیندار، محاذ، حریت، ہدایت وغیرہ شامل تھے۔ ان اخباروں کا کوئی قصور نہیں تھا۔ شیخ صاحب نے الجیریا میں چین کے وزیر اعظم مسٹر چو این لائی کے ساتھ ملاقات کی تھی جس کے باعث ان کو نئی دہلی میں گرفتار کر لیا گیا۔ اس واقعہ کے ساتھ یہاں کے اخباروں کا کوئی تعلق نہیں تھا۔ نہ ہی انھوں نے اس بارے میں کوئی ایسی چیز لکھی تھی جس سے ریاست کا امن و امان خطرے میں پڑ گیا تھا۔ یہ سارے اخبارات بالکل بے قصور تھے۔ کافی وقت تک ان اخباروں کو دوبارہ شائع ہونے کی اجازت نہیں

دے دی گئی۔ اس پابندی کے ساتھ ہی کئی اخبار بالکل بند ہو گئے۔

نوائے کشمیر اور مارتنڈ پر پابندی

۱۹۶۷ء میں ایک ہندو لڑکی کی ایک مسلمان نوجوان سے شادی کرنے پر کشمیری پنڈتوں نے ایجی ٹیشن شروع کیا۔ اس موقعہ پر "نوائے کشمیر" نے جو بخشی غلام محمد کا اخبار تھا، حکومت کی پالیسی کی نکتہ چینی کی۔ "نوائے کشمیر" کی نکتہ چینی حکومت کے لئے ناقابل برداشت بن گئی۔ چنانچہ اخبار پر دو ماہ تک اشاعت بند رکھنے کی پابندی لگا دی گئی۔ اس کے ساتھ ہی یووک سبھا کے آفیشل آرگن "مارتنڈ" کی اشاعت بھی دو ماہ تک ... رکھنے کا حکم جاری کیا گیا۔ اخبار "روشنی" کو بھی بند کر دیا گیا۔

ڈیکلریشن دینے پر پھر پابندی

۱۹۶۴ء سے ۱۹۶۸ء تک خواجہ غلام محمد صادق کی نرم روی کی پالیسی قریب ختم ہو گئی۔ اب حکومت نے نئے اخباروں کے لئے

ڈیکلریشن دینا بند کر دیا۔ اس سلسلے میں اخبار جاری کرنے والے لوگوں کے سامنے زبردست رکاوٹیں اور مشکلات ڈالی جانے لگیں۔ اب اُن ہی لوگوں کو ڈیکلریشن دینے کی سفارش کی جاتی تھی جن کے متعلق معلوم ہو جاتا کہ وہ حکومت کی نکتہ چینی نہیں کریں گے! جن لوگوں کے متعلق کسی قسم کا خدشہ محسوس کیا جاتا، انھیں ڈیکلریشن نہ دینے کے لئے ہزار رکاوٹیں کھڑی کی جاتی تھیں۔

۱۹۶۸ء میں صوفی غلام محمد نے ایک روزانہ اخبار جاری کرنے کے لئے پریس رجسٹرار کو ناموں کی فہرست پیش کی۔ اُن کی طرف سے صوفی غلام محمد کو "سری نگر ٹائمز" کے نام سے اخبار جاری کرنے کی اجازت دی گئی۔ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ سری نگر نے پریس رجسٹرار کی طرف سے اخبار کا نام تجویز ہونے کے باوجود ڈیکلریشن دینے سے پس و پیش کیا۔ کافی وقت تک ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ صرف بے جا اور فضول بہانوں سے ڈیکلریشن دینے سے گریز کرتے رہے۔ آخر تنگ آکر صوفی غلام محمد نے یہ معاملہ ایک رٹ پٹی شن کے ذریعہ ریاستی عدالت عالیہ میں پیش کیا۔ عدالت نے رٹ پر سماعت کرنے کے بعد ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ سے ہدایت کی کہ وہ فوری طور صوفی غلام محمد کو ڈیکلریشن فراہم کرے۔ ریاست کی صحافتی تاریخ میں یہ اپنی نوعیت کا پہلا واقعہ تھا، جب ڈیکلریشن کے لئے کسی نے ہائی کورٹ سے رجوع کیا۔ ہائی کورٹ نے پٹی شن پر فیصلہ دئیے بغیر ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کو ہدایت کی کہ وہ فوراً ڈیکلریشن فراہم کرے!

"سری نگر ٹائمز" پر پابندی

عدالتِ عالیہ کی ہدایت پر ڈیکلریشن فراہم کرنے کے بعد صوفی غلام محمدؔ نے ۱۸۔ جون ۱۹۶۹ء کو "سری نگر ٹائمز" جاری کیا۔ "سری نگر ٹائمز" حکومتِ کشمیر کی مرضی کے خلاف منظرِ عام پر آیا تھا۔ اور ریاستی سرکار نے بادلِ ناخواستہ اس اخبار کو جاری ہونے کی اجازت دی تھی۔ چناں چہ سرکار اس پر وار کرنے کے لیے ابتدا ہی سے تاک میں بیٹھی ہوئی تھی۔ "سری نگر ٹائمز" نے اشاعت کے دن سے ہی حکومت کی کمزوریوں اور کوتاہیوں کو اُجاگر کرنا شروع کیا۔ اور بے خوفی اور بے باکی سے حکومت پر تنقید شروع کی۔ "سری نگر ٹائمز" کی یہ ادا حکومت کو پسند نہیں آئی۔ اُس سے پہلے ہی اخبار سے پرخاش تھا۔ ۱۹۷۰ء کے ابتدائی مہینوں میں ساری وادیٔ کشمیر میں پُراسرار آگ کی وارداتوں کا ایک لامتناہی سلسلہ شروع ہوگیا۔ آگ کی ان وارداتوں سے سارے کشمیر میں خوف و ہراس پھیل گیا۔ لوگ حیران و پریشان تھے۔ چاروں طرف زبردست افراتفری پھیل گئی۔ لوگوں کی جان و مال کو خطرہ لاحق ہونے لگا۔ اس موقعہ پر "سری نگر ٹائمز" نے حکومت کو اس کی ذمّہ داریاں یاد دلائیں۔ اور حالات سے مؤثّر طور نمٹنے میں اس کی ناکامی پر شدید نکتہ چینی کی۔ حکومت نے اپنی کمزوریوں اور بے عملیوں کی سزا "سری نگر ٹائمز" کو دی۔ اخبار پر دو ماہ کی پابندی لگا دی گئی۔ اس کے ساتھ ہی جہاں

کو بھی دو ماہ کے لئے بند کر دیا گیا۔

ایمرجنسی پراویجنز آرڈی ننس

۱۹۷۱ء میں وزیر اعلیٰ خواجہ غلام محمد صادق نے ریاستی قانون ساز اسمبلی میں ایمرجنسی پراویجنز آرڈی ننس میں ترمیم کرنے سے متعلق ایک بل پیش کیا۔ اس بل کا مقصد سرکار کے کہنے کے مطابق پریس کو آزاد کرنا تھا حقیقت یہ تھی کہ پریس کی آزادی کے پردے میں خواجہ غلام محمدؐ صادق مرحوم نے پریس کی آزادی کو ختم کرنے کے لئے قانون کو، جو آرڈی ننس کی صورت میں موجود تھا، سخت اور مستقل بنا دیا۔ ریاست میں ایمرجنسی پراوی جنز آرڈی ننس پہلے ہی موجود تھا۔ اس آرڈی ننس کے مطابق سرکار کسی اخبار کو وجہ بتائے بغیر بند کر سکتی تھی۔ آرڈی ننس میں ترمیم کے بعد اس قانون نے، جس کی نوعیت عارضی تھی، ایک مستقل صورت اختیار کی۔ اب حکومت کسی اخبار کو بند کرنے کے بعد پابندی کی وجوہات کی صحت یا عدم صحت کی جانچ پڑتال کے بارے میں ایک ٹریبونل قائم کرنے کی پابند بنائی گئی!

اس بل پر اسمبلی میں بحث کے دوران کئی آزاد ممبروں نے کہا کہ سرکار نے اس قسم کا بل اخباروں کا گلا گھونٹنے کے لئے پیش کیا ہے۔ ایک آزاد ممبر مسٹر علی محمد نائیک نے کہا کہ "ریاستی حکومت ایک طرف آزادیٔ تحریر و تقریر کی علم بردار ہونے کا دعویٰ کر رہی ہے لیکن دوسری طرف وہ ایسے قوانین بنا

رہی ہے جس سے اس آزادی پر زد پڑ رہی ہے۔ میرے خیال میں یہ عجیب بات ہے کہ پہلے اخبار کو بند کیا جائے اور بعد میں اس کارروائی کی جوازیت یا عدم جوازیت معلوم کرنے کے لئے ایک ٹریبیونل قائم کیا جائے!"

"سری نگر ٹائمز" نے اس قانون سے پریس کی آزادی سلب ہونے کے خدشات کا ذکر کرتے ہوئے ۲۸ ستمبر ۱۹۷۱ء کو ایک ایڈیٹوریل میں لکھا:-

"یہ ٹھیک ہے کہ ایمرجینسی پراوی جنز آرڈی ننس میں ترمیم کے بعد سرکار کسی اخبار کو بند کرنے کے بعد اس معاملہ کو ٹریبیونل کے سامنے پیش کرنے کی پابند بن گئی ہے لیکن اس کے یہ معنی نہیں لئے جا سکتے کہ پریس پہلے کے مقابلہ میں آزاد ہوگا۔ ایمرجینسی پراوی جنز آرڈی ننس میں اس قسم کی ترمیم سے ہر شخص یہ نتیجہ اخذ کر سکتا ہے کہ حکومت نے اخباروں کی آزادی کے لئے قانون کو نرم کر دیا ہے۔ حقیقت یہ نہیں۔ حکومت نے قانون کو نرم کرنے کے پردے میں اس کو زیادہ سخت اور مُستقل بنا دیا ہے۔ ترمیم کے بعد اخباروں کی آزادی، جو پہلے ہی محدود ہے، اور زیادہ محدود بن جائے گی۔ اس قسم کا قانون ہندوستان کی اور کسی ریاست میں موجود نہیں۔ یہ کیسی آزادی ہوئی کہ پہلے اخبار کو بند کیا جائے اور بعد میں وجوہات کی صحت یا عدم صحت کا تعیّن کرنے کے لئے ٹریبیونل قائم کیا جائے!"

سرد اور گرم پالیسی

خواجہ غلام محمد صادق کی حکومت میں اخباروں کو بار بار بند کرنے کے باوجود پریس پہلے کے مقابلہ میں آزادی سے اپنے فرائض اور ذمہ داریاں پوری کرتا رہا۔ اس دور میں کئی آزاد خیال اخبار حکومت کی بے باکی سے نکتہ چینی کرنے لگے۔ حکومت نے اخباروں کی تحریروں کی نسبت ایک قسم کی لاتعلقی کا رویہ اختیار کیا۔ اخباروں کی صحت مند نکتہ چینی کی طرف حکومت کا رویہ بہت ہی مایوس کن رہا۔ سرکار کی اس روش کے باعث انتظامیہ کافی حد تک غیر متحرک سا بن گیا اور اس میں ہزاروں علتیں اور خرابیاں پیدا ہو گئیں۔

پریس سے متعلق خواجہ غلام محمد صادق کی پالیسی سرد اور گرم دونوں قسم کی تھی۔ کبھی وہ پریس کو کھلی ڈھیل دیتے تھے اور کبھی بہت سختی کے ساتھ اخباروں پر ٹوٹ پڑتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے زمانہ میں بخشی غلام محمد کے دور کے مقابلہ میں زیادہ اخباروں کو بند کر دیا گیا اور زیادہ اخبارات بھی چھوڑ دیا گیا۔

اخبارات کا مختصر خاکہ

وِتستا

کشمیر میں جو پہلا اخبار شائع ہوا، وہ پنڈت پریم ناتھ بزاز کا "وِتستا" تھا

اخبار ۱۹۳۲ء میں جاری ہوا۔ "وِتستا" روزانہ اخبار تھا اور یہ ایک سالی

سے بھی کم عرصہ تک شائع ہوتا رہا۔ وِتستا کے نام سے آج بھی ایک اخبار شائع ہو رہا ہے۔

ھمدرد

یکم اگست ۱۹۳۵ء کو "ھمدرد" جاری ہوا۔ شیخ محمد عبداللہ اور پنڈت پریم ناتھ بزاز نے، جو تحریکِ حریت کشمیر کے ابتدائی ایام میں دوش بدوش کام کرتے تھے، مشترکہ طور "ھمدرد" جاری کیا۔ شیخ صاحب اخبار کے پروپرائٹر اور پنڈت پریم ناتھ بزاز منیجنگ پروپرائٹر تھے۔ اخبار کے ایڈیٹر مولانا محمد سعید مسعودی تھے۔ مسٹر ایس، ایس نشاط مدیرِ معاون کی حیثیت میں کام کرتے تھے۔ پنڈت نند لال واتل ابتدا میں اکاؤنٹنٹ کی حیثیت سے اخبار سے وابستہ ہو گئے۔

"ھمدرد" ہفتہ وار باتصویر جریدہ تھا۔ ہر ہفتہ اس میں کشمیر اور کشمیر سے باہر کی اہم شخصیتوں کے فوٹو چھپتے تھے۔ سرورق باہر سے چھپ کر آتا تھا۔ یہ رنگین ہوتا تھا۔ یہ ایک معیاری جریدہ تھا۔ جب "ھمدرد" روزنامہ میں تبدیل ہو گیا تو اس نے ریاست کی صحافت میں اہم مقام حاصل

کیا۔ پنڈت پریم ناتھ بزاز اور مولانا محمد سعید مسعودی کی ادارت میں شائع ہونے سے اخبار نے اونچا اور اعلیٰ معیار قائم کیا۔ اہم سیاسی، سماجی اور اقتصادی مسائل پر اس میں مضامین، مقالے اور تبصرے شائع ہوتے تھے۔ اخبار اداریہ نگاری کے لئے مشہور تھا۔ اس میں مقامی خبروں کے علاوہ بین الاقوامی خبریں بھی " واقعاتِ عالم " کے ایک مستقل کالم میں چھپتی تھیں۔ جب شیخ صاحب کے ساتھ پنڈت پریم ناتھ بزاز کے اختلافات پیدا ہو گئے تو پنڈت پریم ناتھ بزاز نے اخبار "ہمدرد" کی ساری ذمّہ داریاں اپنے ہاتھ میں لے لیں۔ شیخ صاحب اس کی پروپرائٹرشپ سے دست بردار ہو گئے۔ "ہمدرد" کو اپنے کنٹرول میں لے کر پنڈت پریم ناتھ بزاز نے اخبار کو ہر لحاظ سے معیاری بنانے کی کوششیں شروع کیں۔ "ہمدرد" کو آزاد خیال اخبار بنانے کے لئے پنڈت بزاز نے اخبار کی مالی حالت مضبوط بنانے کی طرف غیر معمولی توجّہ مبذول کی۔ ان کا کہنا تھا کہ اخبارات کی آزادی کی ضمانت تجارتی اور کاروباری اشتہارات حاصل کرنے سے ہی مل سکتی ہے۔ چناں چہ ۱۹۳۷ء میں پنڈت پریم ناتھ بزاز "ہمدرد" کے لئے تجارتی اور کاروباری اشتہارات حاصل کرنے کی غرض سے ہندوستان کے دورے پر روانہ ہو گئے۔ اپنی زوردار اور اثر پذیر تحریر سے پنڈت پریم ناتھ بزاز نے "ہمدرد" کو تمام طبقوں میں مقبول بنا دیا تھا۔ اپنے وقت میں "ہمدرد" کی آواز میں کافی اثر تھا۔ "ہمدرد" پہلے پہل نیشنل کانفرنس کا حامی اور ترجمان تھا۔ بعد میں اخبار سوشلسٹوں کا آرگن بن گیا اور کامریڈ ایم این رائے کے خیالات کا حامی تھا۔ پنڈت پریم ناتھ بزاز خود اب ایک سوشلسٹ بن گیا!

۱۹۴۳ء میں حکومت نے "ھمدرد" کو سیاہ فہرست پر رکھا۔ اسی سال ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ سری نگر نے "ھمدرد" کے پرنٹر پبلشر اور ایڈیٹر سے دو ہزار روپیہ کی نقد ضمانت طلب کی۔ کیونکہ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ نے "ھمدرد" کے کچھ افتتاحی مقالوں کو، جن کے نام اسی کتاب میں کہیں دوسری جگہ درج ہیں، قابل اعتراض قرار دیا تھا۔ جب ۱۹۴۶ء میں شیخ محمد عبداللہ نے "کشمیر چھوڑ دو" تحریک شروع کی تو پنڈت رام چندر کاک نے، جو اُس وقت جموں و کشمیر کے وزیر اعظم تھے، "ھمدرد" کو اس تحریک کے خلاف استعمال کرنے کی غرض سے پنڈت پریم ناتھ بزاز کو اپنے ساتھ کر دیا۔ "کشمیر چھوڑ دو" تحریک کے دوران "ہمدرد" نے پوری طرح حکومت کا ساتھ دیا۔ اُس نے حکومت کے اشاروں پر شیخ محمد عبداللہ اور دوسرے لیڈروں کے خلاف بہت کچھ لکھا۔ اس روش کی وجہ سے "ھمدرد" کے ایڈیٹر پنڈت پریم ناتھ بزاز پر ۱۹۴۷ء کی ابتدا میں کسی شخص نے چھپ کر اُس وقت گولی چلائی جب وہ شام کے وقت دفتر سے اپنے گھر کی طرف جا رہے تھے۔ اس حادثے میں بزاز صاحب بال بال بچے۔ ان کی ران میں گہرا زخم لگ گیا۔ انھیں فوراً ہسپتال لے جایا گیا جہاں ان کا علاج معالجہ کیا گیا۔

پنڈت پریم ناتھ بزاز نے اگست ۱۹۴۷ء میں پاکستان کے وجود میں آنے کے بعد پاکستان نواز رویہ اختیار کیا اور ریاست جموں و کشمیر کے عوام کو پاکستان میں شامل ہونے کا مشورہ دیتے رہے۔ اس بنا پر ڈوگرہ حکومت نے ۲۴ر اکتوبر ۱۹۴۷ء کو انھیں گرفتار کیا۔ ان کی گرفتاری کے بعد بھی "ھمدرد" جاری رہا۔ پنڈت پریم ناتھ بزاز کی نظربندی کے دوران پنڈت جگن ناتھ ستھو،

اخبار کے مدیر بن گئے۔ اخبار پر اس دوران برابر سنسر شپ قائم رہا۔ "ہمدرد" سنہ ۱۹۵۰ء تک شائع ہوتا رہا۔ جب پنڈت پریم ناتھ بزاز کی نظر بندی کی مدت، طویل ہو گئی تو اخبار بند ہو گیا۔

سنہ ۱۹۳۵ء سے سنہ ۱۹۵۰ء یعنے پندرہ سال تک "ہمدرد" نے کشمیر کے صحافتی میدان میں جو کارنامے انجام دیئے، اُن کو فراموش نہیں کیا جا سکتا! "ہمدرد" کا آغاز اور اس کا انجام دونوں تاریخی اہمیت کے حامل ہیں۔ "ہمدرد" ریاست کی آزادی کی جدّوجہد کو مضبوط بنانے کے لئے وجود میں آیا تھا لیکن آزادی کا سورج طلوع ہوتے ہی اخبار خود آزادی کا شکار بن گیا۔ یہ ایک المیہ تھا۔ "ہمدرد" نے ریاست کی سیاست میں جو مسلک اختیار کیا اور مختلف اوقات پر جو پالیسی اختیار کی، اس کے باوجود "ہمدرد" کے، اُس رول کو ہمیشہ یاد کیا جاتا رہے گا جو اُس نے کشمیر میں صحافت کا معیار بلند کرنے اور آزاد صحافت کے لئے اختیار کیا۔ اب ہمدرد ہتلرٹ سے شائع کرتے آیا۔

مارتنڈ

کشمیری پنڈتوں کی تنظیم "یووک سبھا" نے سنہ ۱۹۳۵ء میں پنڈتوں کے مسائل اور مشکلات کی ترجمانی کرنے کی غرض سے "مارتنڈ" نام سے اپنا اخبار جاری کیا۔ "مارتنڈ" بھی "ہمدرد" کی طرح کشمیر کی صحافتی تاریخ میں ایک اہم اخبار کی حیثیت رکھتا ہے۔ یہ اخبار سنہ ۱۹۳۵ء سے سنہ ۱۹۶۸ء تک پورے تینتیس سال تک باقاعدگی کے ساتھ شائع ہوتا رہا۔ صرف سنہ ۱۹۵۲ء میں "مارتنڈ"

اپنی اشاعت کے سترہویں سال میں پندرہ روز کے لئے بند ہو گیا۔ کشمیری پنڈت قوم نے، جس کا یہ ترجمان تھا، اس اخبار کو کبھی بند ہونے نہیں دیا۔ کشمیری پنڈت "مارتنڈ" کو جاری رکھنا اپنا مقدس فرض سمجھتے تھے۔ اسی لئے مالی پریشانیوں کے باوجود "مارتنڈ" کبھی بند نہیں ہو گیا۔ شری رشو نرائن فوطیدار اس اخبار کی دیکھ بھال میں غیر معمولی دلچسپی لیتے رہے!

پنڈت رام چندر کاک کی وزارت میں اخبار پر سنسر شپ بٹھا دی گئی! بخشی غلام محمد نے ۱۹۵۳ء میں ہوم منسٹر کی حیثیت میں اخبار کو کچھ وقت تک بند کر دیا۔ وجہ یہ ہوئی کہ بخشی غلام محمد کے ایک رشتہ دار کو اپنے ایک پنڈت ہمسایہ سے شکایت تھی۔ اس نے اپنے ہمسایہ کو اپنے گھر بلایا اور وہاں اس کی مارپیٹ کی۔ پنڈت صاحب نے اس واقعہ کی اطلاع "مارتنڈ" کو دی۔ اخبار میں یہ خبر جب چھپی تو اس کے ساتھ ہی "مارتنڈ" پر عتاب نازل ہوا۔ اخبار کو بند کر دیا گیا۔ [1]

۱۹۶۴ء میں جب خواجہ غلام محمد صادق برسر اقتدار آگئے تو انھوں نے "مارتنڈ" پر کچھ عرصہ کے لئے سنسر بٹھا دیا۔ اخبار کے ایڈیٹر شری بدری ناتھ متو کو گرفتار کرکے نظر بند رکھا گیا۔ ۱۹۶۷ء میں ایک ہندو لڑکی کے ایجی ٹیشن کے دوران "مارتنڈ" کو دو ماہ کے لئے بند کر دیا گیا۔

"مارتنڈ" کی ادارت کے فرائض ۴۳ سال کے دوران کئی اشخاص نے

---

[1] سٹرگل فار فریڈم آف کشمیر از پریم ناتھ بزاز

انجام دیئے۔ اس کے پہلے ایڈیٹر پنڈت کیشپ بندھو تھے۔ اس کے بعد پنڈت گوانشہ لال کول اور پنڈت پریم ناتھ کنہ نے ادارتی ذمّہ داریاں سنبھال لیں۔ پھر پنڈت لمبودر کول اور پنڈت شمبھو ناتھ "مارتنڈ" کے ایڈیٹر بن گئے۔ ان کے بعد آخر پر شری بدری ناتھ متو "مارتنڈ" کے ایڈیٹر کی حیثیت سے کئی سال تک کام کرتے رہے "مارتنڈ" کے ٹائیٹل پیج پر ابتدا میں لکھا ہوتا تھا :۔ "سناتن دھرم یووک سبھا کا آفیشل آرگن ۔۔۔"

کچھ وقت بعد اس عبارت کو بدل کر ٹائیٹل کے ساتھ یہ الفاظ درج کیے جانے لگے :۔ "آل سٹیٹ کشمیری پنڈت جاتی کا آفیشل آرگن "

"مارتنڈ" نے ۱۹۶۷ء تک ایک تاریخی رول ادا کیا۔ "مارتنڈ" کے پیچھے ایک تاریخ ہے، ایک کردار ہے۔ ۱۹۶۷ء کے ہندو ایجی ٹیشن کے بعد کشمیر میں ہندو ایکشن کمیٹی وجود میں آگئی۔ جس نے "مارتنڈ" کو اپنے کنٹرول میں لینے کی کوشش کی۔ اس بات پر ہندو ایکشن کمیٹی اور یووک سبھا کے درمیان جھگڑا پیدا ہوگیا۔ اب مارتنڈ کو دوبارہ شائع کرنے کی کوششیں ہو رہی ہیں۔

کیسری

۱۹۳۶ء میں پنڈت کیشپ بندھو نے اخبار "کیسری" جاری کیا۔ یہ ایک نیشنلسٹ اخبار تھا اور تحریکِ حُریّت کشمیر کا زبردست حامی تھا۔ یہ اخبار بروکاز پریس سری نگر میں چھپتا تھا۔ اخبار کے نیشنلسٹ پالیسی کا حامی ہونے کی بنا پر بروکاز پریس کے مالک پر حکومت نے کئی بار دباؤ ڈالا کہ وہ اخبار "کیسری" کو اپنے پریس میں نہ چھاپے۔ چناں چہ پریس کے مالک نے حکومت کے دباؤ میں آ کر کئی بار اخبار چھاپنا منظور نہیں کیا۔ بعد میں "کیسری" کو "دیش" میں تبدیل کیا گیا۔

دیش

"کیسری" جب "دیش" کے روپ میں ظاہر ہوا تو اخبار نے اپنی پُرانی پالیسی قائم رکھی۔ "دیش" آزادی کی تحریک کی حمایت کرتا رہا۔ "دیش"، "ہمدرد" اور "مارتنڈ" کا معاصر تھا۔ ۱۹۳۸ء سے ۱۹۶۹ء یعنی اکتیس ۳۱ سال تک مُسلسل شائع ہوتا رہا۔ پنڈت کیشپ بندھو نے "کیسری" بند کر کے جب "دیش" جاری کیا تو تھوڑے ہی عرصہ میں اس کی مقبولیت میں اضافہ ہوا۔ اگرچہ یہ اخبار بعض اوقات بے قاعدگی سے شائع ہوتا تھا، لیکن یہ بے قاعدگی اس کی مُسلسل اشاعت کے باعث محسوس نہیں ہوتی تھی۔ اس

کے ادارۂ تحریر میں پنڈت کیشپ بندھو کے علاوہ پنڈت گنگادھر بٹ دیہاتی اور شری بی، این کول بھی تھے۔ اس کے علاوہ "دیش" کی ادارت کچھ وقت کے لئے شری ڈی، این بٹ اور بن باسی کے ہاتھ میں رہی۔ کچھ عرصہ بعد اخبار شری شیام لال شاستری کی تحویل میں آگیا اور وہی اس کے مالک بن گئے! اخبار فرقہ پرستوں اور رجعت پسندوں کے سخت خلاف تھا۔ پنڈت رام چندر کاک کی وزارتِ عظمیٰ کے زمانہ میں نیشنلسٹ پالیسیوں کے باعث "دیش" کو سیاہ فہرست پر رکھا گیا۔ شیخ محمد عبداللہ کے دورِ اقتدار میں جب اشتہارات کے لئے اخباروں کی درجہ بندی کی گئی تو "دیش" کو تیسرے زمرے میں رکھا گیا جس کے خلاف اخبار نے احتجاج کرتے ہوئے لکھا:۔

"تحریکِ آزادی میں "دیش" نے بیش بہا قربانیاں دی ہیں۔ کیا ان قربانیوں کا یہی صلہ ہے ؟ پنڈت رام چندر کاک کی وزارت میں "ھمدرد" جیسا نامور اور قوم پرست اخبار، تحریک کے خلاف ہو گیا لیکن "دیش" ہی ثابت قدم رہ کر تحریک کا ساتھ دیتا رہا۔"

"دیش" کی اشاعت ابتدائی دنوں میں اچھی تھی اور یہ اخبار دیہات میں زیادہ مقبول تھا۔ کچھ وقت تک اخبار پٹواریوں کی نمائندگی کے فرائض انجام دیتا رہا۔ بخشی غلام محمد کے دورِ اقتدار میں "دیش" کو بھی دوسرے اخباروں کے ساتھ خوب نوازا گیا۔ خواجہ غلام محمد صادق نے بخشی نواز رویہ کی وجہ سے اخبار کو اشتہارات سے کافی حد تک محروم کر دیا۔

اخبار "دیش" کا کبھی کشمیر کی [illegible] ایک شاندار کردار رہا ہے اور

اُس کو بھی تاریخی اہمیت حاصل ہے!

جہانگیر

انجمن تبلیغ الاسلام کشمیر کے آئین مجریہ سال ۱۹۷۲ء کے مطابق اخبار "جہانگیر" ۱۲ر ذی قعدہ ۱۳۵۳ھ مطابق ۱۹۳۲ء میں جاری ہوا۔ "جہانگیر" انجمن تبلیغ الاسلام کا اخبار تھا۔ اپنے زمانہ میں یہ اخبار بڑی آن و بان سے شائع ہوتا تھا۔ اس میں علمی، ادبی اور مذہبی امور سے متعلق اچھے مضامین، مقالے اور تبصرے وغیرہ شائع ہوتے تھے۔ یہ ایک معیاری جریدہ تھا اور اسلامیات کا سب سے بڑا خدمت گذار تھا۔ ۱۳۵۷ھ تک یہ اخبار باقاعدگی کے ساتھ شائع ہوتا رہا۔ اس کے بعد انجمن کی بے اعتنائی اور کم توجہی کی وجہ سے اخبار بند ہوگیا۔ مولانا محمد سعید مسعودی اور محمد یحییٰ رفیقی اخبار کے ایڈیٹر تھے۔

اِسلام

"اسلام" امیر واعظ مولانا محمد یوسف شاہ کی پارٹی کا ترجمان تھا۔ یہ اخبار ۱۹۳۴ء میں جاری ہوا۔ مولوی نورالدین، خواجہ غلام حسن میر کاشمیری امرتسری، غلام حسن بچھ اور مولوی غلام نبی مبارکی نے مختلف اوقات پر اخبار کی ادارتی ذمے واریاں سرانجام دیں۔ ڈوگرہ حکومت نے اخبار ہذا سے ایک بار ضمانت طلب کی، جس کے باعث اخبار کی اشاعت بند ہوگئی۔

حُرّیت

اخبار" اسلام" سے ضمانت طلب کئے جانے کے بعد میر واعظ مولانا یوسف شاہ نے "حُرّیت" جاری کیا۔ یہ اخبار "اِسلام" کے بعد مولانا یوسف شاہ کی پارٹی مُسلم کانفرنس کا ترجمان بن گیا۔ "حُرّیت" کے ادارۂ تحریر کی باگ ڈور مولوی نورُالدین کے ہاتھ میں تھی۔ چناں چہ اخبار کا طرزِ تحریر سُلجھا ہوا تھا۔ یہ اخبار مُسلم پرنٹنگ پریس کادی کدل (سری نگر) میں چھپتا تھا جو مُسلم کانفرنس کی ملکیت تھا۔

صداقت

"صداقت" مُسلم کانفرنس کا اخبار تھا۔ ۱۹۳۴ء میں جاری ہوا۔ مولانا محمد سعید مسعودی، غلام مُصطفےٰ مسعودی (برادرِ اکبر مولانا مسعودی) مولوی عبدالرحیم پیر محمد یحییٰ رفیقی اور ضیاءُ الدّین پونچھی اخبار کی ادارتی ذِمّے واریاں مختلف اوقات پر سر انجام دیتے رہے!

حقیقت

"صداقت" بند ہوجانے کے بعد مُسلم کانفرنس نے ۱۹۳۶ء میں "حقیقت" جاری کیا۔ جب ۱۹۳۸ء میں آل جموّں وکشمیر نیشنل کانفرنس

وجود میں آئی تو یہ اخبار اس جماعت کا آفیشل آرگن بن گیا۔ مولانا محمد سعید مسعودی، علامہ غلام احمد میر کشفی، محمد یحییٰ رفیقی، اُلفت انوری لاہوری، غلام محی الدین فاضلی بانڈی پوری اخبار کے ایڈیٹراں کی حیثیت سے اپنی ذِمہ داریاں پوری کرتے رہے۔ ۱۹۴۷ء میں مُلک کی تقسیم تک اخبار شائع ہوتا رہا۔

توحید

"توحید" جمعیت اہلِ حدیث کشمیر کا ترجمان اخبار تھا۔ ۱۹۳۶ء میں جاری ہوا۔ مولوی غلام نبی مُبارکی اخبار کے ایڈیٹر ہیں۔

اِصلاح

"اِصلاح" ۱۹۳۸ء میں جاری ہوا۔ یہ قادیانیوں کا اخبار تھا۔ کئی سال تک باقاعدگی کے ساتھ شائع ہوتا رہا۔ تقسیمِ مُلک کے بعد اخبار کی اشاعت بند ہوگئی۔ محمد امین قرشی، عبدالواحد اور عبدالغفار ناسنوری اخبار کے ایڈیٹراں میں شامل تھے۔

ھِدایت

میرواعظ مولوی احمد اللہ نے "اسلام" کے مقابلہ میں جماعتِ ہمدانیہ کی طرف سے "ھدایت" جاری کیا۔ سیّد مُبارک شاہ اخبار کے ایڈیٹر تھے، ۱۹۳۷ء میں "ہدایت" جاری ہوا تھا اور کئی سال تک شائع ہوتا رہا۔

قومی درد

ممتاز کشمیری پنڈت شری جیالال کلم نے ۱۹۳۵ء میں "قومی درد" جاری کیا۔ اخبار کی ادارتی ذمے داریاں شری دینا ناتھ برانز سرانجام دیتے رہے۔ اخبار ایک سال تک بے قاعدگی کے ساتھ شائع ہوتا رہا۔ ایک سال کے بعد "قومی درد" کو اُردو سے انگریزی میں بدل دیا گیا۔ انگریزی میں شائع ہونے کے بعد اخبار کی پالیسی وہی رہی جو اُردو "قومی درد" کی تھی!

وکیل

"وکیل" کا اجرا ۱۹۳۷ء اور ۱۹۳۸ء کے درمیان ہوا۔ پنڈت شمبھو ناتھ اخبار کے مدیر اور مالک تھے۔ ۱۹۵۵ء تک "وکیل" شائع ہوتا رہا۔ بخشی غلام محمد کے دَور میں اخبار کو بند کر دیا گیا۔ شری پُشکر ناتھ، جو پنڈت شمبھو ناتھ کے بڑے فرزند ہیں، اپنے والد کی وفات کے بعد اخبار کی ادارتی ذمے داریاں سنبھال لی تھیں، وکیل کو دوبارہ جاری کرنے کے لئے کافی کوششیں کیں لیکن ان کی یہ کوششیں بار آور ثابت نہ ہو سکیں۔

۲۵ اکتوبر ۱۹۵۷ء کو اخبار کے ایڈیٹر نے ریاست کے وزیر اعظم بخشی غلام محمد کو ایک چٹھی لکھی جس میں درج تھا:۔

"آپ کو بخوبی معلوم ہے کہ میں نہ کوئی ٹھیکے دار ہوا، نہ سرکاری یا

غیر سرکاری مُلازم، نہ کسی سینما کا مالک اور نہ ہی پرجا سوشلسٹ پارٹی کا پینشن یافتہ رکُن ہوں۔ میرے گزارے کے ساتھ قومی خدمت کا بہترین ذریعہ اخبار "وکیل" ہے جس کی اشاعت حکومت نے بلا وجہ بند کردی ہے۔ میں آپ سے اخبارِ "وکیل" کی اشاعت کی اجازت حاصل کرنے کے لئے کئی بار مُلاقی ہوا! لیکن آپ ہر بار کھوکھلے وعدے دیتے رہے۔ حالاں کہ میں نے آپ کو اس امر کا یقین دِلایا تھا کہ اخبارِ "وکیل" مُلکی مفاد کو ہرگز ہرگز زک نہیں پہنچائے گا۔ آئین اور پریس قوانین کی رُو سے آپ "وکیل" کی اشاعت کو روک نہیں سکتے۔ میں ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کو بھی درخواست دے رہا ہوں کہ وہ مجھے بعد وصولی ایک ہزار روپیہ روزنامہ "وکیل" کی اشاعت کی اجازت دیں۔"

ایک ہزار روپیہ کی نقد ضمانت پیش کرنے کے بعد بھی جب شری پُشکر ناتھ کو اخبار جاری کرنے کی اجازت نہیں دی گئی تو انھوں نے ریاستی عدالتِ عالیہ میں ایک رِٹ پیٹیشن پیش کی۔ جو کہ اپنی نوعیت کی پہلی رِٹ پیٹیشن تھی۔

نوُر

۱۹۴۶ء میں محی الدّین نورؔ نے سری نگر سے ہفت روزہ "نوُر" جاری کیا۔ یہ اخبار محنت کشوں کا ترجمان اور تحریکِ حرّیتِ کشمیر کا زبردست

حامی تھا۔ اس میں زیادہ تر مزدوروں اور محنت کشوں سے متعلق روسی مصنفوں کے مضامین شائع ہوتے تھے۔ "نور" بے باک اور نڈر اخبار تھا اور بڑی دلیری کے ساتھ مطلق العنان ڈوگرہ حکومت کی نکتہ چینی کرتا تھا۔ شخصی دور میں انتظامیہ کے آفیسروں کے خلاف لکھنے پر اُس وقت کے وزیر وزارت مہتہ دُونی چند نے محی الدّین نور کو گرفتار کر لیا اور بعد میں ضمانت پر رہا کر دیا۔ "کشمیر چھوڑ دو" تحریک کے دوران "نور" کے ایڈیٹر کو تین ماہ تک نظر بند رکھا گیا۔ آزادی کے بعد شیخ محمد عبداللہ کی حکومت میں نور صاحب کو پھر گرفتار کر لیا گیا۔ اُنھوں نے ریاست میں قحط کے خطرے اور بھوک سے مرنے والے لوگوں کے متعلق سنسنی خیز خبریں لکھیں جن کی بنا پر اخبار "نور" کو بند کر دیا گیا۔ محی الدّین نور نو ماہ تک سری نگر اور جموّں سنٹرل جیل میں نظر بند رہے۔ جب رہا ہوئے تو دوبارہ اخبار جاری کرنے کی درخواست دی اور ایک ہزار روپیہ زرِ ضمانت داخل کرنے پر ان کو دوبارہ اخبار جاری کرنے کی اجازت دی گئی۔ پریس کی آزادی کے لئے نور صاحب لکھتے رہے۔ بخشی غلام محمد کے دور میں محی الدین نور کو ضمانت کی رقم واپس دے دی گئی۔ اس کے بعد نور صاحب نے محکمۂ اطلاعات کی ملازمت اختیار کی اور "نور" بند ہو گیا۔ نور صاحب ان دنوں فیلڈ سروے آرگنائزیشن سے وابستہ ہیں!

بے کار

۱۹۳۵ء میں خواجہ صدر الدین مجاہد نے "بے کار" نام سے اخبار جاری کیا ایک سال تک مجاہد صاحب "بیکار" باقاعدگی کے ساتھ نکلتے رہے۔ ایک سال کے بعد اُنھوں نے اس اخبار کو اپنی مرضی سے بند کر دیا۔ اس کی وجہ یہ ہوئی کہ صدر الدین مجاہد کا نام لوگوں کی زبان سے اُترنے لگا تھا اور لوگ مجاہد صاحب کو "بیکار صاحب" کے نام سے پکارنے لگے تھے!

"بے کار" کو بند کرکے خواجہ صدر الدین مجاہد نے ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ سری نگر کے پاس اخبار "جہاد" کے نام سے ڈیکلریشن داخل کر دیا۔ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ نے اس نام پر اخبار جاری کرنے کی اجازت نہیں دی۔ اُنھوں نے دلیل یہ دی کہ جب کوئی ہاکر بازار میں "جہاد" کی آواز بلند کیا کرے گا تو لوگوں میں اس سے سنسنی پھیل جایا کرے گی۔ چنانچہ اس نام سے اخبار جاری کرنے کی اجازت دینا امنِ عامہ کے لئے خطرناک ثابت ہو گا!

دہقان

"جہاد" نام کا اخبار جاری کرنے میں ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ سری نگر کے اعتراض کے بعد خواجہ صدر الدین مجاہد نے "دہقان" نام سے اخبار کے لئے ڈیکلریشن داخل کر دیا جس کی اجازت ان کو دے دی گئی۔ "دہقان"

کی تحریریں اُس وقت کے چیف سیکرٹری پنڈت رام چندر کاک کو پسند نہیں آئیں چنانچہ ان کے ایما پر اخبار کو بند کرنے کا حکم دیا گیا۔

خالد

"دھقان" کو سرکاری حکم سے بند کئے جانے کے بعد "خالد" نام سے خواجہ صدر الدین مجاہد نے اخبار جاری کیا۔ "خالد" ۱۹۳۸ء سے ۱۹۵۳ء پندرہ سال تک مسلسل شائع ہوتا رہا۔ ۱۹۳۸ء میں جب ہفت روزہ "خالد" کا پہلا پرچہ منظر عام پر آ گیا تو اُسی روز اخبار کے اڈیٹر خواجہ صدر الدین مجاہد کو گرفتار کر لیا گیا۔ ان کی گرفتاری کے بعد بھی "خالد" شائع ہوتا رہا۔ "خالد" نیشنل کانفرنس کی پالیسی کو آگے بڑھاتا رہا اور ہمیشہ ہی تحریک آزادی کشمیر کے لئے وقف رہا۔ ۱۹۵۳ء میں جب ریاست میں وزارتی تغیر رُونما ہوا تو "خالد" نے نئے وزیر اعظم بخشی غلام محمد کی پالیسی کے ساتھ اختلاف ظاہر کیا اور سرکاری ملازمت سے مستعفی ہوئے۔ اس اختلاف کی بنا پر صدر الدین مجاہد کو گرفتار کر لیا گیا۔ ان کی گرفتاری کے باوجود "خالد" ہفتہ وار شائع ہوتا رہا۔ جیل سے رہائی کے بعد خواجہ صدر الدین مجاہد نے "خالد" کی ۱۶ر دسمبر ۱۹۵۴ء کی اشاعت میں ایک اداریہ لکھا جس کو حکومت نے قابل اعتراض قرار دے دیا۔ اس اداریہ کے شائع ہونے کے بعد تیسرے روز خواجہ صدر الدین مجاہد کو پھر زیر حراست لیا گیا۔ اور ہفت روزہ "خالد" کی اشاعت پر پابندی عائد کی گئی۔ جس پریس میں "خالد" چھپتا تھا، اُسے یہ اخبار آئندہ شائع کرنے سے باز رکھا گیا۔

۱۹۵۴ء میں جب صحت کی خرابی کے پیشِ نظر خواجہ صدرالدین مجاہد رہا کئے گئے تو اُنھوں نے "خالد" شائع کرنے کی دوبارہ اجازت طلب کی، لیکن ان کی کوششیں بار آور ثابت نہیں ہو سکیں۔ "خالد" نام سے اخبار جاری کرنے میں ناکام ہوکر صدرالدین مجاہد نے اخبارِ عمل" کے نام سے ڈیکلریشن داخل کیا جس کی آٹھ سو روپیہ زرِ ضمانت داخل کرنے پر اُن کو اجازت دی گئی۔ مجاہد صاحب مقررہ میعاد کے اندر ضمانت کی رقم داخل نہ کرسکے چنانچہ اخبارِ عمل" بھی جاری نہ ہو سکا۔ اس کے بعد صدرالدین مجاہد نے "خالدِ جدید" کے نام سے ڈیکلریشن داخل کیا جس کی انھیں اجازت مل گئی۔ اس کے لئے البتہ مجاہد صاحب کو آٹھ سو روپیہ زرِ ضمانت داخل کرنا پڑا۔۔۔۔

خالدِ جدید

خواجہ صدرالدین مجاہد نے "خالدِ جدید" کا پہلا پرچہ ۲۶ راگست ۱۹۵۵ء کو شائع کیا۔ یہ اخبار جاری کرتے ہوئے اُنھوں نے اڈیٹوریل میں لکھا:-

"قارئین کو اچھی طرح معلوم ہے کہ آج سے بیس سال قبل ہم نے سری نگر سے اخبارِ "بے کار" نکالا۔ اس کے بعد "خدمت"، "دہقانی" اور "خالد" جاری کیا۔ کچھ عرصہ بعد "بے کار" بند کر دیا۔ "دہقان" بھی زیادہ دیر چل نہ سکا۔ "خدمت" "غلام رسول عارف کو دے دیا۔ البتہ اخبارِ "خالد" کو میں خود چلاتا رہا۔ صدرالدین مجاہد نے اب کافی عرصہ بعد خالدِ جدید" دوبارہ جاری کیا ہے۔

خدمت

"خدمت" سب سے پہلے خواجہ صدر الدین مجاہد نے جاری کیا۔ جب آپ کا اخبار "دھقان" بند ہوا تو انھوں نے "خدمت" کے لئے ڈیکلریشن داخل کر دیا جو اُن کو مل گیا۔ کچھ وقت تک "خدمت" شائع کرنے کے بعد خواجہ صدر الدّین مجاہد نے اس اخبار کو مسٹر غلام رسول عارف کے نام منتقل کر دیا۔ عارف صاحب کئی ماہ تک غلام احمد جان کے ساتھ مل کر "خدمت" شائع کرتے رہے۔ چند ماہ بعد ہی غلام رسول عارف نے "خدمت" کو نیشنل کانفرنس کے ہاتھ فروخت کر دیا۔

"خدمت" کا پہلا شمارہ نومبر ۱۹۴۰ء میں منظرِ عام پر آ گیا۔ اخبار کے دوسرے شمارے میں جو خبریں شائع ہوئیں، اُن کی سُرخیاں یہ تھیں:—

(۱) حضرت شیر کشمیر شیخ محمد عبداللہ بطرف بمبئی روانہ

(۲) ہندی رسم الخط کے خلاف عالم گیر مذمّت

(۳) راجہ محمد افضل خان کی ملازمت میں توسیع

(۴) کانگریس کے چوتھے ڈکٹیٹر گرفتار

(۵) دُلہن غائب، دُلہا پاگل!

یکم اپریل ۱۹۴۱ء کو اخبارِ "خدمت" شائع کرنے کے لئے بہتر انتظامات کئے گئے۔ اس موقعہ پر اخبار میں جو اداریہ لکھا گیا وہ اس طرح ہے:

"یوں تو کشمیر کی سرزمین ابھی تک اخبارات کے لئے باوجود گوناگوں

زرخیزیوں کے شورہ زار ثابت ہوئی ہے مگر جب سے یورپ میں جنگ چھڑ گئی ہے، کاغذ اور دیگر سامانِ طباعت نے اخبارات کی زندگی کو اور بھی مخدوش بنا دیا ہے۔ چناں چہ اب تک کشمیر کے متعدد اخبار دم توڑ چکے ہیں اور باقی بڑی مشکل سے دن گذار رہے ہیں۔ ایسے مایوس کُن دَور میں ایک نئے اخبار کا اجرا جُرات بے جا معلوم ہوتا ہے۔ لیکن جب بلند مقاصد پیشِ نظر ہوں تو ایسی جُراتیں بعید از قیاس نہیں!"

چوں راہ حرم باشد سہلت بیابان ہا

۱۹۴۶ء میں جب شیخ محمد عبداللہ نے "کشمیر چھوڑ دو" تحریک شروع کی تو اُس وقت کے وزیر اعظم پنڈت رام چندر کاک نے "خدمت" پر سنسر بٹھا دیا۔ یہ سنسر شپ اُس وقت تک جاری رہا جب تک ۱۹۴۷ء میں نیشنل کانفرنس کی حکومت قائم ہو گئی۔

"خدمت" جب نیشنل کانفرنس کا ترجمان بن گیا تو مولانا محمد سعید مسعودی اس کے مدیر مقرر ہوئے۔ نیشنل کانفرنس کی حکومت بن جانے کے بعد ادارت کی ذمہ داریاں غلام احمد میر صاحب کشفی نے سنبھال لیں۔ کچھ وقت کے لیے حکیم غلام محی الدین "خدمت" کے ایڈیٹر رہے۔ ۱۹۵۲ء میں "خدمت" کی ادارتی ذمہ داریاں پنڈت نند لال واتل نے سنبھالی لیں اور وہ تب سے برابر یہ فرض انجام دے رہے ہیں!

۱۹۴۲ء سے ۱۹۴۷ء تک "خدمت" کشمیر کا مقبول ترین

اخبار رہا۔ لوگ دلچسپی کے ساتھ اخبار کا مطالعہ کرتے تھے۔ ۱۹۴۷ء کے بعد "خدمت" کا حلقۂ اشاعت محدود ہونے لگا۔ جس کے نتیجہ میں اخبار مالی لحاظ سے بہت کمزور ہو گیا۔ ۱۹۵۲ء میں مالی دشواریوں کے باعث "خدمت" کو کئی ماہ تک بند کیا گیا۔ بخشی غلام محمد جب اگست ۱۹۵۳ء میں ریاست کے وزیر اعظم مقرر ہوئے تو انھوں نے "خدمت" کو مضبوط بنیادوں پر کھڑا کرنے کی کوشش کی۔

"خدمت" کا دفتر ابتدا میں مجاہد منزل میں تھا اور مجلس اوقاف اسلامیہ جموں و کشمیر کے نیو کشمیر پریس میں یہ چھپتا تھا۔ ۱۹۵۲ء میں "خدمت" کا دفتر مجاہد منزل سے بنڈ سری نگر کی ایک سرکاری عمارت میں منتقل کر دیا گیا۔ ۱۹۴۷ء سے ۱۹۶۵ء تک "خدمت" آل جموں و کشمیر نیشنل کانفرنس کا آفیشل آرگن رہا۔ ۱۹۶۵ء میں جب نیشنل کانفرنس انڈین نیشنل کانگرس میں مدغم ہو گئی تو "خدمت" کشمیر پردیش کانگرس کا ترجمان بن گیا۔

"خدمت" نے ریاست کی تحریکِ حریت کے دوران ایک اہم کردار ادا کیا ہے۔ ۱۹۴۳ء سے ۱۹۷۱ء تک اس اخبار نے ایک عوامی اور ایک نیم سرکاری اخبار کی حیثیت سے جو رول ادا کیا وہ بڑا شاندار ہے۔ "خدمت" آج بھی باقاعدگی کے ساتھ شائع ہو رہا ہے!

البرق

"البرق" مسٹر محمد ایوب صابر کا اخبار تھا۔ کئی سال تک ایم اے صابر صاحب نے "البرق" کے ذریعہ کشمیر میں تہلکہ مچا دیا۔ یہ اخبار بہت تیز

لکھتا تھا۔ اس کی تحریروں میں درشتی ہوتی تھی۔ ایک وقت یہاں کے اخبار نویسوں نے صابر صاحب پر بلیک میلنگ کا الزام لگایا۔ کئی سال تک "البرق" شائع کرنے کے بعد اس اخبار کے مالکانہ حقوق پنڈت دینا ناتھ مست نے، جو ایک مشہور جرنلسٹ اور شاعر تھے، حاصل کئے۔ مست صاحب کے کنٹرول اور پروپرائٹرشپ میں آنے کے بعد خواجہ ایم، اے صابر "البرق" میں اعزازی ایڈیٹر کی حیثیت سے کام کرتے رہے۔ ۱۹۵۱ء تک "البرق" شائع ہوتا رہا۔ یہ اخبار ۱۹۴۷ء سے کئی سال قبل جاری ہوا تھا اور ہر دلعزیز تھا۔

ذوالفقار

"ذوالفقار" اہلِ تشیعہ کا اخبار تھا۔ غلام حسن مخمور اخبار کے ایڈیٹر تھے اور یہ ۱۹۴۷ء میں جاری ہوا تھا۔

مُسلم

"مُسلم" پندرہ روزہ اخبار تھا۔ اور جمعیت اہلِ حدیث کشمیر نے ۱۹۳۹ء میں پہلی بار جاری کیا۔ ابتدا میں مولوی غلام نبی مُبارکی ایڈیٹر تھے۔ بعد میں جب جمعیت دو حصوں میں بٹ گئی تو مولوی نورُ الدین کی ادارت میں شائع ہونے لگا اور باقاعدگی سے چھپتا رہا!

رہبر

رہبر غلام محی الدین رہبر شائع کرتے تھے۔ یہ اخبار کئی سال تک شائع

ہوتا رہا۔ اور پھر بند ہوگیا۔ کئی سال تک بند رہنے کے بعد ۱۹۶۴ء میں دوبارہ شائع کیا۔ اس وقت محی الدین صاحب رہبر کو شائع کر رہے ہیں۔

خالصہ گزٹ

"خالصہ گزٹ" کشمیر میں صحافت کے آغاز کے دس سال بعد ۱۹۴۲ء میں جاری ہوا۔ یہ اخبار اپنے وقت کے ہفتہ وار جریدوں میں نمایاں حیثیت رکھتا ہے۔ "خالصہ گزٹ" سردار گوردیپ سنگھ نے جاری کیا تھا۔ جو کافی وقت تک کشمیر جرنلسٹس ایسوسی ایشن کے صدر رہے۔ اخبار خالصہ پنتھ کا ترجمان اور عوام کا ہمدرد تھا۔ ریاست کے سیاسی، سماجی اور اقتصادی حالات پر کھل کر بحث کرتا تھا، اخبار لگ بھگ ۱۹۵۵ء تک شائع ہوتا رہا۔ سارے عرصہ کے دوران اخبار باقاعدگی کے ساتھ قارئین تک پہنچتا رہا۔ کسی کسی وقت انتظامیہ میں خرابی کی وجہ سے اخبار کی اشاعت میں بے قاعدگی پیدا ہوتی رہی۔

نوی گت

"نوی گت" ۱۹۴۷ء میں جاری ہوا۔ شری امبو ور ناتھ کول اخبار کے پرنٹر پبلشر اور ایڈیٹر تھے۔ اخبار لگ بھگ دس سال تک جاری رہنے کے بعد بند ہوگیا۔ کچھ وقت تک شری نند لال واتل بھی اخبار کے ایڈیٹر رہے۔ "نوی گت" ہفت روزہ اعتدال پسند اخبار تھا۔

روشنی

۱۹۴۳ء میں ہفت روزہ "روشنی" کا اجرا ہوا۔ اخبار کے ایڈیٹر اور مالک مسٹر عبدالعزیز شورہ ابتدا سے اب تک اخبار کو باقاعدگی کے ساتھ شائع کر رہے ہیں۔ یہ پہلا اخبار ہے جو تیس سال سے متواتر شائع ہو رہا ہے۔ عبدالعزیز شورہ نے ابتدا ہی سے "روشنی" کو اعتدال پر رکھا۔ یہ اخبار کبھی کسی انتہا کی طرف نہیں گیا۔ صرف ۱۹۶۷ء میں اخبار کے ایڈیٹر نے ہندو ایجی ٹیشن کے دوران اپنے قلم کا تیر بہت کھینچ لیا۔ جس بنا پر اخبار "روشنی" کو کچھ وقت کے لئے بند کر دیا گیا۔ اخبار ایک مخصوص حلقے میں اپنا اثر قائم کر چکا۔ ۱۹۵۳ء میں "روشنی" نے "رسول نمبر" اور "حضرت عیسیٰ نمبر" نکالے۔ ایڈیٹر "روشنی" کا اظہار ہے :-

"روشنی" اعلائے کلمۃ الحق کے لئے کسی قربانی سے دریغ نہیں کرے گا!"

کشمیر

"کشمیر" نام کا اخبار سری نگر سے مشہور مؤرخ محمد دین فوق نے ۱۹۰۲ء میں جاری کرنے کی کوشش کی تھی لیکن ان کی یہ کوشش کام یاب نہیں ہوئی تھی۔ ۱۹۴۸ء میں شری پریم ناتھ کنہ، جو "مارتنڈ" کے کافی عرصہ تک ایڈیٹر رہ چکے تھے "کشمیر" نام کا اخبار جاری کرنے میں کام یاب ہو گئے۔ اخبار

ایک سال تک شائع ہونے کے بعد بند ہوگیا۔ ۱۴ر نومبر ۱۹۵۴ء کو دوبارہ "کشمیر" کا اجرا ہوا۔ اس بار یہ اخبار کشمیر کی کمیونسٹ پارٹی نے جاری کیا اور اس کے ایڈیٹر مشہور کمیونسٹ لیڈر شری موتی لال مصری بن گئے، اپنے پہلے اداریہ میں اخبار نے لکھا:-

"قومی سیاست کے میدان میں "کشمیر" کا یہ فریضہ ہوگا کہ وہ ان تمام طاقتوں کے خلاف جدّ و جہد کرے جو رجعت پسندی کی طرف لے جاتی ہیں۔ ریاستِ جموں و کشمیر میں ابھی فرقہ پرست عناصر موجود ہیں۔ "کشمیر" عوام کو ان فرقہ پرستوں اور رجعت پسندوں سے آگاہ کرے گا۔ "کشمیر" عوام کے مفادات کا پاسبان ہوگا اور بے باکی سے عوام کی ترجمانی کرے گا۔"

۱۹۵۳ء تک اخبار کمیونسٹوں کی زیر سرپرستی شائع ہوکر محنت کشوں اور مزدوروں کے لئے لکھتا رہا۔ حکومت اخبار کی پُشت پر تھی۔ ۱۹۵۷ء میں جب ڈیموکریٹک نیشنل کانفرنس قائم ہوگئی تو "کشمیر" ڈی، این، سی کا ترجمان بن گیا۔ شری ڈی، پی در، جو اس وقت مرکزی وزیر منصوبہ بندی ہیں، اس کے ایڈیٹر مقرر کئے گئے۔ "کشمیر" نے کئی بار نیشنل کانفرنس اور ایڈمنسٹریشن کی زبردست نکتہ چینی کی۔

جیوتی

۱۶ جولائی ۱۹۴۸ء کو "جیوتی" کا اجرا ہوا۔ یہ اخبار سماج سدھار سمتی کا ترجمان تھا۔ ابتدا میں اردو اور ہندی دونوں زبانوں میں کتابی سائز پر شائع ہوتا تھا۔ اجرا کے وقت پنڈت کاشی ناتھ چھتہ بلی اخبار کے ایڈیٹر تھے۔ اپنے پہلے اداریہ میں پالیسی کی وضاحت کرتے ہوئے ایڈیٹر موصوف نے لکھا:-

"زمانہ بدل گیا۔ "جیوتی" کا پرچہ آپ کے ہاتھ میں ہے۔ "جیوتی" کا اُدیشیہ کیا ہے؟ اس کی وضاحت ہم یہاں کرنا نہیں چاہتے ہمارے وطن میں کئی ہفتہ وار اور روزنامے شائع ہوتے ہیں۔ ان میں "جیوتی" کا بھی اضافہ ہوا ہے۔ "جیوتی" کا مقصد اپنی جاتی کی راج نیتک طور سیوا کرنا ہوتا تو بہت ممکن ہے کہ "جیوتی" وجود میں ہی نہ آتا۔ اس لحاظ سے یہ ایک سوشل پتر ہے جو نہ صرف یہ کہ اپنی جاتی کی برائیوں اور کمزوریوں کے خلاف ہی آواز اٹھائے گا بلکہ اوہام پرستی اور دیگر برائیوں اور بدعتوں کا قلع قمع کرنے کے ساتھ ساتھ کشمیر کی تعمیر جدید میں ہاتھ بٹائے گا!"

۱۹۵۶ء میں اپنی زندگی کے آٹھ سال پورا کرنے کے بعد "جیوتی" کو ہفت روزہ سے روزنامہ میں تبدیل کیا گیا۔ اس موقعہ پر پنڈت امرناتھ وگرا اخبار کے ایڈیٹر تھے۔ "جیوتی" کے روزنامہ بن جانے پر کئی لیڈروں نے مبارک

بادی کے پیغامات ارسال کئے۔ وزیر خزانہ شری گردھاری لال ڈوگرہ نے اپنے تہنیتی پیغام میں لکھا:۔

"مجھے یہ جان کر خوشی حاصل ہوئی ہے کہ سماج سُدھار سمتی سرینگر نے اپنے آرگن "جیوتی" کو روزنامہ میں تبدیل کیا ہے۔"

"جیوتی" کے ٹائیٹل پر چراغ کی تصویر ہوتی تھی۔ اخبار کافی وقت تک معیاری شائع ہوتا رہا۔

اَپ لِفٹ

"اَپ لِفٹ" سہ روزہ اُردو جریدہ تھا۔ ۷ مارچ ۱۹۴۸ء کو اخبار کا اجرا ہوا۔ ایڈیٹر خواجہ محمد عمر بٹ بی۔ اے اور اسسٹنٹ ایڈیٹر پنڈت ہردے ناتھ وارِکو تھے۔ اخبار کے ٹائیٹل کے ساتھ یہ عبارت لکھی ہوتی تھی:۔

"پیٹھر پٹیومُت تھوُد تُلُن"

"مزدوروں اور مظلوموں کا ترجمان"

اخبار شیخ محمد عبداللہ کا حامی تھا اور مقصد انسانیت سے گرے ہوئے لوگوں کو کھڑا کرنا تھا۔ اَپ لِفٹ ۱۹۵۲ء تک شائع ہوتا رہا۔

اپنا سنسار

۱۹۵۱ء میں مسٹر غلام رسول عرفانی نے "اپنا سنسار" جاری کیا۔ کچھ وقت بعد شیخ صاحب کی حکومت نے اخبار پر پابندی عائد کی۔ اخبار پر سے

پابندی ہٹانے کے لئے مسٹر عرفانی نے کافی کوششیں کیں لیکن کامیاب نہیں ہوسکے "اپنا سنسار" کو دوبارہ جاری کرنے میں ناکام ہونے کے بعد مسٹر غلام رسول عرفانی نے ہجرت کر کے جموں میں سکونت اختیار کی۔ جہاں شری وید بھسین کی معاونت سے انہوں نے اخبار "نیا سماج" جاری کیا۔ حکومت کی آنکھ میں یہ اخبار بھی کانٹے کی طرح کھٹکنے لگا اور اس پر بھی پابندی لگا دی گئی۔ کچھ خبریں اور مضامین لکھنے پر، جن میں "آوارہ کار" وغیرہ شامل ہیں، عرفانی صاحب کو نظربند کیا گیا۔ نظربندی سے خلاصی حاصل کرنے کے بعد عرفانی صاحب نے "قومی آواز" نام کا اخبار جاری کیا۔ یہ اخبار کچھ عرصہ بعد بند ہوگیا۔ ۱۹۵۵ء میں مسٹر غلام رسول عرفانی نے "سنسار" نام سے ایک اور روزانہ اخبار جاری کیا۔ "سنسار" جاری ہی تھا کہ انہوں نے ہفت روزہ "نیا سنسار" جاری کیا جو اس وقت تک شائع ہو رہا ہے۔

نئی لہر

"نئی لہر" ۱۹۵۲ء میں عزیز ہارون نے جاری کیا۔ یہ کمیونسٹ نظریات کا اخبار تھا اور مزدوروں اور محنت کشوں کے متعلق لکھتا تھا۔

جمہور

۱۱ر جولائی ۱۹۵۲ء کو کامریڈ نور محمد کی ادارت میں ہفتہ وار "جمہور" جاری ہوا۔ اخبار کے اسسٹنٹ ایڈیٹر عالم سرتاج تھے۔ اپنے پہلے اداریہ میں

پالیسی کی وضاحت کرتے ہوئے اخبار نے لکھا :-

اخبار "جمہور" طبقاتی کشمکش کو حل کرنے کے لئے جہاں کواپریٹو معاشیات کی سکیم کا علم بردار ہے وہاں انسان کی انفرادی آزادی کا حامی بھی !"

۱۹۵۲ء میں ایک اداریہ لکھنے پر، جس میں پریس ایکٹ میں ترمیم کی مخالفت کی گئی تھی، اخبار پر سنسر شپ عاید کی گئی۔

اخبار کے ٹائیٹل کے ساتھ علامہ اقبال مرحوم کا یہ مشہور شعر درج ہوتا تھا ؎

سلطانیٔ جمہور کا آتا ہے زمانہ
جو نقشِ کہن تم کو نظر آئے مٹا دو

مشعل

"مشعل" کمیونسٹ اخبار تھا۔ ۱۹۵۳ء میں جاری ہوا۔ شری موتی لال مصری اخبار کے ایڈیٹر تھے۔

الحق

۱۹۵۲ء میں "الحق" کا اجرا ہوا۔ "الحق" پولیٹکل کانفرنس کے لیڈر خواجہ غلام محی الدین قرہ کے نظریات کی ترجمانی کرتا تھا۔ پیر عبدالاحد صاحب اخبار کے ایڈیٹر تھے۔ ۱۰ جون ۱۹۵۳ء کو اپنی پالیسی کی وضاحت کرتے ہوئے "الحق" نے لکھا :-

"الحق" میں اس بات کو واضح کیا گیا ہے کہ ریاست میں یا ریاست سے باہر ہندوستان اور پاکستان کے درمیان جتنے بھی تنازعات موجود ہیں اُن کو مٹانے کا واحد طریقہ یہ ہے کہ خود کشمیر کے مسئلے کو حل کیا جائے۔ کیونکہ تمام تنازعات کی جڑ یہی مسئلہ ہے۔ اس سلسلے میں ریاست کے لوگوں کو موقعہ فراہم کیا جائے کہ وہ اپنے مستقبل کے لئے آخری فیصلہ کریں۔"

آزاد

شری بدری ناتھ کول نے ۱۹۵۳ء میں ایک ماہوار ادبی جریدہ "آزاد" نام سے جاری کیا۔ تین سال تک "آزاد" ماہوار شائع ہوتا رہا۔ تین سال بعد شری بدری ناتھ نے "آزاد" کو ہفتہ وار جریدہ میں تبدیل کرنے کی اجازت طلب کی، جو انھیں دے دی گئی۔ کچھ وجوہات کی بنا پر کول صاحب ہفتہ وار "آزاد" مقررہ میعاد کے اندر جاری نہ کر سکے۔ جب انھوں نے اخبار کو دوبارہ شائع کرنے کی اجازت طلب کی تو اُن سے ایک ہزار روپیہ کی نقد ضمانت مانگی گئی۔ اتنی رقم داخل نہ کرنے پر "آزاد" ہفتہ وار اخبار نہ بن سکا اور بند ہو گیا!

فن کار

یکم جنوری ۱۹۵۳ء کو رشید تاثیر اور محمد یاسین منتظر نے مشترکہ طور "فن کار" جاری کیا۔ یہ پندرہ روزہ جریدہ تھا اور اس میں سیاسی، ادبی اور فلمی مواد

شائع ہوتا تھا۔ اخبار کچھ وقت بعد ہی بند ہو گیا۔

پیامِ انقلاب

۱۹۵۵ء میں مرحوم خواجہ محمد عمر بٹ نے "پیامِ انقلاب" نام سے اخبار جاری کیا۔ ابتدا میں اخبار سوشلسٹوں کا ترجمان تھا۔ عمر بٹ صاحب خود ایک سوشلسٹ تھے۔ چناں چہ وہ اپنی پارٹی کے نقطۂ نظر کو اخبار کے ذریعہ پیش کرتے رہے۔ خواجہ محمد عمر بٹ کے انتقال کے بعد اُن کے فرزند خواجہ غلام محمد بٹ نے اخبار کی ادارتی ذمہ داریاں سنبھال لیں۔ جن کی زیرِ نگرانی میں یہ اخبار ہفتہ وار باقاعدگی کے ساتھ چھپتا ہے۔

جہانِ نو

ریاستی قانون سازیہ کے سابق سپیکر میر غلام محمد راج پوری نے ۱۹۵۵ء میں "جہانِ نو" کے نام سے اپنا اخبار جاری کیا۔ ۱۹۵۵ء سے ۱۹۶۹ء تک یہ اخبار ہفتہ وار شائع ہوتا رہا۔ ۱۹۶۹ء میں اخبار کو روزنامہ میں تبدیل کیا گیا۔ مئی ۱۹۷۰ء میں مرحوم خواجہ غلام محمد صادق کی سرکار نے اخبار پہ ۲ دو ماہ کی پابندی عائد کی جس کے بعد اخبار دوبارہ شائع نہ ہو سکا۔ اس اخبار نے اپنا لیتھو پریس بھی لگایا تھا۔ جسے راجپوری صاحب نے بعد میں فروخت کر ڈالا۔

دہقان سوپور

۱۹۵۶ء میں مسٹر غلام رسول کار نے جو اس وقت ریاست جموں و کشمیر کے وزیر خوراک و ٹرانسپورٹ ہیں، سوپور سے "دہقان" نام کا اخبار جاری کیا۔ اخبار کا پہلا شمارہ ۷ رجنوری ۱۹۵۶ء کو منظر عام پر آگیا۔ عبدالخالق بٹ صاحب (سابقہ ممبر اسمبلی) اخبار کی ادارتی ذمہ داریاں سرانجام دیتے تھے۔ "دہقان" کلفٹن پریس سری نگر میں چھپتا تھا۔

کشمیر سماچار

سردار موہن سنگھ زمان نے ۱۹۵۶ء میں "کشمیر سماچار" جاری کیا۔ اخبار زیادہ تر سکھوں کے مسائل پر لکھتا تھا۔

مزدور

۶ راپریل ۱۹۵۶ء کو جاری ہوا۔ پرنٹر پبلشر پیر محمد یحییٰ صدیقی اور غلام احمد مسگر اخبار کے ایڈیٹر بنائے گئے۔ "مزدور" سٹیٹ سنٹرل لیبر یونین کا ترجمان اخبار تھا۔ یہ اخبار پہلے ہفتہ وار شائع ہوتا تھا، بعد میں روزانہ بن گیا۔ شری پیارے لال کارہلو، فاروق نازکی، شفیع ہمدانی، مقبول احمد اور صوفی محی الدین مختلف اوقات پر اخبار کے ایڈیٹر مقرر ہوئے۔ "مزدور" ۱۹۵۹ء تک شائع

ہوتا رہا۔ سٹیٹ سنٹرل لیبر یونین میں پھوٹ پڑ جانے کی وجہ سے "مزدور" بند ہو گیا۔

رہنما

۲۲ اگست ۱۹۵۸ء کو پیر مبارک شاہ قادری نے "رہنما" جاری کیا اخبار زیادہ تر اساتذہ کے مسائل پر لکھتا تھا۔ کیونکہ قادری صاحب خود بڑی دیر تک محکمہ تعلیمات سے وابستہ رہے۔ "رہنما" سنہ ۱۹۷۰ء تک شائع ہوتا رہا۔ پھر قادری صاحب کے انتقال کرنے پر بند ہو گیا۔

سواستک

یہ بھدرا یادری کا اخبار تھا اور اس کے ایڈیٹر شرمی لال "آنند" پوری تھے۔ یہ اخبار سنہ ۱۹۳۵ء میں جاری ہوا تھا۔

ملت

میر واعظ پارٹی کے اخبار "اسلام" کے بعد "ملت" جاری کیا گیا۔ یہ اخبار شیخ محمد عبداللہ اور نیشنل کانفرنس کی کڑی نکتہ چینی کرتا تھا۔ اس کے مالک مولوی محمد یوسف شاہ تھے۔ لگ بھگ دو سال تک چلتا رہا۔ یہ اخبار سنہ ۱۹۳۶ء میں جاری ہوا تھا۔ مولوی نور الدین "ملت" کے ایڈیٹر تھے!

جوہر

۱۹۳۷ء اور ۱۹۳۸ء کے درمیان "جوہر" جاری ہوا۔ یہ اخبار غلام نبی جان اور دوست محمد خان نے مشترکہ طور جاری کیا تھا۔ اخبار صرف ایک سال تک جاری رہا۔

پیغام

۱۹۳۹ء میں مسٹر محمد یوسف قریشی نے "پیغام" جاری کیا۔ وہی اس کے ایڈیٹر تھے۔ شہید گنج سری نگر میں اخبار کا دفتر تھا۔

کشمیر کرانیکل

یہ انگریزی ہفت روزہ تھا اور شری گواشہ لال کول (بی، اے) نے اسے جاری کیا تھا۔ وہی اس کے ایڈیٹر اور مالک تھے۔

کشمیر ٹائمز

یہ اخبار شری جانکی ناتھ زتشی نے جاری کیا۔ کئی سال تک یہ انگریزی میں شائع ہوتا رہا۔

کشمیر سنٹی نل

یہ اخبار جانکی ناتھ زتشی اور گواشہ لال

شتربانے مِل کر جاری کیا تھا۔ اور یہ کچھ وقت تک میرواعظ مولوی یوسف شاہ کی جماعت کی ترجمانی کرتا تھا۔

گاش

گاش میں پہلا کشمیری زبان کا اخبار تھا کشمیر کے مشہور شاعر غلام احمد مہجور نے اس اخبار کو جاری کیا۔ اس کے صرف ۲ دو شمارے نکل سکے!

پرتاپ

"پرتاپ" کشمیر کا بہت پرانا میگزین ہے۔ یہ میگزین سری پرتاپ کالج کے طلبائ نے جاری کیا۔ "پرتاپ" نے سب سے پہلے کشمیری زبان میں مضامین افسانوں اور غزلوں کی اشاعت کا سلسلہ شروع کیا۔ ایس پی کالج کے کچھ پروفیسروں نے، جن کو اپنی مادری زبان سے کافی لگاؤ تھا، کالج کے طلبا کو ایک خاص مقصد سے اس میگزین میں کشمیری زبان کے لئے ایک حصّہ مخصوص کیا۔ اُس وقت کشمیری زبان میں لکھنا معیوب سمجھا جارہا تھا۔ اس خیال کو طلبا کے دل سے نکالنے کے لئے کئی بڑے پروفیسروں نے کشمیری زبان میں مضامین، مقالے، غزلیں اور نظمیں لکھنا شروع کیں۔ ان پروفیسروں میں پروفیسر پی، این پُشپ بھی شامل تھے۔ "پرتاپ" کے اجرا سے ہی کشمیری میں لکھنے کی داغ بیل پڑگئی۔ "پرتاپ" میں کشمیری زبان میں غزلیں نظمیں اور دوسری چیزیں دیکھ کر بہت سارے ادیب اور شاعر کشمیری زبان میں طبع

آزمائی کرنے لگے اور کشمیری زبان میں اخبار جاری کرنے کی اُمنگ تیز ہوگئی۔

جموں کے اخبار

رنبیر

ریاست جموں وکشمیر میں سب سے پہلے جو اخبار جاری ہوا، وہ لالہ ملک راج صراف کا "رنبیر" تھا جو ۱۹۲۴ء میں جموں سے شائع ہونے لگا۔ تین سال تک صراف صاحب کو اخبار جاری کرنے کے لئے جدوجہد کرنا پڑی۔ مہاراجہ پرتاپ سنگھ نے اخبار جاری کرنے کی اجازت دیتے ہوئے صراف صاحب کو اس بات کا پابند بنایا تھا کہ وہ سیاسیات پر کچھ نہیں لکھے گا۔ ۱۹۲۴ء سے ۱۹۵۰ء یعنی ۲۶ سال تک اخبار شائع ہوتا رہا۔ اس مدت میں اخبار کو دو بار بند کر دیا گیا۔ پہلی بار ۱۹۳۰ء میں "رنبیر" کو مہاراجہ ہری سنگھ کی حکومت نے اس لئے بند کیا تھا کیونکہ اُس نے ایک جلوس کی، جو مہاتما گاندھی کی گرفتاری کے خلاف احتجاج کرنے کی غرض سے نکالا گیا تھا، صحیح رپورٹنگ کی تھی۔ اس کے بعد کاک وزارت میں اخبار پر پابندی لگا دی گئی۔ شیخ صاحب کی حکومت میں "رنبیر" کو تمام رعایات سے محروم کر دیا گیا۔ اخبار نے ۲۶ سال کے دوران باوقار طریقہ پر اپنی صحافتی ذمہ داریاں پوری کیں۔ اخبار

مہاراجہ کی حکومت کا حامی بن کر بھی کام کرتا رہا اور اس کے ساتھ ساتھ عوام کی ترجمانی کا اہم فرض بھی انجام دیتا رہا۔

"رنبیر" ریاست کا پہلا اخبار ہونے کے باوجود معیاری تھا۔ اس کے لکھنے والوں میں سرکردہ دانش ور اور ادیب شامل تھے۔

"رنبیر" کا پہلا پرچہ ۲۰ رجون ۱۹۲۴ء کو شائع ہوا۔ اس کے سرورق پر یہ اشعار درج ہوتے تھے ؎

مل جل کے ہم ترانے حُبّ وطن کے گائیں
بُلبل ہیں جس چمن کے گیت اُس چمن کے گائیں
اظہار حالِ مُلکی خاص اس کا مدّعا ہے
"رنبیر" نام کا یہ جامِ جہاں نُما ہے

"رنبیر" کے پہلے شمارے میں جو ایڈیٹوریل شائع ہوا، اُس میں اخبار کی پالیسی کی وضاحت اس طرح کی گئی تھی :-

"دُنیا میں ایک نئے دَور کا طلوع ہو رہا ہے اور ہر قوم و مُلک ترقی کے لئے کوششیں کر رہا ہے۔ کچھ ممالک میں بادشاہت کا غلبہ ہے اور کچھ دوسرے ممالک میں آزادی کی جدّوجہد جاری ہے۔ کچھ ممالک میں سامراجیت کی بالادستی ہے اور کچھ ممالک میں اولوالعزم جمہوریت کے آگے جھک رہے ہیں۔ ہر جگہ سیاسی سماجی اور اقتصادی قوتیں آگے بڑھ رہی ہیں۔ یہ ناممکن ہے کہ بین الاقوامی سطح پر ہونے والے واقعات سے ریاست جموں و

کشمیر اثر انداز نہ ہو۔ اور ریاست کے عوام میں کبھی آگے بڑھنے کا
یہ جذبہ پیدا نہ ہو۔ یہ بیداری کی ایک صحت مند علامت ہے۔ تاہم
محض کوئی چیز چلا ہونے سے ہی ترقی حاصل نہیں ہو سکتی۔ کامیابی
کے لئے قربانی، ایثار اور استقلال کے علاوہ ایسے طرزِ عمل
کی ضرورت ہے جو سچائی پر مبنی ہو۔ یہی وہ پاک مقصد ہے
جس نے "رنبیر" کو میدانِ عمل میں لایا ہے۔"

۱۸ر مئی ۱۹۵۰ء کو "رنبیر" ۲۶ سال کے بعد بند ہو گیا۔ اخبار بند کرنے سے پہلے لالہ ملک راج صراف نے لکھا:۔

"رنبیر" کی آواز بند کرنے کے لئے شیخ محمد عبداللہ کے مشیروں نے ایسے حربے استعمال کئے جو اُن حربوں سے بدتر تھے جو شخصی حکومت نے اختیار کئے تھے۔ انہوں نے خفیہ فنڈوں کا غلط استعمال کیا، سرکاری اشتہارات روک دیئے گئے۔ پرائیویٹ اشتہار دینے والوں کو اس بات پر مجبور کیا گیا کہ وہ "رنبیر" کے ساتھ تعلقات ختم کریں۔ سرکاری اور نیم سرکاری اداروں سے کہا گیا کہ وہ "رنبیر" کو چندہ نہ دیں۔ جو لوگ پرائیویٹ طور "رنبیر" کو چندہ دیتے تھے اُن کو سیاسی اچھوت قرار دیا گیا۔ ان حالات میں "رنبیر" کا وجود خطرے میں پڑ گیا۔ لہٰذا ان حالات میں "رنبیر" کو جاری رکھنا بہت مشکل تھا۔ مجبور ہو کر ۱۸ر مئی ۱۹۵۰ء کو مجھے "رنبیر" کو

بند کرنا پڑا۔"

"رنبیر" کا اس طرح بند ہونا ریاست کی صحافت کا بہت بڑا المیہ تھا۔ "رنبیر" کی پالیسی کیا تھی اور اُس نے اپنی صحافتی ذمّہ داریاں کس طرح پوری کیں، ان باتوں سے قطع نظر یہ ایک حقیقت تھی کہ "رنبیر" سے ریاست میں ذمّہ دار صحافت کی داغ بیل پڑ گئی۔ "رنبیر" کو ایک تاریخی حیثیت حاصل تھی۔ اس کی ایک انفرادیت تھی، ایک کردار تھا۔ "رنبیر" کا اپنا مزاج تھا! ۲۶ سال تک "رنبیر" نے ریاست کی صحافت کو بہت کچھ دیا۔ اُس نے کئی روایتیں قائم کیں۔ دشوار ترین مراحل میں "رنبیر" نے حقائق کی نمایندگی بہتر طریقہ پر کی۔

جو لوگ کشمیر میں پریس کو پُروقار طریقہ پر اُبھرتے دیکھنا چاہتے تھے، اُن کے لئے "رنبیر" کی اشاعت بند ہونا ایک بہت بڑا سانحہ تھا۔ کشمیر کی صحافتی تاریخ میں یہ سانحہ ہمیشہ یادگار رہے گا!

امر

سنہ ۱۹۳۰ء میں جب "رنبیر" بند کر دیا گیا تو لالہ ملک راج صراف نے "امر" نام سے ایک اور اخبار جاری کیا۔ جب "رنبیر" کو دوبارہ جاری ہونے کی اجازت دے دی گئی تو شری شیو رام گپتا نے "امر" کے مالکانہ حقوق حاصل کرلئے اور وہی اخبار چلانے لگے۔ "امر" آزاد خیال اخبار ہے اور آج بھی ہفتہ وار شائع ہوتا ہے۔ اس وقت ونود گپتا اس کے ایڈیٹر ہیں۔ "امر" "رنبیر"

کے بعد سب سے پرانا اخبار ہے۔

وطن

۱۹۳۴ء میں "وطن" کا اجرا ہوا۔ اخبار نے ابتدا ہی سے عوام کی صحیح ترجمانی کا فرض سرانجام دیا۔ یہی وجہ تھی کہ اخبار کو دوبار ڈوگرہ شاہی میں سیاہ فہرست پر رکھا گیا۔ اخبار کو بلیک لسٹ کرنے کے علاوہ ایڈیٹر سے پانچ صد روپیہ کی نقد ضمانت طلب کی گئی۔ سردار مہندر سنگھ "وطن" کے ایڈیٹر تھے۔ اپنے وقت میں اخبار نے جموں کے عوام کی بے باکی اور نڈرتا کے ساتھ نمایندگی کی۔

جمہور

۱۹۳۵ء میں مسٹر اللہ رکھا ساغر نے جموں سے "جمہور" جاری کیا۔ اخبار بے قاعدگی کے ساتھ شائع ہوتا تھا۔ ۱۹۳۷ء میں اخبار کی ادارتی ذمہ داریاں مشہور صاحب قلم مولانا عبدالمجید قرشی نے سنبھال لیں۔ اخبار کے مالک بھی مولانا قرشی قرار دیئے گئے۔ نئے انتظام کے بعد "جمہور" باقاعدگی کے ساتھ شائع ہونے لگا۔ اخبار عوام کا بے باک ترجمان تھا۔ ۱۹۴۷ء میں تقسیم ملک کے موقع پر بند ہوگیا۔

پربھات

شری دیا نند کپور نے پونچھ سے "پربھات" جاری کیا۔ اخبار کو کئی مرتبہ بلیک لسٹ کیا گیا۔ ۱۹۳۵ء سے ۱۹۵۵ء یعنی بیس برس تک شائع ہوتا رہا۔ طباعت کی مشکلات کے باوجود یہ پونچھ کے عوام کی بے باکی اور نڈرتا سے ترجمانی کرتا تھا۔ ایک بار "پربھات" کا رجسٹرڈ ایل نمبر منسوخ کیا گیا۔

المجاھد

"المجاھد" "پربھات" کا ہم عصر تھا اور پونچھ سے ہی شائع ہوتا تھا۔ اخبار ۱۹۳۶ء میں جاری ہوا۔ نبی بخش "المجاھد" کے ایڈیٹر تھے۔ ۱۹۳۶ء سے ۱۹۴۳ء تک مسلسل شائع ہوتا رہا۔ کئی بار المجاھد سے ضمانتیں طلب کی گئیں۔ پونچھ کی کئی لاکھ آبادی میں بہت مقبول اخبار تھا۔ ریاست کے پولیٹکل ڈیپارٹمنٹ نے اخبار کو بند کرنے کے لئے بہت سارے حربے استعمال کئے لیکن "المجاھد" پھر بھی شائع ہوتا رہا۔

رتن

یہ بچوں کا رسالہ تھا۔ اسے ٹھاکر راج صراف نے جموں سے جاری کیا تھا یہ باتصویر ہوتا تھا اور مختلف رنگوں میں دیدہ زیب چھپتا تھا جو اُس زمانے میں بڑا کارنامہ تصور کیا جاتا تھا۔ بعد میں صراف صاحب نے اسے بند کر دیا۔

انڈسٹریل

"انڈسٹریل" ریاست کا صنعتی اور زراعتی رسالہ تھا۔ یہ جموں سے شری ہربنس لال چوپڑہ (بی اے) کی ادارت میں شائع ہوتا تھا۔ اخبار نے بہت سارے صنعتی ایڈیشن شائع کئے۔ "انڈسٹریل" ۱۹۳۶ء میں جاری ہوا۔

کشمیر میل

سنہ ۱۹۳۶ء میں "کشمیر میل" جاری ہوا۔ یہ اخبار کشمیر پٹھان کوٹ ٹرانسپورٹ ایسوسی ایشن کا ترجمان تھا۔ اور ہر ہفتہ سوموار کو جموں سے شائع ہوتا تھا۔ شری بودھ راج منآری اور پریم ناتھ کول اس کے ایڈیٹر تھے۔ "کشمیر میل" ٹرانسپورٹ کے مسائل پر لکھتا تھا۔

گلاب

سنہ ۱۹۴۰ء میں ہفت روزہ "گلاب" وِجے سُمن نے جاری کیا۔ سنہ ۱۹۵۲ء تک یہ اخبار چھپتا رہا۔

شمشیر

سنہ ۱۹۴۰ء میں "شمشیر" جاری ہوا۔ یہ روزانہ اخبار تھا۔ سردار رگھبیر

سنگھ گُپت اس کے ایڈیٹر تھے۔ ریاست کے محنت کشوں، مزدوروں اور کسانوں کے مسائل پر لکھتا تھا۔

سپیچ

راجہ محمد اکبر خان مرحوم نے، جن کو "مجاہد میر پور" کے نام سے یاد کیا جاتا ہے، ۱۹۴۱ء میں اخبار "سپیچ" میر پور سے جاری کیا۔ "سپیچ" کا اجرا اخبار کے بانی راجہ محمد اکبر خان کی اُس سزا یابی کے بعد ہوا جو انھیں ریاست کے سب سے پہلے مقدمۂ بغاوت میں دفعہ ۱۲۴ (الف) کے تحت ہوئی تھی۔ راجہ صاحب مرحوم نے ایک تقریر کی تھی جس کو حکومت کے خلاف بغاوت قرار دے کر راجہ محمد اکبر خان پر مقدمہ چلایا گیا اور انھیں تین سال کی سزا ہوئی۔ اُن کی اس تقریر کے بعد ہی مسلم کانفرنس کو نیشنل کانفرنس میں تبدیل کیا گیا۔ راجہ محمد اکبر خان، شیخ محمد عبداللہ کے معتمد ساتھیوں میں سے تھے۔ عوام پر اُن کا کافی اثر تھا اور بلا لحاظِ مذہب و ملت و رنگ و نسل ہر شخص ان سے عقیدت رکھتا تھا۔

"سپیچ" کے اجرا کے بعد مدتوں تک کا مریڈ تریلوک چند اس کے ایڈیٹر رہے۔ ماسٹر روشن لال اخبار کے منیجر کی حیثیت سے کام کرتے تھے۔ جب راجہ محمد اکبر خان کا انتقال ہو گیا تو اخبار "سپیچ" ان کے نابالغ لڑکے کی ملکیت میں آ گیا اور ماسٹر روشن لال کی ادارت میں شائع ہونے لگا۔ اخبار کو ابتدا ہی سے نیشنل کانفرنس کا ترجمان سمجھا جاتا تھا!

مہاتما سردار بدھ سنگھ، کامریڈ سیٹھی، کامریڈ تریلوک چند اور کامریڈ محمد شفیع اس اخبار کو بھی جان سے زیادہ عزیز رکھتے تھے۔ میرپور سے جب یہ اخبار دو ورقی شائع ہوتا تھا، جب بھی "نیا کشمیر" کا نقطۂ نظر پیش کرتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ شیخ محمد عبداللہ اس کے بہی خواہ اور سرپرست رہے۔ صوبہ جموں کا یہ واحد اخبار تھا جس نے "کشمیر چھوڑ دو" تحریک کا پورے زور سے ساتھ دیا۔

ابتدا میں اخبار باقاعدگی کے ساتھ شائع نہیں ہوتا تھا۔ ۱۹۴۷ء میں جب انقلاب آگیا تو شیخ محمد عبداللہ، بخشی غلام محمد اور سردار بدھ سنگھ نے اخبار کو اپنایا۔ چنانچہ یہ سہ روزہ کی شکل میں شائع ہونے لگا۔ نیشنل کانفرنس کی حکومت اخبار کی پشت پر تھی اور یہ جماعت کا اخبار بن گیا۔ اخبار کے ایڈیٹر ماسٹر روشن لال نیشنل کانفرنس کے نقطۂ نظر کو بڑی خوبی کے ساتھ پیش کرتے تھے۔ اخبار نیشنل کانفرنس کی سرپرستی میں آکر روزنامہ بن گیا۔ کچھ عرصہ کے بعد نیشنل کانفرنس صوبائی کمیٹی جموں کے ساتھ اخبار کے اختلافات پیدا ہو گئے۔ نیشنل کانفرنس کے کارکن جب "سپیچ" کو اپنی ہر بات کی تائید کرنے پر مجبور کرنے لگے تو یہ اختلافات بڑھ گئے۔ ان اختلافات کی بنا پر جموں صوبائی نیشنل کانفرنس کمیٹی کے ممبروں نے اخبار کا بائیکاٹ کر دیا۔ تین سال تک اخبار نیشنل کانفرنس کا ترجمان بن کر کام کرتا رہا۔ نیشنل کانفرنس کی حمایت کا مطلب تنظیم کے کچھ لیڈروں نے یہ سمجھ لیا تھا کہ اخبار "سپیچ" ان کی ہر جائز و ناجائز بات کی حمایت کرے! لیکن اخبار نے ایسا نہیں کیا۔

اخبار "سپیچ" معیاری اخبار تھا۔ اس کے سرورق پر یہ عبارت درج ہوتی تھی:—

بیادگارِ مجاہدِ وطن راجہ محمد اکبر خان مرحوم

پاسبان

"پاسبان" ۱۹۳۵ء میں جاری ہوا۔ مسلم کانفرنس کا ترجمان بن کر کام کرتا تھا۔ کچھ وقت بعد چند اختلافات کی بنیاد پر مسلم کانفرنس نے اخبار کا بائیکاٹ کیا۔ عبدالمجید قریشی "پاسبان" کے ایڈیٹر تھے۔

کشمیر سنسار

۱۹۴۱ء میں جموں سے جاری ہوا۔ جتندر رد لو اخبار کے ایڈیٹر اور مالک تھے۔

صداقت

۱۹۴۲ء میں "صداقت" میرپور سے شائع ہوا۔ لالہ گیان چند میرپوری اس کے ایڈیٹر تھے۔ ۱۹۴۷ء تک "صداقت" شائع ہوتا رہا۔

ہمّت

۱۹۴۴ء میں میرپور سے "ہمّت" جاری ہوا۔ عبدالوہاب اس کے ایڈیٹر اور مالک تھے۔ یہ اخبار بھی "صداقت" کی طرح اگست ۱۹۴۷ء تک جاری رہا۔

نیا کشمیر

سید نذیر حسین سمنانی نے ۱۹۴۸ء میں جموں سے "نیا کشمیر" جاری کیا۔ شری وید بھسین کچھ عرصہ تک اخبار کے ایڈیٹر انچارج تھے۔ ۱۹۵۱ء میں اخبار کو روزانہ کرنے کا اعلان کیا گیا۔ اخبار سرکار کا مدح خواں تھا۔

سویرا

۱۹۴۸ء میں "سویرا" جاری ہوا۔ یہ سرکار کی بے باکی اور نڈرتا کے ساتھ نکتہ چینی کرتا تھا۔ ۱۹۵۳ء میں اخبار کو بند کر دیا گیا۔ شری وید پرکاش گپتا کی ادارت میں اخبار شائع ہوتا تھا۔

دیش سیوک

۱۹۵۰ء میں "دیش سیوک" جاری ہوا۔ شری گنگا ناتھ شرما اخبار کے ایڈیٹر اور مالک تھے۔

نیا سماج

شری وید بھسین اور غلام رسول عرفانی نے ۱۹۵۲ء میں مل کر جموں سے "نیا سماج" جاری کیا۔ اخبار ترقی پسند خیالات کا علم بردار تھا۔ کچھ عرصہ جاری رہنے کے بعد دم توڑ گیا۔

لوک راج

۱۹۵۲ء میں بھگت سائیں داس نے "لوک راج" جاری کیا۔ یہ اخبار رنبیر سنگھ پورہ (جموں) سے شائع ہوتا تھا۔ "لوک راج" نیشنل کانفرنس کا حامی تھا۔

انقلاب

۱۲ اکتوبر ۱۹۵۲ء کو ڈاکٹر ایل، سی گپتا نے جموں سے "انقلاب" جاری کیا۔

نوائے قوم

۱۹۵۴ء میں آل جموں و کشمیر گوجر اصلاحی کمیٹی نے "نوائے قوم" جاری کیا۔ اصلاحی کمیٹی کے صدر حاجی محمد اسرائیل تھے۔ یہ ایک دینی، سیاسی اور اصلاحی رسالہ تھا اور گوجروں کے مسائل کی ترجمانی کرتا تھا۔ فتح علی سہروردی اخبار کے ایڈیٹر تھے۔ ادارہ تحریر میں چودھری اللہ دتہ اور چودھری غلام احمد شامل تھے۔ اخبار کچھ وقت تک معیاری چھپتا رہا۔

اُجالا

"اُجالا" ۱۹۵۲ء میں جاری ہوا۔ شری امر ناتھ ملہوترہ ریٹائرڈ ....

سپرنٹنڈنٹ پولیس اس کے ایڈیٹر تھے۔ پہلے ہفتہ وار تھا، پھر روزانہ بن گیا۔ صادق صاحب کی حکومت کے خلاف زوردار طریقہ پر لکھتا تھا۔ بخشی غلام محمد کا حامی اخبار تھا۔ اخبار اب بھی شائع ہو رہا ہے لیکن مالک بدل گیا ہے۔

شیرِ ڈُگر

"شیرِ ڈُگر" ۱۹۵۵ء میں جموّں سے جاری ہوا۔ ابتداً میں اخبار کی ادارت کے فرائض دیوان پٹھان کوٹی، زیڈ سیمی اور اندرجیت نے سرانجام دیئے۔ اخبار آج تک مسلسل شائع ہو رہا ہے۔ یہ ڈوگرہ دیش کا زبردست حامی ہے اور جموّں کی ترقی و بہبودی اور ڈوگروں کی اصلاح کے لئے لکھتا ہے۔ "شیرِ ڈُگر" نے اجرا کے کچھ عرصہ بعد اپنی پالیسی کی وضاحت کرتے ہوئے ایک اداریہ میں لکھا:-

"ڈُگرستان کے شیر آج بھی پتھر والے زمانے کی طرح برادری اِزم کے چکر میں گھوم رہے ہیں۔ یہ لوگ شخصی حکومت کی پرانی شراب اب بھی آزادی کے دَور میں نئی بوتلوں میں بھر رہے ہیں۔ حکومتیں عوام کو گمراہ کرنے کے لئے کئی طرح کی چالیں چلتی ہیں۔ اگر ڈوگرہ قوم حکومت کی چال میں آ کر بکھری رہی تو ڈوگرستان بہت گھاٹے میں رہے گا۔ اس وقت تک جو بھی حکومتیں برسرِاقتدار آئیں، انھوں نے صرف کشمیر کو سنوارا۔ آپ ہسٹری کو دیکھیں، تو معلوم ہو گا کہ مغلوں سے لے کر آج تک سب نے صرف کشمیر کو ہی سنوارا۔ لیکن جموّں پرانت کو سب نے فراموش کیا۔ جموّں

پرانت، کیا وادیٔ کشمیر سے کسی طرح کم ہے؟"

نوائے ڈُگر

۲۸ر نومبر ۱۹۵۵ء کو "نوائے ڈُگر" کا اجرا ہوا۔ یہ وادیٔ کشمیر، کانگڑہ، جموں اور ہماچل کے عوام کا ترجمان تھا۔ اخبار کا ہیڈ آفس جموں میں تھا اور سب آفس پٹھان کوٹ میں۔ اندرجیت سنگھ اور اننت سنگھ اس کے ایڈیٹر تھے۔

نئے سودیش

"نئے سودیش" پرجا پریشد (جن سنگھ) کا حامی اخبار تھا۔ ۱۹۵۵ء میں جاری ہوا۔ ایڈیٹر گوپال داس سنچر تھے۔ اخبار کا ٹائیٹل اُردو اور ہندی دونوں زبانوں میں چھپتا تھا۔

مساوات

۱۹۵۵ء میں جموں سے "مساوات" جاری ہوا۔ روشن لال اس کے ایڈیٹر اور مالک تھے۔

خورشید

۱۹۵۵ء میں "خورشید" جاری ہوا۔ بخشی غلام محمد کا مدّاح تھا۔ اقبال نرگس اخبار کے ایڈیٹر تھے۔

دیپک

۱۹۵۵ء میں "دیپک" جاری ہوا۔ یہ ایک آزاد خیال اخبار تھا اور چودھری رام سروپ اس کے ایڈیٹر تھے۔

چاند

"چاند" جموں کے مشہور صحافی شری نرسنگھ داس نرگس کا اخبار ہے۔ ۱۴ر نومبر ۱۹۵۰ء کو شری نرگس نے اخبار کی پالیسی کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا :-

"چاند" کی پالیسی آزاد اور غیر جانب دار ہے۔ یہ کسی جماعت کا خوشامدی نہیں۔ اسے کسی جماعت کی پشت پناہی حاصل نہیں یہ نیشنل کانفرنس کا دوست ہے جس طرح پرجا پریشد کا ہمدرد، باطل کے خلاف اور حق کی حمایت کے لئے آواز اُٹھانا اس کا شیوہ ہے۔ اسے سرکاری ملازموں کی مطلق العنانیت سے سخت چڑ ہے۔ نیشنل کانفرنس والے "چاند" کو پرجا پریشد کا اخبار سمجھتے ہیں اور پریشد والے نیشنل کانفرنس کا۔ ۱۹۵۲ء میں "چاند" پر سنسر بٹھایا گیا اور ایڈیٹر کو حکم دیا گیا کہ وہ اخبار کا مواد شائع کرنے سے پہلے ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ جموں کے سامنے پیش کرے۔ اخبار نے ایک خاص کالم شروع کیا تھا جس میں عوامی

شکایات کو خاص ڈھنگ سے پیش کیا جاتا تھا۔ اس کالم کی بنا پر ہی اخبار پر سنسر بٹھایا گیا۔

"چاند" اب تک مسلسل جاری ہے۔ "چاند" نے جموں کے اخباروں میں ایک اہم کردار ادا کیا ہے۔ نرسنگھ داس نرگس نے اخبار کو معیاری بنانے اور عوام کا حقیقی ترجمان بنانے کی کوششیں کبھی ترک نہیں کیں۔

حقیقت

سنہ ۱۹۵۶ء میں "حقیقت" جاری ہوا۔ شری گردھاری لال آنند صراف اس کے ایڈیٹر تھے۔ کچھ وقت تک لیڈروں کے قلمی چہرے لکھنے پر بہت مقبول ہوا۔

چٹان

"چٹان" آل جموں و کشمیر بیک وارڈ کلاسز کا آفیشل آرگن تھا — سنہ ۱۹۵۶ء میں جاری ہوا۔ ادارت کے فرائض وجے شمن ادا کرتے تھے۔

پنتھ سیوک

اپریل سنہ ۱۹۵۶ء میں جموں سے "پنتھ سیوک" کا اجرا ہوا۔ سردار مہنت سنگھ اخبار کے ایڈیٹر اور مالک تھے۔ سکھوں کے مسائل پر لکھتا تھا۔

اکالی یودھا

۱۷ مئی ۱۹۵۶ء کو پریتم سنگھ انقلابی نے "اکالی یودھا" جاری کیا۔ یہ اخبار بھی سکھوں کے مسائل پر لکھتا تھا۔

شاردا

۱۹۵۶ء میں "شاردا" جاری ہوا۔ جموں کے مسائل کا ترجمان اور سرکار کا حامی تھا۔ شری شام لال راز دان اس کے ایڈیٹر تھے۔

لوک سندیش

۱۹۵۷ء میں جموں سے سردار رگھبیر سنگھ مکت نے "لوک سندیش" جاری کیا۔ اس کے ایڈیٹر انچارج وید پال دیپ ایم اے تھے۔ نیشنل کانفرنس اور بخشی غلام محمد کا حامی تھا۔

جموں پتر کا

۱۵ اگست ۱۹۵۸ء کو "جموں پترکا" کا اجرا ہوا۔ ایڈیٹر جگدیش کھلر تھے پہلے شمارے میں اخبار نے لکھا:۔

"اخبار کو عوام کا ترجمان بنانے کی کوشش کی جائے گی۔"

کھلر صاحب سٹی نیشنل کانفرنس جموں کے سیکرٹری تھے۔

سنگھم

سنہ ۱۹۶۰ء میں "سنگھم" کا اجرا ہوا۔ اور ۱۹۶۴ء تک شائع ہوتا رہا۔ موہن یادور اس کے ایڈیٹر تھے۔

سندیش

سندیش نذیر حسین سمنانی مرحوم نے جموں سے جاری کیا۔ یہ اخبار پہلے نیشنل کانفرنس کا حامی تھا۔ بعد میں کانگریس کا حامی بن گیا۔ نذیر حسین سمنانی خود اس اخبار کی ادارتی ذمہ داریاں پوری کرتے رہے۔ وہ کانگریس کے ساتھ وابستہ تھے اور کافی وقت تک قانون ساز کونسل کے ممبر رہے۔ سندیش حکومت کی پالیسی کو آگے بڑھاتا رہا۔ سمنانی صاحب کی وفات کے بعد ان کی بیگم صاحبہ اخبار کو چلا رہی ہیں۔ وہ اپنے خاوند کی جگہ قانون ساز کونسل کی ممبر بن گئی ہیں۔ ان کی ادارات میں شائع ہونے کے باوجود سندیش کا اپنا رنگ قائم ہے۔ سندیش پہلے ہفتہ وار تھا۔ بعد میں روزانہ بن گیا۔

قومی آواز

قومی آواز کانگریس کا ترجمان اخبار ہے۔ اس کو جموں صوبائی نیشنل کانفرنس نے جاری کیا ہے۔ قومی آواز کا اجرا دس سال پہلے ہوا۔ اس وقت سے آج تک یہ اخبار نیم سرکاری اخبار کی حیثیت سے کانگریس کی پالیسی کو آگے لے جا رہا ہے۔ اس اخبار کی پشت پر کانگریس ہے۔ اس لئے یہ باقاعدگی کے ساتھ شائع ہو رہا ہے۔

مارچ ۱۹۷۰ء میں جو اخبار سرینگر سے شائع ہوتے تھے

	سال اجرا
۱۔ آفتاب	۱۹۵۷ء
۲۔ سرینگر ٹائمز	۱۹۶۹ء
۳۔ ہمدرد	۱۹۵۵ء
۴۔ خدمت	۱۹۴۱ء

۵۔ نیا سنسار

۶۔ چنار

۷۔ نوجیون

۸۔ نیوز (انگریزی)

۹۔ زمیندار

۱۰۔ جہانِ نو

۱۱۔ وُلر

ہفتہ وار

۱۲۔ روشنی

۱۳۔ رہنما

۱۴۔ رہبر

۱۵۔ محافظ

۱۶۔ وِتستا

۱۷۔ پیامِ انقلاب

۱۸۔ ہمارا کشمیر

۱۹۔ جیوتی

۲۰۔ آئینہ

۲۱۔ اذان

۲۲۔ کاروان

۲۳۔ دِلیر (سوپور)

۲۴۔ چمن (کشمیری رسالہ)

۲۵۔ اِکنامک پوسٹ (انگریزی)

۲۶۔ دیش

۲۷۔ نیب (کشمیری)

۲۸۔ ندائے کشمیر

۲۹۔ کوشُر ادب (کشمیری)

۳۰۔ مسلم (پندرہ روزہ)
۳۱۔ کرم ویر ″
۳۲۔ توحید ″
۳۳۔ پروانہ (ماہوار)
۳۴۔ تاجر (ہفت روزہ)
۳۵۔ سفینہ (ماہوار)
۳۶۔ طلوع (سوپور)
۳۷۔ تقویم (اسلام آباد)
۳۸۔ ترجمان الحق (ماہوار)
۳۹۔ وادی
۴۰۔ کوہستان
۴۱۔ اقبال
۴۲۔ کشمیر تنظیم
۴۳۔ نوائے کشمیر
۴۴۔ سوپور ٹائمز (سوپور)
۴۵۔ پولیٹیکل ٹائمز سرینگر
۴۶۔ سرچشمہ حیات
۴۷۔ التبلیغ
۴۸۔ نیا کشمیر
۴۹۔ صداقت
۵۰۔ رفتار
۵۱۔ نیا دَور
۵۲۔ آہنگ ۱۹۶۵ء میں جاری ہوا
۵۳۔ شیرازہ
۵۴۔ جریدہ
۵۵۔ انقلاب
۵۶۔ جھرنا
۵۷۔ کشمیر
۵۸۔ گاش
۵۹۔ اُستاد
۶۰۔ جہلم
۶۱۔ کشمیر دِس ویک (انگریزی)
۶۲۔ الزعفران
۶۳۔ شمیم گل
۶۴۔ ہمارا اُستاد
۶۵۔ منظفر
۶۶ لالہ رخ
۶۷

سنہ ۱۹۷۰-۷۱ء میں جو اخبار جموّں سے شائع ہوتے تھے

روزنامے

۱- ایکسیلشر
۲- کشمیر ٹائمز
۳- عمارت
۴- قومی آواز
۵- سندیش
۶- اُجالا

ھفتہ وار

۷- چاند
۸- نئی زندگی
۹- رفتار
۱۰- سیج
۱۱- ریفارمر
۱۲- حمایت
۱۳- شیرِ ڈُگر
۱۴- وقت
۱۵- ارمغان
۱۶- آزاد ہند
۱۷- شاستری سندیش
۱۸- سیاست
۱۹- امر
۲۰- قومی گزٹ
۲۱- کشمیر ٹرانسپورٹ
۲۲- وِرشَد کلیان
۲۳- صدائے جمہور
۲۴- آوازِ جہاں
۲۵- ہمارا وطن
۲۶- آزاد
۲۷- سیوک
۲۸- حق
۲۹- عوامی لہر

۳۰۔ گوجر
۳۱۔ نوائے قوم
۳۲۔ جموں پوسٹ
۳۳۔ چناب
۳۴۔ نوائے ڈگر
۳۵۔ سویرا
۳۶۔ چٹان
۳۷۔ آوازِ حق
۳۸۔ آریہ مشن
۳۹۔ شاردا
۴۰۔ ٹرانسپورٹ اینڈ ڈرائیور گزٹ
۴۱۔ جواہر نگار
۴۲۔ لوک آواز
۴۳۔ لوک یگ
۴۴۔ پنتھ سیوک
۴۵۔ انقلاب
۴۶۔ امان

پندرہ روزہ

۴۷۔ امر جیت
۴۸۔ ہریٔ سندیش
۴۹۔ ندا

اخبارات

اور

معاونین

کشمیر میں صحافت کے ابتداء ہی سے اخباری ایڈیٹروں کے علاوہ بہت سارے لوگوں نے یہاں کی صحافت میں نمایاں کردار ادا کیا ہے۔ یہ لوگ اکثر اخباری دنیا میں گمنام رہے لیکن اخباروں کے لئے ان لوگوں نے مختلف حیثیتوں سے جو کام کیا اس کو بھلایا نہیں جا سکتا۔ اگر یہ کہا جائے کہ ان لوگوں نے گمنام رہ کر بہت سارے چھوٹے بڑے اخباروں کی شہرت بڑھائی اور ان کو اپنی تحریروں سے مقبول بنایا تو بے جا نہیں ہوگا۔ یہ لوگ یہاں کے اخباروں میں کبھی قلمی معاونین کی حیثیت سے کام کرتے رہے کبھی سب ایڈیٹروں کی حیثیت سے کبھی انہوں نے نمائندوں کی حیثیت سے کام کیا اور کبھی مقالہ نویسوں کی حیثیت سے۔

ان لوگوں کی وابستگی مختلف اوقات پر مختلف اخباروں کے ساتھ رہی۔ ان کے صحافتی تجربے اخباروں کی زیب و زینت کو نکھارتے رہے۔ ان لوگوں میں محمد امین پنڈت، بنسی نردوش، محمد یوسف ٹینگ، صوفی محی الدین، مقبول حسین غلام نبی ملومرے، مکھن لال صحو، محمد یوسف قادری، پرتھوی ناتھ رینہ، غلام حسن حانی

اور دوسرے لوگ قابل ذکر ہیں۔

محمد امین پنڈت

محمد امین پنڈت کشمیر کے سینئر صحافی ہیں۔ انہیں کشمیر کے نامی صحافیوں مولانا محمد سعید مسعودی، پنڈت پریم ناتھ بزاز اور دوسرے مدیروں کے ساتھ کام کرنے کا موقع ملا ہے۔ امین صاحب صحافت کے ابتدائی دور سے اخبار نویسی کے ساتھ وابستہ ہیں۔ انہوں نے خدمت میں کافی عرصہ تک کام کیا۔ وہ بمبئی کے انگریزی روزنامہ بمبئی کرانیکل کے نمائندے کی حیثیت سے کام کر چکے ہیں۔ محمد امین پنڈت ایک اچھے قلم کار ہیں۔ وہ تاریخ دان بھی ہیں انہوں نے تاریخ لداخ اور تاریخ کشمیر مرتب کی ہے۔

امین صاحب آج کل محکمۂ اطلاعات میں کام کرتے ہیں۔

بنسی نردوش

بنسی نردوش کشمیر کی صحافت کے ایک نمایاں کردار ہیں۔ ان کی تحریروں کے احسان مند بہت سارے اخبار ہیں۔ انہوں نے مختلف اوقات پہ کئی اخباروں کی ادارت کے فرائض انجام دیئے۔ نردوش صاحب جہاں گئے صحافت ان کے ساتھ رہی۔ انہوں نے جو بھی کام کیا صحافت ان سے نہیں چھوٹی۔ وہ خدمت کے علاوہ نیا سنسار، اور کئی دوسرے اخباروں میں کام کر چکے ہیں۔

بنسی نردوش ایک تجربہ کار صحافی، اچھے مقالہ نویس اور افسانہ نگار بھی ہیں انہوں نے کشمیری میں بہت سارے افسانے لکھے ہیں جو کتابی صورت میں منظر عام پر آ گئے

ہیں۔ آج کل بنسی نردوش ریڈیو کشمیر کے ساتھ وابستہ ہیں۔

محمد یوسف ٹینگ

محمد یوسف ٹینگ ریاست کی صحافت سے کافی عرصہ سے وابستہ ہیں۔ اخبارات کے لئے ادبی تاریخی اور سیاسی مقالے لکھنے کے علاوہ وہ کئی اخباروں میں کام کر چکے ہیں۔ انہوں نے "شیرازہ" کی ادارت کی ذمہ داریاں بھی پوری کیں۔ محمد یوسف ٹینگ ایک بہترین مقالہ نگار ہیں۔ وہ کشمیر کی ثقافت کے ساتھ کماحقہ واقفیت رکھتے ہیں۔ اخبار نویسی کے ساتھ ٹینگ صاحب کو گہرا لگاؤ ہے اسی لئے انہوں نے ہر وقت اپنے آپ کو اخباروں کے ساتھ وابستہ رکھا۔ اپنی نگارشات سے وہ اخباروں کی زیب و زینت بھی بڑھاتے رہے اور لوگوں کی معلومات میں بھی اضافہ کرتے رہے۔ "آفتاب" کے ساتھ وہ کافی عرصہ تک وابستہ رہے۔ دوسرے کئی اخباروں جن میں "زمیندار" بھی شامل ہے، میں وہ کام کرتے رہے۔

ٹینگ صاحب اس وقت ریاستی کلچرل اکاڈمی کے سیکرٹری ہیں۔

صوفی محی الدین

صوفی محی الدین ریاست کی صحافت میں اگرچہ بارہ[۱۲] سال پہلے داخل ہوگئے لیکن ایک مقالہ نگار کی حیثیت سے ان کا تعلق ریاست کی صحافت کے ساتھ بہت پہلے سے ہے۔ صوفی صاحب مقامی اخبارات کے لئے مقالے اور افسانے لکھتے رہے ہیں۔ ریاست سے باہر کے اخباروں میں صوفی محی الدین کے مضامین اور افسانے شائع ہو چکے ہیں۔ صوفی صاحب ایک افسانہ نگار ہیں۔ انہوں نے کشمیری اور اردو میں دو[۲] ناول لکھے ہیں جو ادیبوں کی محفلوں

میں پڑھے گئے ہیں لیکن اب تک شایع نہیں ہوئے۔ ۱۹۶۰ء سے صوفی محی الدین نے کشمیر کی صحافت میں باضابطہ حصہ لینا شروع کیا۔ وہ پہلے "نیا سنسار" کے ساتھ وابستہ رہے۔ پھر "نوائے کشمیر" کے مدیر معاون بن گئے۔ روزنامہ "مزدور" کی ادارتی ذمہ داریاں انہوں نے تین سال تک پوری کیں۔ "جہان نو" جب روزنامہ ہو گیا تو اس کی ادارت کے فرائض صوفی محی الدین نے انجام دیئے۔ اخبار پر پابندی لگ جانے کے بعد صوفی محی الدین سرینگر ٹائمز" میں مدیر کی حیثیت سے کام کرنے لگے اور اب تک "سرینگر ٹائمز" کے ساتھ وابستہ ہیں۔ صوفی محی الدین کو اخبار نویسی کا کافی تجربہ ہے وہ اچھے مقالہ نویس ہیں۔

مقبول حسین

مقبول حسین ایک بہترین قلم کار ہیں۔ وہ پہلے ایک مدرس تھے۔ اخبار نویسی کے ساتھ غیر معمولی دلچسپی رکھنے کے باعث انہوں نے اپنے مدرسی کے پیشے کو خیر باد کہا اور باضابطہ طور صحیفہ نگار بن گئے۔ مقبول حسین نے ۱۹۶۴ء میں ہفت روزہ "میزان" جاری کیا لیکن اس کو وہ چلا نہ سکے۔ انہوں نے سرینگر کے کئی اخباروں کی ادارتی ذمہ داریاں مختلف اوقات پر سنبھالیں۔ آپ "نیا سنسار" میں کام کرتے رہے۔ روزنامہ "مزدور" کے مدیر کی حیثیت سے وہ کافی عرصہ تک کام کرتے رہے۔ زمیندار میں بھی مقبول حسین نے کام کیا۔ اس وقت مقبول صاحب روزنامہ "ہمدرد" کے ساتھ وابستہ ہیں۔ وہ ایک ہفتہ وار "وادی" بھی نکال رہے ہیں۔

غلام نبی طوری

غلام نبی صاحب طوری روزنامہ "خدمت" کے ساتھ کئی سال تک

وابستہ رہے ہیں۔ انہوں نے صحافت کے میدان میں آنے سے پہلے اخبارات کے لئے مقالہ نویسی شروع کی جن کے باعث وہ ایک معیاری اخبار کے ادارتی عملہ میں داخل ہو گئے۔ طوری صاحب ایک اچھے مقالہ نویس ہیں ان کو صحیفہ نگاری کے ساتھ کم وقت تک وابستہ رہنے کے باوجود اس فن کا اچھا تجربہ ہے۔ طوری صاحب اس وقت ڈپٹی ڈائریکٹر انفارمیشن ہیں۔

مکھن لال محو

مکھن لال محو بہت پُرانے صحافی ہیں۔ انہوں نے صحافت کے میدان میں اُس وقت قدم رکھا جب کشمیر کی صحافت ابتدائی دور میں تھی۔ محو صاحب کافی وقت تک ہمدرد میں کام کرتے رہے۔ جب ہمدرد بند ہو گیا تو وہ اس اخبار کے دوسرے عملے کے ساتھ اخبار "خدمت" میں داخل ہو گئے وہ لگ بھگ پچیس سال سے "خدمت" میں کام کر رہے ہیں اور اپنی صحافتی ذمہ داریوں کو اچھی طرح انجام دے رہے ہیں۔

مکھن لال محو ایک شاعر بھی ہیں انہوں نے مزاحیہ غزلیں اور نظمیں لکھی ہیں۔

محمد یوسف قادری

محمد یوسف قادری روزنامہ "خدمت" کے نمائندے ہیں۔ وہ ابتداء سے اب تک اس ادارے کے ساتھ وابستہ ہیں۔ ایک نمائندہ کی حیثیت سے انہوں نے اچھی طرح اپنی ذمہ داریاں پوری کی ہیں۔

پرتھوی ناتھ ریتہ۔ پرتھوی ناتھ ریتہ کشمیر کے پہلے صحافی ہیں جنھوں نے سرینگر

میں کے۔ این۔ ایس کے نام سے ایک مقامی خبر رساں ایجنسی قائم کی۔ یہ ایجنسی ۱۹۷۰ء سے اب تک باضابطہ طور مقامی اخبارات کو خبریں فراہم کرنے کا کام کر رہی ہے۔

رینہ صاحب پہلے کئی اخباروں کے نمائندے کی حیثیت سے کام کر چکے ہیں۔ مارتنڈ کے نمائندے کی حیثیت سے انہوں نے کافی عرصہ تک کام کیا۔ آفتاب کے نمائندے بھی وہ رہے۔ رینہ صاحب خبریں حاصل کرنے میں کافی مہارت رکھتے ہیں، وہ ایک اچھے صحافی ہیں۔

غلام حسن وانی

غلام حسن وانی روزنامہ "خدمت" میں سب ایڈیٹر کی حیثیت سے کام کر رہے ہیں۔ وہ پہلے ایک خوش نویس تھے اور خدمت میں کافی وقت تک اس حیثیت سے کام کرتے رہے۔ بعد میں وہ اس اخبار کے سب ایڈیٹر بن گئے۔

تریلوکی ناتھ ہنڈو

تریلوکی ناتھ ہنڈو روزنامہ "نوجیون" کے ایڈیٹر ہیں۔ صحافتی میدان میں قدم رکھنے کے بعد ہنڈو صاحب نے ہفت روزہ "دیش" میں کام شروع کیا۔ دیش جب مالی دشواریوں کا شکار ہو گیا تو مارتنڈ میں آگئے اور اس اخبار کے اسسٹنٹ ایڈیٹر بن گئے۔ "مارتنڈ" بند ہونے کے بعد "نوجیون" روزنامہ بن گیا اور ہنڈو صاحب نے ادارتی ذمہ داریاں سنبھال لیں۔ تریلوکی ناتھ کا تعلق ایک ایسے ہندو گھرانے سے ہے جس نے سنسکرت کے عالم پیدا کئے۔ وہ ایک اچھے صحافی ہیں۔

ضمیمہ

محمد امین پنڈت

صحافتِ کشمیر کے دوسرے دور کا ابتدائی مرحلہ

یادِ ایامِ رفتہ

یہ دیکھ کر خوشی ہوئی کہ صوفی غلام محی الدین صاحب "کشمیر میں اُردو صحافت" کے نام سے ایک تاریخ ترتیب دینے پر کامیاب ہوئے ہیں۔ میرے ایک سابقہ صحافی رفیق صوفی غلام محمد نے اُن کی معاونت کی ہے۔

صوفی غلام محی الدین صاحب نے یہ جان کر کہ میں کشمیر جرنلسٹس ایسوسی ایشن کا سیکرٹری رہا ہوں (جس کا تذکرہ اس کتاب میں "ریاستی صحافت کا دوسرا دور" کے عنوان کے تحت بار بار آیا ہے) یہ خواہش ظاہر کی کہ میں اپنی یادداشت کو تازہ کر کے اُن ایامِ گذشتہ اور ذاتی مشاہدات کے بارے میں کچھ تحریر کروں۔

پس منظر: یہ اُس زمانہ کی بات ہے جب دوسری عالمگیر جنگ

شروع ہوئی تھی۔ باغ دلاور خان کے گورنمنٹ ہائی اسکول سے میٹریکولیشن امتحان، جو اُن دنوں لاہور کی پنجاب یونیورسٹی کے تحت لیا جاتا تھا، سے فارغ ہونے کے بعد میں نے سری پرتاپ کالج سری نگر میں داخلہ لیا تھا۔ کالج میں میری خصوصی دلچسپی لائبریری اور ریڈنگ روم کے ساتھ رہی۔ انہی دنوں مجھے اس صدی کی ابتداء (۱۹۱۰ء) میں لاہور کا "کشمیری میگزین" دیکھنے کا موقعہ ملا۔ جو کشمیری الاصل مرحوم محمد دین فوقؔ کی ادارت میں شائع ہوتا تھا۔ اس میگزین میں شائع شدہ مضامین اور شذرات سے معلوم ہوتا ہے (خصوصاً منشی غلام محمد خادم کی تحریرات) کہ اُس زمانے میں کشمیریوں کی زبوں حالی محکومیت اور تعلیمی پسماندگی کو دور کرنے کے لئے انجمن نصرۃ الاسلام نے جو تحریک شروع کی تھی، اُس کی حمایت لاہور، امرتسر کے علاوہ ڈھاکہ جیسے دور دراز گوشہ سے بھی حاصل ہوئی تھی۔ انہی دنوں مجھے کشمیر کے متعلق شاعرِ مشرق علامہ اقبالؒ کا کلام پڑھنے کا موقعہ ملا۔ جس کی بنیاد پر میرا ایک مضمون کالج کے میگزین "پرتاپ" میں بھی شائع ہوا تھا۔ اُن دنوں جموں و کشمیر سرکار کے پبلسٹی دفتر کے سربراہ پنڈت شنکر کول تھے۔ جن کے اسسٹنٹ شری بلدیو پرشاد شرما تھے جن کی ادارت میں جموں اینڈ کشمیر انفارمیشن ماہوار شائع ہوتا تھا۔ جو کالج لائبریری میں آتا تھا۔

عالمی جنگ ابھی جاری تھی، شمالی افریقہ کے میدانِ کارزار میں جرمنی اور اٹلی کی فوجیں اتحادی افواج کے ساتھ برسرِ پیکار تھیں مشرق میں جاپانی فوجیں برما کے اراکان پہاڑیوں تک پہنچ کر ہندوستان کی سرحدوں پر دستک دے رہی تھیں۔ انگریزوں کی حکومت نے ہندوستان کے قومی رہنماؤں کی حمایت حاصل کرنے کی کوشش کی تھی لیکن یہ ناکام ہوئی تھی۔ مہاتما گاندھی نے "کوئٹ انڈیا" کا نعرہ دیا تھا۔ ملک بھر میں تشدد

کے واقعات رونما ہوئے۔ انگریز حکمرانوں نے ہندوستانیوں پر ظلم اور جبر کا سلسلہ وسیع کیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ عام لوگوں کی ہمدردیاں جرمن اور جاپان کے ساتھ ہونے لگیں۔ اس صورتِ حال سے نپٹنے کے لئے انگریز سرکار نے (WAR PUBLICITY) جنگی پبلسٹی کے تحت پروپیگنڈا کی ایک زوردار مہم ریڈیو اور کتابچوں کے ذریعہ شروع کی۔ اُن دنوں شملہ سے کاؤنٹر پروپیگنڈا ڈویژن کے اہتمام سے مڈل ایسٹ نیوز اور فار ایسٹرن نیوز نام کے انگریزی خبرنامے شائع ہوتے تھے۔ جن کی کاپیاں مجھے بھی ڈاک سے باقاعدگی کے ساتھ ملتی تھیں۔ اس ڈویژن میں لاہور کے پروفیسر محمد دین تاثیر بحیثیت ڈپٹی ڈائریکٹر کام کرتے تھے جو بعد میں سری پرتاپ کالج میں ہمارے پرنسپل بن کر آئے تھے لیکن جلد ہی واپس چلے گئے۔ انہی دنوں سری پرتاپ کالج کے دو حصے کئے گئے۔ ایک حصہ بدستور ایس، پی، کالج کہلایا اور اُس کے پرنسپل پروفیسر برج کشن دران صاحب مقرر ہوئے۔ جو بعد میں کشمیر کلچرل سوسائیٹی کے صدر منتخب ہوئے تھے۔ جس کا مجھے سیکرٹری مقرر ہونے کا فخر حاصل ہوا۔ دوسرا کالج امر سنگھ کالج کے نام سے حضوری باغ کے قریب امر سنگھ ٹیکنیکل انسٹیچیوٹ کی بلڈنگ میں منتقل ہوا، اور اس کالج کے پرنسپل پروفیسر صاحبزادہ محمد احمد صاحب مقرر ہوئے۔ یہ پہلا موقعہ تھا کہ سری پرتاپ کالج یا امر سنگھ کالج میں کوئی کشمیری پرنسپل تعینات ہوا تھا۔ طالب علموں کی تقسیم میں ہم امر سنگھ ڈگری کالج کے حصے میں آئے۔

تقسیم ملک سے قبل:۔ امر سنگھ ڈگری کالج میں میرا اور بعض دوسرے طلباء کا تعلق مسلم سٹوڈنٹس یونین کے ساتھ ہوگیا۔ جس کا میں بعد میں سیکرٹری بنا۔ مسٹر کے۔ ایچ۔ خورشید، جو بعد میں مسٹر علی محمد جناح کے پرائیویٹ سیکرٹری بنے، اس کے

جنرل سیکریٹری تھے۔ وہ کچھ عرصہ تک کشمیر میں مسلم لیگ کے اخبار ڈان کے نمایندے کے طور پر کام کرتے رہے۔ سوپور کے میر عبدالعزیز (جو بعد میں "انصاف" راولپنڈی کے ایڈیٹر بنے)، اننت ناگ کے محی الدین زرگر صاحب، مظفر آباد کے احمد مصری صاحب کا اس یونین کے ساتھ قریبی تعلق بحیثیت عہدیدار رہا۔ ہمارا یومیہ مشغلہ یا تو مہاراج بازار میں یونین کے دفتر میں فاضل وقت گذارنا تھا (کمرہ کرایہ پر لینے میں اورینٹ پریس کے نمائندہ محمد اسماعیل ساغر صاحب نے مدد کی تھی) یا سری پرتاپ پبلک لائبریری لال منڈی میں اخبارات کا مطالعہ کرنا تھا، اس یونین کی سرگرمیوں کا تذکرہ رشید تاثیر صاحب کی کتاب "تحریک حریت کشمیر" (جلد دوئم ستمبر ۱۹۷۳ء) میں آیا ہے۔ ۱۹۴۳ء کے وسط میں ایک روز بعد دوپہر کا واقعہ ہے کہ ہم سری پرتاپ پبلک لائبریری لال منڈی میں مطالعہ میں مصروف تھے کہ یکایک لائبریری کا عملہ کھڑا ہو گیا۔ دیکھا کہ کنور سر مہاراج سنگھ معاینہ کے لئے آئے ہیں۔ اسی روز صبح انہوں نے مہاراجہ ہری سنگھ کے وزیراعظم کا عہدہ سنبھالا تھا۔ پہلا سرکاری ادارہ جس کا انہوں نے معائینہ کیا تھا، یہی پبلک لائبریری تھی۔ دوران معائینہ انہوں نے دلچسپی کے ساتھ دیکھا کہ لائبریری میں بیرون ریاست سے کون کون سے اخبارات اور جرائد آتے ہیں۔

اُن دنوں سرینگر میں راولپنڈی کے راستے جو اخبارات آتے تھے، اُن میں لاہور کے انگریزی اخبارات سول اینڈ ملٹری گزٹ، ٹربیون، ایسٹرن ٹائمز، اور اُردو اخبارات ملاپ۔ پرتاپ، ویر بھارت، زمیندار، احسان وغیرہ شامل تھے بمبئی سے ہفت روزہ شیرازہ، ماہنامہ ادبی مجلہ ہمایوں۔ بیسویں صدی وغیرہ شامل تھے۔ کلکتہ کا ماڈرن ریویو بھی پبلک لائبریری میں آتا تھا۔ سری نگر میں

یہ اخبارات عموماً ویسٹرن ایجنسی۔ ریڈ نیوز ایجنسی۔ اومکار نیوز ایجنسی۔ صدیق نیوز ایجنسی اور غلام احمد بک سیلر زینہ کدل کے ذریعے آتے تھے۔

یہ وہ ایام تھے جب جموں وکشمیر کے سیاسی حالات میں استحکام نام کی چیز ناپید ہونے لگی تھی۔ سر مہاراج سنگھ سے پہلے سر گوپال سوامی آئینگر وزیر اعظم تھے۔ کنور مہاراج سنگھ چند مہینوں کے اندر اندر مستعفی ہو گئے۔ یکے بعد دیگرے وزیر اعظم آتے اور جاتے رہے۔ ان میں سر بی۔ این۔ راؤ، پنڈت رام چند کاک، راجہ جنگ سنگھ، شری مہر چند مہاجن وغیرہ شامل تھے۔

دوسرے دور کی شروعات:۔ ایک جانب سیاسیات کشمیر میں مسلسل ہلچل کا یہ عمل جاری تھا، تو دوسری جانب کشمیر کی صحافت اپنے پہلے اور شاندار دور کے آخری مرحلے میں داخل ہو رہی تھی۔ کشمیر کے صحافیوں نے نیوز پیپر ایڈیٹرس کانفرنس کے نام سے اپنی ایک انجمن قائم کی تھی۔ ۱۹۴۳ء میں اس کانفرنس کا ایک شاندار سالانہ اجلاس حضوری باغ کے وسیع باغ میں منعقد ہوا۔ جس کی صدارت کلکتہ کے امرت بازار پتریکا کے ایڈیٹر شری تشار کانتی گھوش نے کی۔ میں اُن دنوں امر سنگھ کالج میں زیر تعلیم تھا۔ اس کانفرنس کے عام اجلاس کا جس میں عام لوگوں کو شرکت کی اجازت دی گئی تھی، مشاہدہ کرنے کا مجھے بھی موقعہ ملا۔ کانفرنس کے فوراً بعد اس کے ارکان میں شدید اختلافات پیدا ہوئے اور غیر مستحکم سیاسی حالات کے سبب یہ کانفرنس آہستہ آہستہ بے عمل ہو کر رہ گئی۔ یہ سلسلہ ۱۹۴۶-۴۵ء تک جاری رہا۔ تاوقتیکہ کشمیر جرنلسٹس ایسوسی ایشن کے نام سے ایک اور تنظیم وجود میں آئی۔ جس کے ساتھ میں بحیثیت سیکرٹری ۱۹۵۵ء تک منسلک رہا۔

یہ دراصل کشمیر کی صحافت کا دوسرا دور تھا۔ پہلے دور کی ترجمانی "حقیقت" "حریت" "ہمدرد" "اسلام" "البرق" "اصلاح" وغیرہ اخبارات کرتے تھے۔ جس کی قیادت صحافتِ کشمیر کے شہسوار مولانا مسعودی، پنڈت پریم ناتھ بزاز، پنڈت پریم ناتھ کنہ، پنڈت دینا ناتھ مست، پنڈت شمبو ناتھ کول وکیل، مولوی عبدالواحد، ایم۔اے۔ صابر، گاشہ لال صاحب کول بی۔اے کر رہے تھے۔

۱۹۴۸ء میں میرا تعلق روزنامہ "خدمت" سری نگر کے ساتھ ہوگیا۔ اُنہی دنوں خدمت کی ملکیت غلام رسول صاحب عارف، اور احمد جان صاحب نے نیشنل کانفرنس کو منتقل کر دی تھی اور اس کا دفتر پلیڈیم سینما کے متصل کشمیر گیسٹ ہاؤس کی بلڈنگ کی ساتھ والی عمارت میں تھا۔ اس کی ادارت کا فریضہ مولانا محمد سعید مسعودی انجام دیتے تھے۔ کچھ عرصہ بعد اس کا دفتر مجاہد منزل منتقل کر دیا گیا، جہاں بدستور مولانا محمد سعید مسعودی کی ادارت میں یہ روزنامہ شائع ہوتا رہا۔ لیکن ایک تبدیلی یہ آئی کہ اخبار کے لئے جناب شیخ محمد عبداللہ کو چیف آرگنائزر مقرر ہوئے۔ بعد ازاں جب وہ منتظم اعلیٰ (ہیڈ آف ایڈمنسٹریشن) اور وزیر اعظم بنے تو چیف آرگنائزر کا عہدہ پہلے مولانا مسعودی نے اور بعد میں شری شیام لال صراف نے سنبھالا۔ بخشی غلام محمد صاحب اور غلام محمد صاحب صادق کی دلچسپی بھی اخبار کے ساتھ بدستور جاری رہی۔ پہلے پہل مولانا مسعودی کا میں واحد اسسٹنٹ تھا۔ بعد میں جب اخبار مجاہد منزل سے شائع ہونے لگا۔ تو صدر الدین مجاہد صاحب حکیم محی الدین صاحب، علی محمد طارق صاحب، محی الدین صاحب نور کو بھی سٹاف میں شامل کیا گیا۔ طارق صاحب اور نور صاحب کو خبریں فراہم کرنے کے لئے تعینات کیا گیا۔ آج کی طرح اُن دنوں بھی علاالتیں

تھانے، اور پلیٹ فارم خبریں حاصل کرنے کے بہترین ماخذ تھے۔ دہلی سے امریکہ کے انفارمیشن آفس اور تاس نیوز ایجنسی (روسی سفارت خانہ) اپنے مکتوبات باقاعدگی سے بھیجتے تھے۔ ان مکتوبات سے چیدہ چیدہ مضامین کا اُردو میں ترجمہ کرنا میرے ذمے تھا۔

صحافت کا تربیتی ادارہ : حکیم غلام محی الدین صاحب، پیر یحییٰ صاحب رفیقی اور میرا کام دفتر میں اخباری نمائندوں کی اطلاعات، ریڈیو خبروں کی ترتیب اور تدوین دینا، شذرات تحریر کرنا، یا انگریزی مضامین کا اُردو میں ترجمہ کرنا ہوتا تھا۔ اُن دنوں بہت کم لوگوں کے ہاں ریڈیو سیٹ ہوتے تھے۔ آل انڈیا ریڈیو کا نزدیک ترین اسٹیشن لاہور میں تھا۔ جہاں سے ہم خبریں وصول کرتے تھے۔ کبھی کبھی قومی رہنماؤں کی تقریریں رپورٹ کرنے کا کام بھی ہمیں تفویض کیا جاتا تھا۔ مارتنڈ کی طرح خدمت ریاست کا ایسا اخبار تھا جو دیگر اخبارات کے برعکس کسی کی ذاتی ملکیت نہیں تھا۔ بلکہ ایک جماعتی اخبار تھا اور اسے جرنلزم کے مسلّمہ اصولوں کے مطابق چلایا جا رہا تھا۔ مولانا مسعودی کے بعد پنڈت کشپ بندھو اور غلام احمد صاحب کشفی اس کی ادارت کرتے رہے۔ آہستہ آہستہ یہ اخبار ایک وسیع و منظم ادارہ بن کر رہ گیا اور اس ادارہ میں درجنوں اصحاب کو جرنلزم کی تربیت ملی۔ ان میں ثناء اللہ صاحب، قیصر قلندر اومکار ناتھ در صاحب، جی۔ ایم۔ مشتاق صاحب، غلام حسن صاحب اعجاز، جگن ناتھ نہیری، عبدالرشید کاملی، عبدالرحمان صاحب راہی، مہندر ناتھ صاحب، طالب راہ پوری، غلام نبی صاحب طوری، محی الدین صاحب شال، مولوی محمد ابراہیم صاحب

غلام علی بخشی صاحب، غلام رسول صاحب عرفانی، صوفی غلام محمد صاحب، بنسی نردوش صاحب، علی محمد خان صاحب وغیرہ وغیرہ کے نام یاد آرہے ہیں۔ علاوہ ازیں اس اخبار کے ساتھ کئی اصحاب کی دلچسپی کسی نہ کسی صورت میں رہی۔ یہ اصحاب یا تو مضامین لکھتے یا خبرنامے بھیجتے۔ ان میں غلام رسول صاحب رینزو، موتی لال صاحب مصری، غلام رسول صاحب کار، پی۔ این جلالی صاحب، پیر عبدالاحد صاحب، محمد یوسف ڈار صاحب، چوہدری محمد شفیع صاحب، غلام قادر صاحب پانڈے، سومبیشور ناتھ صاحب، مرزا غلام حسن بیگ عارف، میر غلام رسول نازکی، جیل بابا، مختار احمد پانڈے، غلام محی الدین صاحب ہمدانی، غلام محمد میر راجپوری صاحب، شری ہیم راج جنڈیال اور ملو سید امان اللہ سوپور، پیر عبدالغنی اننت ناگ، شری پرتھوی ناتھ کھیلو اننت ناگ، شری کرشن دیو سیٹھی، غلام قادر طوری شوپیان، عبدالمجید پانڈے، وغیرہ کے نام قابل ذکر ہیں۔ انگریزی خدمت" کے ساتھ جناب جانکی ناتھ زتشی اور شری آر۔سی۔ رینہ وابستہ رہے، لیکن یہ انگریزی ایڈیشن زیادہ دیر نہ چل سکا۔ شری آر۔سی۔ رینہ آج کل حکومت جموں وکشمیر کے ایجوکیشن کمشنر ہیں۔

شاید یہ بات دلچسپی کے لائق ہو کہ اخبار خدمت میں کارٹون بنانے کی پہل بنسی پارمو صاحب آرٹسٹ نے کی تھی، جن کو ایسا کرنے کی تحریک مجھ سے ملی تھی جبکہ قومی رہنماؤں کے قید و بند کے سبب 'خدمت' کو شائع کرنے کی ذمہ داری مجھ پر پڑی تھی۔ ان دنوں مناسب ہدایات خواجہ غلام محی الدین قرہ صاحب سے حاصل کی جاتی تھیں جو انڈر گراؤنڈ رہ کر "رامہ جو" کے فرضی نام سے تنظیم کا کام چلا رہے تھے۔ انہی دنوں 'خدمت' پر پری سنسر شپ بٹھایا گیا۔ اخبار کے مسودات کو ما قبل منظوری کے لئے گورنر

(مہاراج کشن در صاحب) کے سامنے پیش کرنا میرا معمول بن گیا تھا۔ بعد میں گورنر نے یہ ذمہ داری انفارمیشن اسسٹنٹ شری گنیش داس شرما کے سپرد کیں۔ جو بعد میں ڈائریکٹر انفارمیشن بن گئے۔ اس سے پہلے کارٹون شائع کرنے کی پہل ہمدرد نے کی تھی" ذمہ دار نظام حکومت ایڈیشن" میں ہمدرد نے مجلد صفحہ اوّل پر ستہ رنگی کارٹون نما تصویر شائع کی تھی۔ یہ ایڈیشن بحق سرکار ضبط قرار دیا گیا تھا۔ ہمدرد، البرق، وکیل وغیرہ اخبارات کے خاص ایڈیشن یا سالناموں میں کبھی کبھار شخصیات کی تصویریں شائع ہوتی تھیں۔ خدمت نے بھی اس طریقہ کو اپنایا اور کئی ایڈیشن ایسے شائع کئے گئے، جن میں قومی رہنماؤں یا کارکنوں کی تصویریں شائع کی جاتی تھیں، لیکن (EVENTS) یعنی واقعات کی تصویر کشی جسے آجکل فوٹو جرنلزم کہا جاتا ہے اس لئے ممکن نہیں تھی کیونکہ بلاک یا تو لاہور سے یا جالندھر سے بنوا کے منگوانا پڑتے تھے اور اسمیں کافی وقت صرف ہوتا تھا۔ خدمت کی طرح پریم ناتھ بزاز صاحب کے ہمدرد میں بھی کئی نوجوانوں کو صحافت کی ٹریننگ ملی تھی۔ ان میں نند لال صاحب واتل۔ بکھن لال صاحب محو۔ پنڈت جگن ناتھ ستھو، میر عبدالعزیز صاحب وغیرہ کے نام قابل ذکر ہیں ۔

چند خوشگوار یادیں:۔ آل انڈیا مسلم لیگ کے صدر مسٹر محمد علی جناح کے اعزاز میں نیشنل کانفرنس نے جو استقبالیہ پرتاب میں دیا تھا۔ اُس کی رپورٹ میں نے مرتب کی تھی۔ جبکہ جامع مسجد میں مسلم کانفرنس کے سالانہ اجلاس سے مسٹر جناح کے خطاب کی رپورٹ علی محمد طارق نے مرتب کی تھی۔ شاہی مسجد سری نگر میں "نیا کشمیر" والا تاریخی مشن ۱۹۴۴ء اور سوپور اجلاس ۱۹۴۵ء جسمیں پنڈت جواہر لال نہرو، مولانا آزاد،

خان عبدالغفار خان، خان صمد خان، مسٹر آصف علی وغیرہ نے شمولیت کی تھی) کی روئیداد تحریر کرنے کا کام حکیم غلام محی الدین اور میں نے انجام دیا تھا، کتابت شدہ کاپیاں سوپور سے سری نگر بھیجی جاتی تھیں۔ کوئٹ کشمیر کے دوران جناب شیخ محمد عبداللہ کی تقریروں کی رپورٹیں عام طور پر محی الدین صاحب نور مرتب کیا کرتے تھے۔ شیخ صاحب اور اُن کے تین ساتھیوں پر بغاوت کا جو مقدمہ ۱۹۴۶ء میں بادامی باغ چھاؤنی میں چلایا گیا۔ اُس کی مکمل رپورٹنگ میں نے کی تھی۔ اس مقدمہ کی پیروی اور وکالت مسٹر آصف علی، شری گوبند سہائے اور خود پنڈت جواہر لال نہرو نے کی تھی۔

نیشنل کانفرنس قایدین کی محبوسیت کے دوران جب مہاتما گاندھی سری نگر آئے اور تین یوم تک برزلہ میں سیٹھ کشوری لال ٹھیکیدار جنگلات کے مکان میں قیام پذیر رہے تو انہیں قریب سے دیکھنے اور اُن کی سرگرمیوں اور دعائیہ مجلسوں کی رپورٹنگ کا کام میں نے انجام دیا تھا۔ ۱۹۴۷ء میں کشمیر جرنلسٹس ایسوسی ایشن نے جو استقبالیہ انڈین نیشنل کانگریس کے صدر آچاریہ کرپلانی اور اُن کی اہلیہ شریمتی سوچیتا کرپلانی کے اعزاز میں ریجنا سینما بلڈنگ میں دیا تھا۔ اس میں ایسوسی ایشن نے سیٹھ کشوری لال کو خصوصی طور مدعو کیا تھا۔ یہ بلڈنگ نیڈوز ہوٹل کے متصل ایک سینما گھر کے لئے بنی تھی۔ لیکن بعد میں اسی بلڈنگ میں جناب شیخ محمد عبداللہ کی سرگردگی میں ایمرجنسی ایڈمنسٹریشن کا ہیڈ کوارٹر قایم ہوا تھا۔ مولانا مسعودی کچھ عرصہ کے لئے جرنلسٹس ایسوسی ایشن کے سرپرست رہے۔ وہ انفارمیشن اور براڈکاسٹنگ کے معاملات میں عوامی حکومت کے غیر سرکاری صلاح کار بھی تھے۔

۴۶-۱۹۴۵ء میں رائے بہادر کشن لال کچلو صاحب کی صدارت میں کشمیر اسمبلی

(کشمیر پرجا سبھا سدن) جس میں نیشنل کانفرنس کے ممبران مرزا محمد افضل بیگ، میاں احمد یار غلام محمد صادق، صوفی محمد اکبر صاحب، عبدالغنی ترالی، احمد اللہ صاحب شہداد تھے۔
میاں احمد یار صاحب متانت، کم گوئی اور سنجیدگی کے مجسمہ تھے۔ صادق صاحب کی تقریریں اُن دنوں جذباتی ہوتی تھیں۔ شہداد صاحب مرحوم عموماً نالہ مار کا مسئلہ اُٹھاتے۔ میاں احمد یار خان پارٹی کے لیڈر تھے لیکن جب وزیر اعظم رامچند صاحب کاک نے مرزا محمد افضل بیگ صاحب اور وزیر گنگارام کو وزارت میں لیا تو میاں احمد یار صاحب نے جماعت سے دغا کی اور بعد میں خود وزارت میں شامل ہوئے۔ اس اسمبلی کے اجلاسوں کی رپورٹنگ میں نے کی تھی۔ علاوہ ازیں وائسرائے لارڈ لنلتھگو اور لارڈ ویول کی کشمیر میں آمد کے دو اہم واقعات کو میں نے رپورٹ کیا تھا۔ پہلے وائسرائے نے مہاراجہ ہری سنگھ ہسپتال کا سنگِ بنیاد رکھا تھا اور دوسرے وائسرائے نے اس ہسپتال کا افتتاح کیا تھا۔
دونوں تقریبات پر مہاراجہ ہری سنگھ صاحب موجود تھے۔ دونوں مواقع پر ملٹری کا کڑا پہرہ تھا اور معدودے چند اخباری نمائندوں کو کارڈون پاس (CORDON PASS) پر داخل ہونے کی اجازت دی گئی تھی۔ جب نیشنل کانفرنس نے حکومت سنبھالی تو وزیر اعظم جناب شیخ محمد عبداللہ، وزیر اطلاعات (سردار بدھ سنگھ جی) اور مشیر مال جناب مرزا محمد افضل بیگ کی قریب قریب تمام تقریروں کی رپورٹیں بنانا میرا فریضہ رہا جو برابر اگست ۵۳ء کے پہلے ہفتے تک جاری رہا۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ ۱۹۴۸ء میں حکیم غلام محی الدین صاحب کی جگہ، جب وہ ڈائریکٹر ریڈیو سٹیشن بنے تھے۔ مجھے ریڈیو کشمیر کا نمائندہ مقرر کیا گیا تھا اور علاوہ ازیں ۱۹۴۶ء سے ہی میں بمبئی کے انگریزی روزنامہ "بمبئی کرانیکل" کا نمائندہ تھا۔ "بمبئی کرانیکل" کے لئے کشمیر میں مجھے اخباری نمائندہ

مقرر کئے جانے کی سفارش خود شیخ صاحب نے مشہور نیشنلسٹ مسلم ایڈیٹر سید عبداللہ بریلوی کے پاس کی تھی، جن کی ادارت میں بمبئی کا یہ با اثر روزنامہ شائع ہوتا تھا۔ اُن دنوں خواجہ احمد عباس اس اخبار کے اسسٹنٹ ایڈیٹر کے طور پر کام کرتے تھے۔

تقسیم ملک اور قیام پاکستان کے بعد بھی لاہور سے اخبارات سری نگر آتے رہے اور کچھ عرصہ کے لئے سول اینڈ ملٹری گزٹ کے ایڈیٹر ڈبلیو۔ ایف بسٹن کی ہدایت پر اس اخبار کے لئے میں سری نگر سے خبریں اور خبر نامے بھیجتا رہا۔ اکتوبر ۱۹۴۷ء میں شری مہر چند مہاجن نے جو پریس کانفرنس سری نگر میں دی تھی۔ اُس کی رپورٹنگ وسیع پیمانہ پر ہوئی تھی۔ مقامی صحافیوں کے علاوہ اس کانفرنس میں بیرونی اخباروں اور نیوز ایجنسیوں کے جو نمائندے شامل ہوئے تھے۔ اُن میں شری رادھا کشن کاک نمائندہ یونائیٹڈ پریس آف انڈیا۔ شری جی کے۔ ریڈی نمائندہ ایسوسی ایٹڈ پریس آف انڈیا اور شری کاشی ناتھ بامزئی نمائندہ بلٹز بمبئی بھی شامل تھے۔ بعد میں سری کنٹھ رینہ جیل سے رہائی پانے پر گلوب نیوز ایجنسی کے نمائندے کی حیثیت سے، غلام نبی صاحب گلکار الفضل قادیان کے نمائندے کی حیثیت سے اور شری ست پال ساہنی اے۔ پی۔ آے کے نمائندے کے طور پر ہماری اخبار نویس برادری میں شامل ہو گئے تھے۔ سری کنٹھ صاحب کچھ عرصے کے لئے کشمیر جرنلسٹس ایسوسی ایشن کے جنرل سیکرٹری رہے۔ صدر پنڈت گوشہ لال کول تھے۔ جو کشمیر کرانیکل کے ایڈیٹر تھے۔ سردار گورپرب سنگھ صاحب مدیر "خالصہ گزٹ" اور علامہ غلام احمد کشفی نو نائب صدر تھے۔

ہنگامی دور اور اس کے بعد!

۱۹۴۷ء کے ہنگامی حالات میں اشیائے ضروریہ جن میں نمک، کھانڈ، کپڑا، شامل تھا، نایاب ہوگیا تھا۔ اس کے ساتھ ہی نیوز پرنٹ (اخباری کاغذ) بھی نایاب ہوگیا۔ اُن دنوں سری نگر کے تمام اخبارات ماسوائے ایک دو استثنا (مثلاً ہمدرد، خدمت) امیرا کدل کے دکاندار لالہ سنت رام کی دُکان سے نیوز پرنٹ خریدا کرتے تھے۔ نیوز پرنٹ کی نایابی کے سبب اخبارات کی تعداد کم ہونے لگی۔ ۱۹۴۸ء میں گورنر کشمیر (خواجہ علی شاہ) نے مجھے اس شرط پر پمپوش نام کا ماہوار رسالہ (جو کشمیری اور اُردو زبانوں میں شایع ہوتا تھا) اجراء کرنے کی اجازت دی کہ میں نیوز پرنٹ کے لئے کوئی مانگ نہ کروں، چونکہ بازار میں عام سفید کاغذ مقابلتاً مہنگا ملتا تھا۔ لہٰذا چند مہینوں کے بعد ہی یہ رسالہ بند کرنا پڑا۔ البتہ کونگ پوش نام کا ایک خالص کشمیری رسالہ ... شایع ہوتا رہا۔ جس کی ادارت دینا ناتھ صاحب نادم، غلام رسول صاحب سنتوش اور علی محمد صاحب لون کرتے رہے۔ کونگ پوش سے پہلے کشمیری زبان کا پہلا پرچہ گاشں شاعر کشمیر پیرزادہ غلام احمد مہجور مرحوم نے جاری کیا تھا۔

۱۹۴۷ء کے بعد ہنگامی حالات کے اسی مشکل دور میں کشمیر کے صحافیوں کو آزادی تحریر کا مقدس فریضہ انجام دینا پڑا۔ جس میں اُن کی رہنمائی صحافیوں کی فعال جماعت کشمیر جرنلسٹس ایسوسی ایشن نے کی۔ خصوصاً جبکہ پریس ایکٹ

کی دفعہ ۵ میں ترمیم کر کے چند کڑی شرائط عاید کی گئی تھیں۔ اس ترمیم سے متعلق صحافی انجمن نے جو زوردار مہم چلائی۔ وہ صحافیوں کے اتفاق واتحاد کی ایک نشان دار مثال کے طور پر قایم رہے گی۔ حتیٰ کہ جرنلسٹس ایسوسی ایشن کو سرکاری طور پر تحریری اطلاع ملی کہ پریس ایکٹ کی دفعہ ۵ الف تا اطلاع ثانی معرضِ التوا میں رکھدی گئی ہے۔ یہ صورت حال اب تک برابر قایم ہے۔

۱۹۵۵ء میں خدمت کے جوائینٹ ایڈیٹر کی حیثیت میں مجھے حکومت ہند کے پریس انفارمیشن بیورو نئی دہلی سے ملک کے مختلف حصوں سے بلائے گئے۔ اخباری ایڈیٹروں کی ایک پارٹی کے ساتھ جنوبی ہندوستان کے دورہ پر جانے کی دعوت ملی۔ یہ اس قسم کی پہلی دعوت تھی، جو کسی کشمیری صحافی کو ملی، اور جس میں ہمیں راس کماری تک جانے اور ترقیاتی منصوبوں کا مشاہدہ کرنے کا مشاہدہ کرنے کا موقعہ ملا۔ ازاں بعد نیا سنسار کے ایڈیٹر غلام رسول صاحب عرفانی اور نندہ لال صاحب واتل ایڈیٹر "خدمت" وغیرہ وغیرہ صحافیوں کو اسی قسم کے دعوت نامے ملے۔ یہیں سے کشمیری صحافت کا تیسرا دور شروع ہوتا ہے۔

●